اصول عقائد
(چالیس اسباق میں)
شیخ علی اصغر قائمی
مترجم: سید مبین حیدر رضوی

"شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا اور مہربان ہے"

قال رسول اللهﷺ: "إني تارك فيكم الثقلين، كتاب الله، وعترتي أهل بيتي ما إن تمسكتم بهما لن تضلّوا أبداً وإنّهما لن يفترقا حتّىٰ يردا عليّ الحوض".

حضرت رسول اکرمﷺ نے فرمایا: "میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں: (ایک) کتاب خدا اور (دوسری) میری عترت جو میرے اہل بیتؑ ہیں اگر تم ان سے متمسک رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے، یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچیں گے"۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲/۷، سنن دارمی: ۴۳۲/۲، مسند احمد: ج۳، ۱۴، ۱۷، ۲۶، ۵۹، ۳۶۶/۴، ۳۷۱ و ۱۸۲/۵، ۱۸۹ اور ۱۸۹، مستدرک حاکم: ۱۰۹/۳، ۱۴۸، ۵۳۳ وغیرہ۔)

اصول عقائد
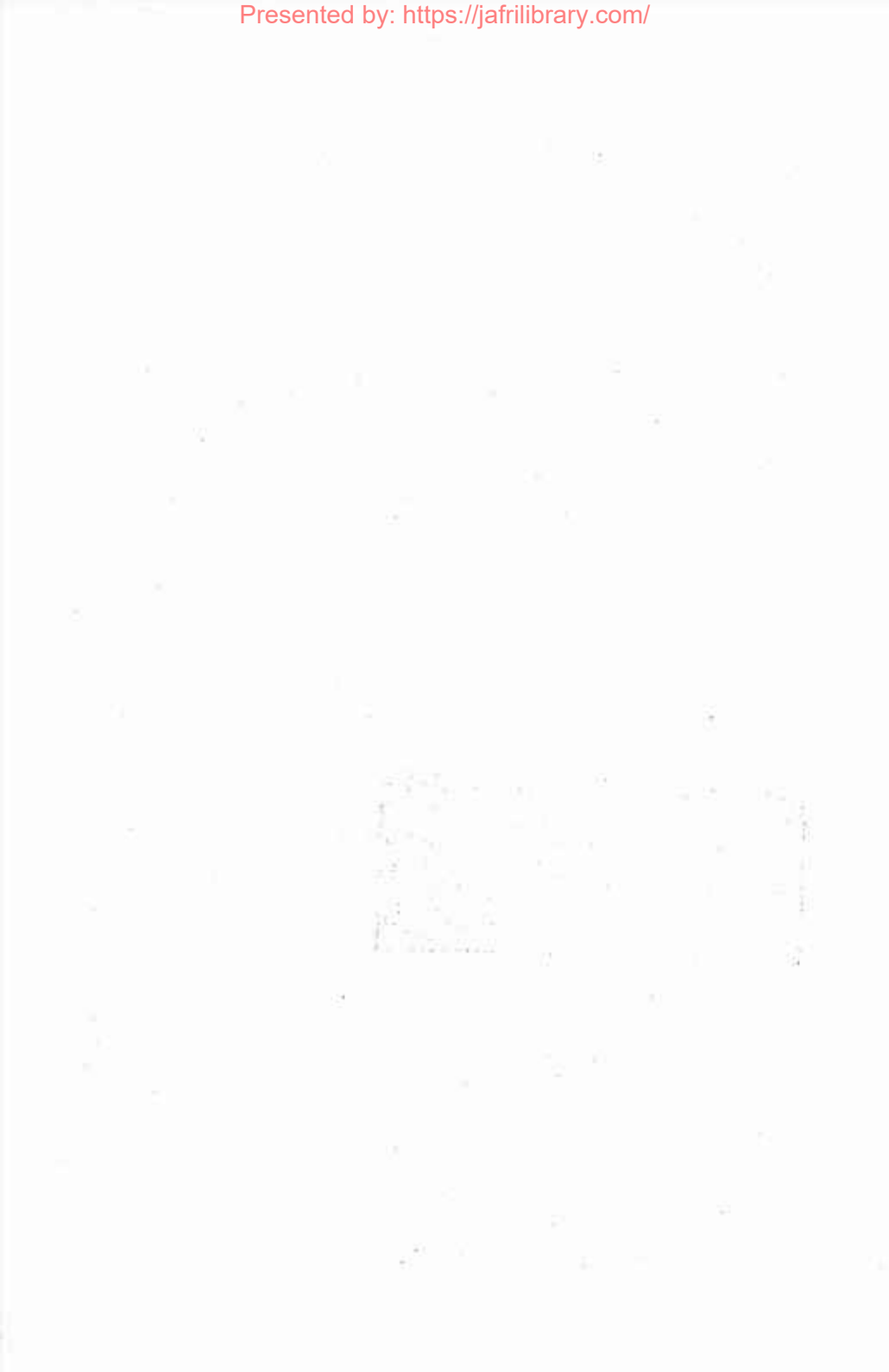
(چالیس اسباق میں)

اصول عقائد

(چالیس اسباق میں)

شیخ علی اصغر قائمی

مترجم: سید مبین حیدر رضوی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

سرشناسه	: قاسمی ، علی اصغر ، ۱۳۳۶
عنوان قراردادی	: اصول اعتقادات در چهل درس . اردو
عنوان و پدید آور	: اصول عقائد (چالیس اسباق میں) / علی اصغر قائمی .
مشخصات نشر	: قم : مجمع جهانی اهل البیت (ع) ، ۱۳۸۵.
مشخصات ظاهری	: ۳۲۰ ص
شابک	: 6 - 037 - 529 - 964
یادداشت	: فیپا
یادداشت	: عنوان اصلی : اصول اعتقادات در چهل درس .
موضوع	: شیعه – عقاید.
موضوع	: شیعه – اصول دین .
شناسه افزوده	: رضوی ، مبین حیدر ، مترجم .
شناسه افزوده	: مجمع جهانی اهل بیت (ع) .
رده بندی کنگره	: ۱۳۸۵ ۶۰۴۶ الف ۲ ق / BP ۲۱۱/ ۵
رده بندی دیویی	: ۲۹۷ / ۴۱۷۲
شماره کتابخانه ملی	: ۲۱۹۳۶ / ۸۵ م

نام کتاب: اصول عقائد (چالیس اسباق میں)

مولف: شیخ علی اصغر قائمی

مترجم: سید مبین حیدر رضوی

نظرثانی: مرغوب عالم عسکری

پیشکش: معاونت فرہنگی، ادارۂ ترجمہ

کمپوزنگ: سید مظہر علی رضوی

ناشر: مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

طبع اول: ۱۴۲۷ھ ۲۰۰۶ء

تعداد: ۳۰۰۰

مطبع: لیلیٰ

ISBN:964-529-037-6
www.ahl-ul-bayt.org
Info@ahl-ul-bayt.org

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت وظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ وکلیاں رنگ ونکھار پیدا کر لیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ وراہ اجالوں سے پرنور ہو جاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت وقابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ وموسس سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم وآگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمہء حق وحقیقت سے سیراب کر دیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران وروم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑ گئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت وعمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے تو مذہب عقل وآگہی سے روبرو

ہونے کی توانائی کھو دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کر لیا۔

اگر چہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیتؑ اور ان کے پیروں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسبانی کی ہے وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہو کر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کر دی گئی تھی، پھر بھی حکومت وسیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیتؑ نے اپنا چشمہ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء ودانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنہوں نے بیرونی افکار ونظریات سے متاثر اسلام وقرآن مخالف فکری ونظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام وقرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری ومعنوی قوت واقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب وکامران زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین وبے تاب ہیں یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر واشاعت کے بہتر

طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل وشعور کو جذب کرنے والے افکار ونظریات دنیا تک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

(عالمی اہل بیتؑ کونسل) مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیتؑ عصمت وطہارت کے پیروں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تا کہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن وعترت کے صاف وشفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق ومعنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان وولایت سے سیراب ہو سکے ہمیں یقین ہے عقل وخرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیتؑ عصمت وطہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت وبیداری کے علمبردار خاندان نبوت ورسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدوخال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق وانسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار، سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب وثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن ونجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی وتحقیقی کوششوں کے لئے محققین ومصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین ومترجمین کا ادنی خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب

مکتب اہل بیتؑ کے ترویج واشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، فاضل علام آقای شیخ علی اصغر قائمی کی گرانقدر کتاب ''اصول عقائد'' کو جناب مولانا سید مبین حیدر رضوی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکرگزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں، اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

فہرست

پہلا سبق

دوسرا سبق

تیسرا سبق

چوتھا سبق

پانچواں سبق

چھٹا سبق

ساتواں سبق

آٹھواں سبق

نواں سبق

دسواں سبق

گیارہواں سبق

بارہواں سبق

تیرہواں سبق

چودہواں سبق

پندرہواں سبق

سولہواں سبق

سترہواں سبق

اٹھارہواں سبق

انیسواں سبق

بیسواں سبق

اکیسواں سبق

بائیسواں سبق

تیئسواں سبق

چوبیسواں سبق

پچیسواں سبق

چھبیسواں سبق

ستائیسواں سبق

اٹھائیسواں سبق

انتیسواں سبق

تیسواں سبق

اکتیسواں سبق

بتیسواں سبق

تینتیسواں سبق

چونتیسواں سبق

پنتیسواں سبق

چھتیسواں سبق

سینتیسواں سبق

اڑتیسواں سبق

انتالیسواں سبق

چالیسواں سبق

انتساب

میں اپنی اس ادنی کوشش کو مکمل مقصد حسینؑ، بطلۂ کربلا ثانی زہرا، حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کی پاک بارگاہ میں پیش کر کے شرف قبولیت کا متمنی ہوں۔

سید مبین حیدر رضوی

مقدمہ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

وَبِہٖ نَستعین الحمدُ للّٰہِ رَبِّ العالمینَ و صلیٰ اللّٰہ علیٰ سیّدنا و آلہ الطیبین الطاھرینٰ لا سیّما بقیۃ اللّٰہ فی الأرضین و لعنۃ اللّٰہ علیٰ أعدائھم و مخالفیھم أجمعین من الآن الیٰ قیام یوم الدّین .

اصول عقائد دین اسلام کی اساس اور بنیاد ہے، ہر مسلمان کے عقیدہ کو دلیل و برہان پر مبنی ہونا چاہئے۔ اسی لئے اسلام کی عظیم دانشمند ہستیوں نے صدیوں پہلے سے ہی عقیدتی مسائل کی تبیین وتشریح کی ہے اور آج بھی ان کے قیمتی آثار وخدمات ہمارے درمیان موجود ہیں۔

تقریباً دس سال کا عرصہ گذر چکا ہے کہ حقیر، مدیریت حوزہ علمیہ قم کے پروگراموں کے تحت اصول عقائد کے تدریسی فرائض کو انجام دے رہا ہے۔ اسی دوران ایک کتابچہ تیار کیا جو (توحید تا معاد) عقائد پر مشتمل تھا اور طلاب کی خدمت میں پیش کیا، اس کتابچہ کی تیاری کے لئے میں نے عقائد کی متعدد جدید وقدیم کتب کا بغور مطالعہ کیا اور وہ مسائل جو جوان طلاب کے لئے مفید وموثر تھے ان کا انتخاب کیا۔

اس کتابچہ پہ میں نے بارہا تجدید نظر کی اور حد امکان اس کی خامیوں کو دور

کیا، بات یہاں تک آ پہنچی کہ بعض مسئولین واساتید وطلاب نے اس بات کی رائے دی کہ یہ چھپ جائے تو بہتر ہوگا، خدا کا شکر ہے کہ ان کے آراء نے عملی جامہ پہنا اور یہ کتاب جو چالیس اسباق پر مشتمل ہے حسب ذیل خصوصیات کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے، ہم اس بات کی امید کرتے ہیں کہ یہ خدمت حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ فرجہ..کی تائید سے شرفیاب ہوسکے۔

۱۔چونکہ اس کتاب کی تدوین کے لئے دسیوں جدید وقدیم عقائدی کتب کا مطالعہ کیا گیا ہے اوران سے خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے نیز اس بات کی سعی پیہم کی گئی ہے کہ ہر کتاب کی خصوصیت کا خیال کرتے ہوئے اس کے پیچیدہ مسائل اور مشکل عبارتوں سے پرہیز کیا جائے۔

۲۔باوجودیکہ اس کتاب کے اسباق نہایت سادہ وسلیس اور عام فہم زبان میں عام لوگوں کے لئے مرتب کیے ہیں، اس میں عقلی ونقلی دلائل کا بھرپور سہارا لیا گیا ہے نیز وہ نوجوان وجوان جو عقیدتی مسائل کو تقلید سے ہٹ کر تحقیق کی روسے ماننا اور سمجھنا چاہتے ہیں ان کے لئے نہایت تسلی بخش اسلوب کو اپنایا گیا ہے اور ثقل وسنگینی سے قطعی پرہیز کیا گیا ہے۔

۳۔یہ کتاب جوان طلاب کے درمیان کئی برسوں کے تجربہ کے بعد وجود میں آئی ہے لہٰذا ایام تبلیغ میں مبلغین کے لئے کلاس داری نیز دیگر امور میں نفع بخش ثابت ہوگی۔

۴۔اس کتاب میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ عقیدتی پنجگانہ اصولوں سے متعلق جوسوال پیدا ہوتے ہیں ان کا مدلل جواب دیا جا سکے۔

۵۔آخر میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس کتاب میں متعدد کتب سے استفادہ کیا گیا ہے جن کا تذکرہ حسب ضرورت کیا گیا ہے، بعض مواقع پر ان کتابوں کی عین عبارت کو بھی نقل کیا گیا ہے ہم ان مؤلفین کی زحمات وخدمات کے مرہون ومدیون ہیں۔

اساتید وعلم دوست افراد سے اس بات کی توقع ہے کہ اپنے مفید مشوروں سے ہم کو ضرور آگاہ فرمائیں گے تا کہ آئندہ طباعت میں اس کی اصلاح ہو سکے۔

وما توفيقي الّا باللّه توكلت عليه وأليه أنيب

اصغر قائمی حوزہ علمیہ قم

کچھ اپنی بات

تمام تعریف اس خدا کے لئے جس نے ہادیوں کو خلق کیا تا کہ لوگ صراط مستقیم پر گامزن رہ سکیں، درود پاک رسول وآل رسول پر جو امت وسطیٰ، خیرالبریۃ، ائمہ ہدیٰ اور کائنات کے لئے مایہ رحمت اور سبب ہدایت ہیں، جن کی کرم فرمائیوں کے سبب آج دنیا میں خدا کا دین باقی ہے دنیا کے کسی گوشہ وکنار کا رہنے والا ہو کسی طبقہ سے اس کا تعلق ہو، ایک چیز جو بلا تفریق ہر انسان میں پائی جاتی ہے وہ ہے فطرت اور فطری تقاضے، جس کا پہلا قدم، ضرورت مذہب ہے۔ اس کو کئی ناموں سے یاد کیا جاتا ہے مذہب درحقیقت انسانی کامیاب زندگی کے لائحہ عمل کا نام ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ دین، یا دھرم یا مذہب، خدا ساختہ ہے یا خود ساختہ مسئلہ کی وضاحت لفظوں سے واضح ہے:

آج کی ترقی یافتہ دنیا میں، نظریہ وعقیدہ کی جنگ ہے اب جنگ اسلحوں کی کم، نظریات وعقائد کی زیادہ ہے، اس جنگ میں ہر شخص اپنے حریف پر اپنے عقائد کی تبیین نہیں تحمیل چاہتا ہے، لیکن عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اگر آپ کے نظریات صحیح اور معقول ہیں تو اس کو دلیل وبرہان کے ذریعہ پیش کریں نہ کہ سر تھوپیں...

اور یہ حقیقت ہے کہ حق کا جادو ہمیشہ سر چڑھ کر بولتا ہے کہا جاتا ہے کہ

''انسان کے عمل میں اس کا عقیدہ دخیل ہوتا ہے''۔ اگر انسان کا عقیدہ اس کے جذبات اور احساسات وذہنی اپج کی بنا پر ہے تو اس کے اعمال کا رنگ ڈھنگ دوسرا ہوگا، لیکن اگر اس کے عقائد آسمانی تائیدات کے تحت ہوں گے تو اس کے اعمال ورفتار وکردار میں الٰہی رنگ جلوہ نما ہوگا، اس دور میں تو ہر شخص یہ کہہ کر اپنا قد اونچا کرنا چاہتا ہے کہ ''صاحب! ہم تو کتاب، حدیث اور مجتہد کچھ نہیں جانتے ہمارا عقیدہ یہ کہتا ہے!!'' ''ایسا ہے جناب، میں روایت وتاریخ کی بات نہیں جانتا، میری نظر میں اور میرے عقیدہ کے حساب سے تو یوں ہے!!''۔

ظاہری بات ہے جہاں الٰہی نظام میں، میں، ہم، کا دخل ہو جائے گا وہاں للّٰہیت کتنی باقی رہے گی اس کا فیصلہ تو صاحبان عقل ہی کر سکتے ہیں، ضروری ہے کہ دین میں ''میں اور ہم'' نہ آئے اور خالص رہے، تو خالص دین کہاں تلاش کریں؟۔

خالص دین، انبیاء ومرسلین واوصیاء الٰہی سے لیں، خدا نے اپنے دین اسلام کو صاحبان کتاب وشریعت رسولوں کے ذریعہ ہم تک پہنچایا ہے اماموں نے اس کو بچایا، اور اس کی مکمل تشریح وتفسیر کی ہے، اور زمانہ غیبت میں، علماء کرام نہایت ہی جانفشانی سے اس کو نسلاً بعد نسلٍ منتقل کرتے رہے ہیں، خدا ان کی ارواح طیبہ پر نزول رحمت فرمائے آمین۔

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کو حجۃ الاسلام والمسلمین جناب اصغر قائمی استاد حوزہ علمیہ قم نے مرتب فرمایا ہے جس کا نام (اصول عقائد ہے) ہم

نے بھی اس کا اردو ترجمہ ''اصول عقائد'' ہی کیا ہے۔

عقائد کے عنوان سے سر دست متعدد علماء کی کتابیں موجود و مقبول ہیں لیکن جو بات اس کتاب کو دیگر کتب سے ممتاز کر دیتی ہے وہ اس کی سلاست و عام فہم دلیل اور طرز بیان ہے، جس کو ہر طبقہ اور ہر فکر کا انسان پڑھ اور سمجھ سکتا ہے۔

اس کتاب میں نہ ہی پیچیدہ فلسفی اصطلاحیں استعمال کی گئیں ہیں اور نہ ہی بے جا غرب اور غرب زدہ افراد کے نظریات کا کھوکھلا سہارا لے کر خود کو بہت ہی روشن فکر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ عقیدہ، معاد، برزخ، حقیقت روح، جیسے پیچیدہ مسائل کو نہایت ہی خوش اسلوبی سے دلیلوں کے ساتھ پیش کیا ہے۔ نیز اختلافی عقائد کو بہت برملا بیان کیا ہے اس کی افادیت کا علم تو اس کے مطالعہ کے بعد ہی ہوگا۔

میں عزیز القلب حجۃ الاسلام والمسلمین جناب مولانا سید مظہر علی رضوی کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں کہ جنہوں نے میری عدیم الفرصتی کے سبب اس کتاب کے ترجمہ میں مدد کی، خدا ان کے قلم و زبان میں استحکام اور اثر پیدا کرے تا کہ دین آل محمدؐ کے مدافع و وکیل بن سکیں، آمین۔

صاحبان علم و ادب سے مفید مشوروں کا متمنی

خاکپائے اولاد زہرا

سید مبین حیدر رضوی (پپروی)

پہلا سبق

اعتقادی مباحث کی اہمیت

علم عقائد

ہر علم کی اہمیت اور قدر و قیمت کا دار و مدار اس کے موضوع پہ ہوتا ہے اور تمام علوم کے درمیان علم عقائد کا موضوع سب سے بہتر اور بیش قیمت ہے۔

ہر انسان کی جملہ مادی و معنوی افکار و افعال کی بنیاد دراصل اس کے عقائد ہیں ، اگر وہ صحیح و سالم، قوی اور بے عیب ہوں تو اس کے اعمال و افکار اور مختلف نظریات بھی صحیح اور شائستہ ہوں گے، اسی بنیاد پر فروع دین (جو کہ اسلام کے عملی احکام ہیں) کی جانب ہر انسان کی کمی وکیفی توجہ اس بات پر موقوف ہوتی ہے کہ اصول دین کے سلسلہ میں اس کا عقیدہ کس معیار پر کھرا اترتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اعتقادی مسائل میں خداشناسی (معرفت خدا) کا ایک خاص مقام ہے کیونکہ ایک موحد انسان کے تمام عقائد اور دنیا پر طرز نگاہ کی اصل بنیاد اور نقطۂ مرکزی اس کی خداشناسی ہے!

قال الصادق علیه السلام: لو یعلم الناس ما فی فضل معرفة

اللّٰـه ما مـدوا أعينهم الیٰ ما متع به الأعداء من زهرة الحياة الدنيا و نعيمها و كا نت دنياهم ،أقل عندهم مما يطئونه بأرجلهم (۱)

اگر لوگ معرفت خدا کی حقیقت سے آگاہ ہوجاتے تو دنیا جس سے دشمنان خدا نے زیادہ استفادہ کیا ہے اس کی رنگینیوں کی جانب کبھی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے اور دنیا ان کی نگاہوں میں پیروں سے روندی ہوئی خاک سے بھی زیادہ کم قیمت ہوتی۔

اس چھوٹے سے مقدمہ کے بعد اصول عقائد کی بحث، خاص طور توحید الٰہی کی اہمیت بالکل روشن اور واضح ہوجاتی ہے، لیکن اس سے پہلے کہ توحید کی بحث شروع کی جائے بہتر یہ ہوگا کہ دین پر اعتقاد رکھنے کے جو فوائد اور نتائج ہیں ان کو بیان کر دیا جائے۔

دینی عقیدے کے آثار

۱۔ دین، زندگی کو وزنی بناتا ہے، اگر دین کو زندگی سے جدا کرلیں تو کھوکھلا پن اور حیرانی کے سوا کچھ بھی نہیں رہ جائے گا۔

۲۔ دین حیرت و استعجاب کو دور کرتا ہے یعنی اس حیرانی کو دور کرتا ہے کہ کہاں تھے؟ کہاں ہیں؟ کس لئے ہیں اور کہاں جائیں گے؟

مولا امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: ”رحـم اللّٰه امرء علم من أين وفي أين و الی أين“ خدا رحمت نازل کرے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ کہاں سے آیا ہے، کہاں ہے اور کہاں جانا ہے!

(۱) وافی جلد ۱۰، ص ۴۲

۳۔ انسان ذاتی طور پر ترقی اور کمال کا تشنہ اور اس کا فدائی ہوتا ہے اور صرف دین وہ شیٔ ہے جو انسان کو حقیقی کمال کی جانب ہدایت کرسکتا ہے۔

امام باقرؑ فرماتے ہیں: ''الکمال کل الکمال التفقه فی الدین والصبر علی النائبة و تقدیر المعیشة'' تمام کے تمام کمالات کا خلاصہ دین میں بصیرت، مشکلات میں صبر اور زندگی میں میانہ روی اختیار کرنا ہے۔(۱)

۴۔ فکری سکون صرف آغوش دین میں ہے، بے دین ہمیشہ مضطرب خائف اور پریشان رہتا ہے، اگر دنیا کی فیصدی آبادی کو ملاحظہ کیا جائے تو ذہنی اور اعصابی نیز نفسانی بیماریاں ان معاشروں میں زیادہ ہیں جہاں دین نام کی کسی چیز کا وجود نہیں ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿الَّذِینَ آمَنُوا ولم یَلبسُوا ایمانهم بظلمٍ أُولٰئِکَ لَهُم الأمنُ وَ هُم مُهتَدُونَ﴾(۲)

''جو لوگ ایمان لائے اور ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا وہ وہی لوگ ہیں جن کے لئے امن وسکون ہے اور وہ سالکین راہ ہدایت ہیں''۔

۵۔ کوشش اور امید صرف دامن دین میں ہے جب بھی حوادث روزگار اور زندگی کے پیچیدہ مسائل انسان کی زندگی میں سر اٹھاتے ہیں اور اس کو تمام راہیں مسدود نظر آتی ہیں اور وہ ان مشکلات کے سامنے اپنے آپ کو بے بس، مجبور و کمزور محسوس کرتا ہے تو ایسے وقت میں صرف مبداء و معاد، توحید و قیامت پر ایمان ہی وہ

---

(۱) منتھی الامال، کلمات امام باقر (۲) انعام آیہ: ۸۲

مرکز ہے جو بے تکان اس کی مدد کو دوڑتا ہے اور اس کو قوت عطا کرتا ہے، ایسے وقت میں وہ اپنے آپ کو تنہا محسوس نہیں کرتا بلکہ اس بات کا احساس کرتا ہے کہ ایک بہت بڑی طاقت اس کی پشت پناہی کر رہی ہے۔

پھر امید اور حوصلہ کے ساتھ اپنی محنت اور کوشش کو جاری رکھتا ہے اور سختیوں کا گلا گھونٹ دیتا ہے لہٰذا توحید اور قیامت پر ایمان رکھنا انسان کے لئے پشت پناہ نیز استقامت و جواں مردی کا سرچشمہ ہے۔

نبی اکرمؐ فرماتے ہیں: ''المُؤمنُ کالجبلِ الراسخِ لا تحرّکه العواصف''

''مومن اس پہاڑ کی مانند ہے جس کو آندھیاں ہلا بھی نہیں سکتی ہیں''

دین کے فوائد کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام کے چند اقوال:

۱۔الدین أقویٰ عماد ''دین سب سے مستحکم پایگاہ ہے''۔

۲ ۔صيانة المرء علی قدر ديانته ''انسان کی حفاظت اس کی دیانت داری کی مطابق ہوتی ہے''۔

۳۔الدین أفضل مطلوب ''دین بہترین مطلوب و مقصود ہے''۔

۴ ۔اجعل دینک کهفک ''دین کو اپنی پناہ گاہ قرار دو''۔

۵۔الدین یصدّ عن المحارم ''انسان کو گناہوں سے بچائے رکھتا ہے''۔

۶ ۔سبب الورع صحة الدین دین کی سلامتی پرہیزگاری کا سبب ہے۔

۷.یسیر الدّین خیر من کثیر الدنیا "تھوڑا سا دین بہت ساری دنیا سے بہتر ہے"۔

۸.من رزق الدّین فقد رزق خیر الدنیا و الاخرة "جو کوئی بھی دیندار ہو گیا گویا خیر دنیا و آخرت اس کو عطا کر دی گئی"۔

۹۔الدّین نور "دین نور ہے"۔

۱۰.نعم القرین الدّین "بہترین ساتھی اور دوست دین ہے"۔(۱)

دین اور معاشرتی عدالت کی حفاظت

کسی نے امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا کہ خدا، رسول اور امام پر ایمان لانے کا فلسفہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: لعلل کثیرة منھا ان من لم یقرّ باللّٰہ عزّو جلّ لم یجتنب معاصیہ ولم ینتہ عن ارتکاب الکبائر ولم یراقب أحداً فیما یشتھی و یستلذّ مِن الفساد والظلم(۲)

"ممکن ہے اس کی بہت ساری علتیں ہوں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص خدا پر ایمان نہیں رکھتا وہ گناہوں سے پرہیز نہیں کرتا.اور گناہان کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے اور وہ فساد و ظلم جو اس کے لئے باعث لذت ہے اس کو انجام دینے میں کسی بات کی پرواہ نہیں کرتا"۔

یہ بالکل عام سی بات ہے کہ جو شخص خدا و قیامت پر یقین نہیں رکھتا اسی کے

(۱)تمام احادیث،غرر و درر جلد ۷،باب دین،(۲)میزان الحکمۃ،باب معرفت۔

لئے عدالت مساوات، ایثار، عفوودرگذشت بلکہ تمام اخلاقی مسائل بالکل کھوکھلے بے معنی اور بے قیمت ہیں۔

اور ایسے شخص کی نظر میں عادل، ظالم، صالح اور مجرم کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اس کی نظر میں مرنے کے بعد سب ایک مساوی نقطہ پر پہنچیں گے۔

لہٰذا پھر کونسی ایسی چیز ہے جو اس انسان کو فتنہ وفساد اور ہوس رانی سے روک سکے۔

نتیجۂ خدا اور قیامت پر ایمان اس بات کا باعث ہوتا ہے کہ انسان اپنے ہر فعل پر خود کو خدا کے سامنے جواب دہ وذمہ دار قرار دے۔

ایک متدین انسان اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ اس کا معمولی سا عمل چاہے نیک ہو یا بد اس کا حساب ضرور ہوگا۔

﴿فَمَنْ یَعمل مِثقالَ ذَرَّةٍ خَیراً یَرَهُ وَمَنْ یَعمل مِثقالَ ذَرَّةٍ شَرّاً یَــرَهُ﴾(۱) "جو کوئی بھی ذرہ برابر نیک عمل کرے گا اس کو (روز محشر) دیکھے گا اور جو ذرہ برابر برا عمل انجام دے گا اس کو (روز محشر) دیکھے گا"۔

بیشمار مسلمان دین کے والا مقام تک کیوں نہیں پہونچ سکے؟

گذشتہ بحثوں میں دین پر اعتقاد رکھنے کے جو نتائج وفوائد بیان کئے گئے ہیں ان کی روشنی میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر دین زندگی کو قیمتی اور بھاری بھرکم بناتا

---

(۱) سورہ زلزال ۷۔۸

انسان کو حیرانی و سرگردانی سے نکالتا نیز انسان کے لئے کمال وسعادت کا باعث ہوتا اور اگر دین سکون قلب کا سبب اور قوم وملت میں عدل وانصاف کے پھیلنے کا باعث ہوتا تو مسلمانوں کی اکثریت ان مقامات کو کیوں نہ پا سکی؟ اس سوال کا جواب امیر المومنینؑ کے کلام کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

قال علیٌّ "الإیمانُ إقرار باللسان ومعرفة بالقلبِ و عمل بالجوارح"

"ایمان زبان سے اقرار، دل سے معرفت اور اعضاء و جوارح سے عمل کرنے کا نام ہے"۔ اور یہ بات بالکل روز روشن کی مانند واضح ہے کہ مسلمانوں کی اکثر تعداد پہلے مرحلہ سے آگے نہ بڑھ سکی"۔(۱)

نتیجہ یہ ہوا کہ معرفت وعمل کے بغیر صرف زبانی ایمان کا کوئی اثر اور فائدہ نہیں ہوا۔

قال الصادق علیه السلام : لا معرفة الاّ بالعمل فَمَنْ عرف دلته المعرفة علیٰ العمل و من لم یعمل فلا معرفة له(۲)

"معرفت، عمل کے سوا کچھ بھی نہیں اور جس نے بھی معرفت حاصل کی معرفت نے اس کو عمل کی راہ پر گامزن کر دیا لہٰذا جو شخص باعمل نہیں وہ بامعرفت بھی نہیں"۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس نورانی قول کی روشنی میں یہ بات ثابت

---

(۱) بحار الانوار جلد ۶۹ ص ۶۸ (۲) اول کافی، باب جو نادانستہ عمل کرے (حدیث دوم)

ہو جاتی ہے کہ ایمان کے آثار و فوائد اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب ایمان دل کی تہوں میں اتر جائے اور دل کے توسط سے اعضاء و جوارح کے ذریعہ عمل ظہور پذیر ہو جائے۔

سوالات

۱۔ اصول دین میں بحث کیوں اہمیت رکھتی ہے؟

۲۔ دین پر اعتقاد رکھنے کے آثار خلاصہ کے طور پر بیان کیجئے؟

۳۔ خدا اور رسول و امام پر عقیدہ رکھنے کا فلسفہ کیا ہے؟

۴۔ مذہبی معاشرہ، دین کے فوائد اور اس کے آثار سے کیوں بہرہ مند نہیں ہو سکا؟

دوسرا سبق

توحید فطری

فطرت کے لغوی معنی سرشت وطبیعت سے عبارت ہے اور اصطلاح میں ہر انسان کے معنوی جذبہ اور خواہش کو فطرت کہا جاتا ہے، انسان کے اندر دو طرح کے خواہشات پائے جاتے ہیں۔

ا۔ مادی خواہشات: جو مادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے انسانی وجود میں پوشیدہ ہوتی ہیں. جیسے حب ذات، بھوک، پیاس، خوف، امید وغیرہ۔

۲۔ معنوی خواہشات: جیسے ترقی، دوستی، ایثار وقربانی، احسان وشفقت اور اخلاقی ضمیر، یہ خواہشات انسانی وجود میں اس لئے رکھی گئی ہیں تا کہ وہ حیوانیت کے حدود سے نکل کر واقعی اور حقیقی کمالات تک پہونچ سکے۔

فطرت یا معنوی خواہشات

معنوی خواہشات یا فطرت اسے کہتے ہیں کہ جس کو انسان خود بخود پالیتا ہے اور اس کو سیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی فطرت، معرفت وشناخت کے سرچشموں میں سے ایک سرچشمہ ہے، کبھی اس سرچشمہ شناخت کو قلب سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے

اور عقل جو کہ تفکر و ادراکات نظری کا مرکز ہے اس سے بہت جدا ہے اور یہ سب کے سب انسانی روح کے ایک ہی درخت کے پھل اور اس کی شاخیں ہیں یہ معنوی معرفت ہر انسان کے اندر موجود ہے۔

البتہ کبھی کبھی سیاہ پردے بیچ میں حائل ہو جاتے ہیں اور یہ فطرت آشکار نہیں ہو پاتی. انبیاء کی بعثت نیز اماموں کا سلسلہ انہیں پردوں کو ہٹانے اور فطرت الٰہی کے رشد کے لئے تھا انسان فطرت توحید کے ساتھ دنیا میں آتا ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿فَأَقِم وَجهکَ للدِّین حَنِیفًا فِطرَتَ اللّٰهِ التِی فَطرَ النَّاسَ عَلَیها لا تَبدِیلَ لِخَلقِ اللّٰه ذٰلکَ الدِّینُ القَیِّمُ ولٰکنَّ أکثَرَ النَّاسِ لا یَعلَمُونَ﴾(۱) "آپ اپنے رخ کو دین کی طرف رکھیں اور باطل سے کنارہ کش رہیں کہ یہ دین فطرت الٰہی ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور خلقت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی، یقیناً یہی سیدھا اور مستحکم دین ہے مگر لوگوں کی اکثریت اس بات سے بالکل بے خبر ہے"۔

فطرت، روایات کی روشنی میں

قال رسول اللّٰہؐ: "کُلُّ مولودٍ یُولَدُ علیٰ الفِطرةِ حتیٰ یکون أبواه یهوّدانه أو ینصّرانه"(۲) ہر بچہ فطرت (توحید و اسلام) پر پیدا ہوتا ہے مگر یہ کہ اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا عیسائی بنا دیتے ہیں۔

(۱) سورہ روم آیت: ۳۰ (۲) بحار الانوار جلد ۳، ص ۲۸۱

عن زرارہ سالت ابا عبد اللّٰہِ علیہ السلام عن قول اللّٰہ عزّوجلّ فطرۃُ اللّٰہِ التی فطر النّاس علیھا قال : فطرھم جمیعاً علیٰ التوحید (۱)

جناب زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے خدا کے اس قول (فطرۃ اللہ) کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: کہ خدا نے سب کو فطرت توحید پر پیدا کیا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آیت کریمہ میں فطرت سے کیا مراد ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا: اسلام مراد ہے کیونکہ خدا نے جب انسانوں سے توحید اور معرفت خدا کا عہد لیا تھا اسی وقت ضرورت دین کو بھی ان کے وجود میں جاگزیں کر دیا تھا (۲) عن علیّ ابن موسی الرّضا صلوات اللّٰہ علیہ عن أبیہ عن جدہ محمّد بن علیّ بن الحسین علیھم السلام فی قولہ .فطرۃ اللّٰہ التي فطر النّاس علیھا :قال ھو لاألہ اِلّا اللّٰہ مُحمّد رسول اللّٰہ علیّ امیرالمومنین علیہ السلام الیٰ ھٰھنا التوحید (۳)

امام رضا علیہ السلام اپنے والد بزرگوار سے انہوں نے اپنے جد امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا (فطرۃ اللہ) کے معنی لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ .

---

(۱) بحارالانوار جلد ۳، ص ۲۷۸ (۲) بحارالانوار جلد ۳، ص ۲۷۸ (۳) بحارالانوار جلد ۳، ص ۲۷۷

علی امیر المومنین علیہ السلام ہیں یعنی خدا کی وحدانیت کے اقرار میں رسالت محمدی کا یقین اور ولایت امیر المومنین کا اقرار بھی شامل ہے۔

ابو بصیر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ ﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا﴾ سے مراد ولایت ہے۔(۱) حقیقت امر یہ ہے کہ ہر انسان اپنے آپ میں ایک پیدا کرنے والے کا احساس کرتا ہے اور یہ وہ کیفیت ہے جس کو خدا نے انسانوں کی سرشت وفطرت میں ودیعت کر دیا ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو غیر مسلم دانشوروں نے بھی قبول کیا ہے جن کے چند نمونوں کی جانب ہم اشارہ کریں گے

مذہبی فطرت اور دانشوروں کے نظریات!

بغیر کسی استثنا کے عقیدہ اور مذہب سب میں پایا جاتا ہے اور میں اس کو پیدائشی مذہبی احساس کا نام دیتا ہوں، اس مذہب میں انسان آرزوں اور مقاصد کے کم ہونے اور عظمت وجلال جو ان امور کے ماوراء اور مخلوقات میں پوشیدہ ہوتے ہیں انکا احساس کرتا ہے۔(۲)

"انسٹن"

"دل کے پاس کچھ ایسی دلیلیں ہیں کہ جہاں تک عقل کی رسائی نہیں ہے"(۳)

"پاسکال"

میں بالکل کھلے دل سے اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ مذہبی زندگی کا سرچشمہ دل ہے۔(۴)

"ولیم جیمز"

---

(۱) بحار الانوار جلد ۳، ص ۲۷۷ (۲) دنیای کہ من می بینم ص ۵۳ (۳) سیر حکمت در اروپا ص ۱۴۲ (۴) سیر حکمت در اروپا ص ۳۲۱

ہمارے اسلاف نے بارگاہ خداوندی میں اس وقت سر کو جھکا دیا تھا جب وہ خدا کو کوئی نام بھی نہ دے سکے تھے۔(۱) "ماکس مولر"

جو حقیقت کھل کر ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ عرفانی احساس ایک ایسی لہر ہے جو ہماری فطرتوں کے تہہ سے اٹھتی ہے اور در حقیقت وہی اصل فطرت ہے جس طرح انسان پانی اور آکسیجن کا محتاج ہے اسی طرح خدا کی ضرورت بھی ہے۔(۲)

"الکسس کارل"

انسان اس بات کا احساس کرتا ہے کہ اسے آب ودانہ کی ضرورت ہے اسی طرح ہماری روح کو بھی بہترین روحانی غذاؤں کی ضرورت ہے۔ اسی احساس کا نام ہے دین، جس کی جانب پہلے ہی انسان کی ہدایت کردی گئی تھی، گویا یہ کہ اگر دنیا کی وحشی ترین قوم سے ایک بچہ کو لے لیں اور اس کو آزاد چھوڑ دیں کہ وہ جیسے چاہے ویسے زندگی گزارے اور اس کو کسی بھی دین سے آشنا نہ کرائیں وہ جس وقت بڑا ہوگا اور جس قدر اس کا شعور و ادراک کامل ہوگا ہم اس بات کو محسوس کریں گے کہ وہ کسی گمشدہ شئی کی تلاش میں ہے اور ہر دم اور ہمیشہ اصل فطرت وسرشت کی بنا پر ادھر ادھر ہاتھ پیر مارے گا تا کہ اپنے دماغ میں کسی چیز کا تصور کر سکے اور ہم اس کی اس تگ و دو اور فکر کو دین کہتے ہیں۔ "سقراط حکیم"

امیدوں کا ٹوٹنا اور ظہور فطرت

ہر انسان اضطراب اور غیر خدا سے قطع تعلقات کے وقت اللہ سے لو لگاتا

(۱) مقدمہ نیایش ص ۳۱ (۲) نیایش ص ۲۳، ۱۶

ہے اور فطرتاً اپنے کو اس بے نیاز کا محتاج محسوس کرتا ہے۔ اگر ہر وقت یہی کیفیت برقرار رہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا اس کے معبود سے ناتہ ٹوٹا نہیں ہے(۱)

امیر المومنین علیہ السلام کلمہ (اللہ) کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ ا..هو الّذی یتأله الیه عند الحوائج و الشّدائد کل مخلوق عند انقطاع الرجاء من جمیع من هو دونه وتقطع الاسباب من کل من سواه (۲) خدا اس ذات کا نام ہے کہ سختی اور حاجات کے وقت جب دنیا کی ہر مخلوق کے ناتے ٹوٹ جاتے ہیں اور امیدیں غیر خدا سے منقطع ہو جاتی ہیں تو اس کی پناہ میں آتے ہیں۔

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا یا بن رسول اللہ! خدا کی معرفت عطا کریں کیونکہ اہل مجادلہ (بحث کرنے والوں) نے ہم سے بہت ساری باتیں کی ہیں اور ہمیں پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ: کیا تم کبھی کشتی پر سوار ہوئے ہو؟ اس نے کہا ہاں۔

آپ نے فرمایا: کیا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تمہاری کشتی بھنور میں پھنس گئی ہو اور اس وقت نہ کوئی دوسری کشتی اور نہ ہی کوئی شناگر (تیراک) ہو جو تم کو نجات دے سکے. اس نے عرض کی جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: کیا اس وقت تم نے اس بات کا احساس نہیں کیا کہ اب بھی کوئی ایسی طاقت ہے جو تم کو اس خطرناک موجوں سے نجات دلا سکتی ہے. اس نے

(۱) آیات قرآن بہ ترتیب ۱۲،۸، ۶۵، ۳۳، ۳۲، سورہ، یونس، زمر، عنکبوت، روم، لقمان، (۲) میزان الحکمۃ ج ا، ص ۸۲ے باب صانع

کہا: ہاں ۔آپ نے فرمایا: وہی خدا ہے جو تم کو اس جگہ نجات دے سکتا ہے جس جگہ کوئی نجات دینے والا نہیں اور نہ ہی کوئی فریادرس ہے (۱)

گویا یہ خداشناسی کی فطرت وجود انسان کے بنیادی سرمایہ میں سے ہے جو کہ آئین ساز حقیقت کی رہنمائی کرتی ہے۔ مگر بسا اوقات دنیا سے بہت زیادہ وابستگی فاسد ماحول بلکہ ایک لفظ میں یوں کہا جائے کہ گناہ، فطرت کی حقیقت نمائی سے روک دیتا ہے اور صاف وشفاف آئینہ کو دھندلا اور غبار آلود کر دیتا ہے۔

﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاؤُا السُّوَایٰ أَن كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللّهِ وَكَانُوا بِهَا يَستَهزِؤُنَ﴾ (۲) جن افراد نے بہت زیادہ گناہ کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے آیات الٰہی کو جھٹلایا اور مسخرہ بنایا۔

(۱) بحارالانوار ج ۳، ص ۴۱، (۲) سورۂ روم/۱۰۔

سوالات

۱۔لغت اوراصطلاح میں فطرت کے کیا معنی ہیں؟

۲۔آیت میں ﴿فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیھا﴾ آیا ہے اس سے مراد کیا ہے؟

۳۔سقراط نے فطرت توحیدی کے بارے میں کیا کہا ہے؟

۴۔امام جعفر صادقؑ نے اس کو کیا جواب دیا جو خدا کی معرفت چاہتا تھا؟

تیسرا سبق

وجود انسان میں خدا کی نشانیاں

﴿سَنُرِیهِم آیاتِنَا فِي الآفاقِ وَ فِی أَنفُسِهِم حتیٰ یَتبیَّنَ لَهُم أَنَّهُ الحَقُّ﴾(۱) ہم اپنی نشانیوں کو دنیا میں اور انسان کے وجود میں لوگوں کو دکھلائیں گے تاکہ وہ جان لیں کہ خدا حق ہے۔

﴿وَفِی خَلقِکُم وَمَا یَبُثُّ مِن دَابَّةٍ آیاتٌ لقومٍ یُوقنُونَ﴾(۲) اور خود تمہاری خلقت میں بھی اور جن جانوروں کو وہ پیدا کرتا رہتا ہے، ان میں بھی صاحبان یقین کے لئے بہت ساری نشانیاں ہیں۔﴿وَمِن آیاتِهِ أَن خَلَقَکُم مِّن تُرابٍ ثُمَّ إِذا أَنتُم بَشَرٌ تَنتَشِرُونَ﴾(۳) اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہیں خاک سے پیدا کیا اور انسان بنایا پھر تم زمین پر پھیل گئے۔

جب کہ دنیا کے چوٹی کے دانشور اور مفکرین، مختلف النوع اشیاء کا مختلف انداز میں معائنہ کر رہے ہیں لیکن خود وجود انسان ایک ناشناختہ وجود بنا ہوا ہے اور برسوں درکار ہیں اس بات کے لئے کہ دنیا کے دانشور حضرات دنیا کے اس سب سے بڑے معمہ کی گتھی کو سلجھا سکیں اور اسکے زاویے کو آشکار کر سکیں اور شاید یہ حل نہ ہونے والی پہیلی ہے۔

---

(۱) سورہ فصلت آیہ: ۵۳ (۲) سورہ جاثیہ آیہ: ۴ (۳) سورہ روم آیہ: ۲۰

انسان کا جسم

اصحاب امام صادق علیہ السلام میں سے ایک کہتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکم (امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد) سے پوچھا کہ اگر کوئی مجھ سے یہ سوال کرلے کہ تم نے خدا کو کیسے پہچانا تو اس کا کیا جواب ہوگا؟ ہشام کہتے ہیں ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ خدا کو ہم نے اپنی ہی ذات کے ذریعہ پہچانا اس لئے کہ وہ تمام چیزوں میں سب سے زیادہ نزدیک ہے، میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ میرے جسم کی اتنی عظیم عمارت مختلف اجزاء پر مشتمل ہے اور ہر کوئی اپنے مخصوص انداز و مقام پر رواں دواں ہے ان اجزاء کا نظم وضبط اس بات کا غماز ہے کہ ان کا خالق بہت ہی متین اور دقیق ہے۔ اور (یہ جسم) مختلف اقسام کے رنگ وروغن سے آراستہ ہے، میں اس بات کا قطعی مشاہدہ کر رہا ہوں کہ میرے مختلف النوع حواس، طرح طرح کے اعضاء وجوارح جیسے آنکھ کان، شامہ، ذائقہ، لامسہ، خلق کیے، اور تمام عقلاء کی عقل اس بات کو محال جانتی ہے کہ ایک منظم پروگرام کسی ناظم کے بغیر یا کوئی اچھوتی اور نفیس تصویر کسی ماہر نقاش کے بغیر وجود میں آجائے لہٰذا میں نے اس سے اس بات کا پتہ لگایا کہ میرے جسم کا نظام میرے بدن کی نقاشی اس قانون سے مستثنیٰ (جدا) نہیں ہے بلکہ کسی خالق کی محتاج ہے۔(۱)

ایک شخص نے امام رضا علیہ السلام سے وجود خدا پر دلیل طلب کی تو آپ نے فرمایا:

---

(۱) بحار الانوار ج ۳، ص ۵۰

”علمتُ انّ لهذا البنيان بانياً فاقررتُ به“

میں نے اپنے وجود ہستی پر نظر کی تو اس بات کا انکشاف کیا کہ کوئی اس کا خالق ہے لہٰذا میں نے اس کے وجود کا اقرار کرلیا۔(۱)

صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں: مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو یہ تصور کرتا ہے کہ خدا بندوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے جبکہ اس کی خلقت کے آثار خود اپنے آپ میں دیکھتا ہے اور وہ ایسے آثار ہیں جو عقلوں کو مبہوت اور غلط افکار کو باطل کردیتے ہیں۔

میرے جان کی قسم! اگر نظام خلقت میں غور کرلیتے تو یقیناً خالق کائنات کی جانب مدلل ثبوتوں کے ذریعہ پہنچ جاتے۔(۲)

جسم انسان ایک پراسرار عمارت

دانشور و مفکرین حضرات نے خصوصیات انسان کو جاننے کے لئے کچھ علوم کی بنیاد رکھی ہے اور اس کے توسط سے کچھ رازوں کو جان سکے ہیں۔

کیونکہ انسان کے اعضاء میں سے ہر عضو اسرار توحید کی ایک دنیا چھپائے ہوئے ہے، ان اسرار کو حسب ذیل امور میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔

ا۔جسم انسان کے پراسرار انگ: انسان کا بدن ایک عمارت کی مانند مختلف خلیوں سے مل کر بنتا ہے جس کا ہر ایک خلیہ مستقل زندہ وجود ہے اور دیگر جاندار کی طرح ہضم، جذب، دفع، اور تولید مثل رکھتا ہے انسان کے جسم میں معمولاً وہ خلیہ جو

---

(۱) اصول کافی کتاب التوحید۔باب: احدیث۔۳ (۲) بحار الانوار ج ۳، ص ۱۵۲

مستقل دل کی مدد سے خون کے سہارے غذا حاصل کرتے ہیں. کروروں کی تعداد میں ہیں ان میں سے ہر ایک خلیہ خاص انداز میں مرتب اور کارفرما ہیں۔ کبھی گوشت کی صورت میں کبھی پوست کی شکل میں کبھی دانت کے مثانے کبھی اشک چشم کی صورت میں متشکل ہوتے ہیں، یہ بالکل سامنے کی بات ہے کہ ان میں سے ہر ایک خاص غذا کا محتاج ہوتا ہے جو خون کے ذریعہ دل کے فرمان کے تحت ان تک پہنچایا جاتا ہے۔

۲۔ مرکز ہضم، جسم کے باورچی خانہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

۳۔ مرکز گردش خون، پورے بدن میں غذا رسانی کا کام کرتا ہے۔

۴۔ مرکز تنفس بدن انسانی میں تصفیۂ خون کا کام انجام دیتا ہے۔

۵۔ مرکز مغز و اعصاب تمام انسانی قوا کا فرمانروا ہے۔

۶۔ کان، آنکھ، ناک، یہ سب مغز کے مواصلاتی مراکز ہیں۔

۷۔ تمام اعضاء بدن مرکزی حیرت انگیز مشینری ہیں جو دانا اور توانا خالق کی جانب راہنمائی کرتی ہیں۔(۱)

تمام اعضاء بدن کی فعالیت اور ان کی فیزیکی نشو و نما کے بارے میں ہزاروں دانشوروں نے مطالعہ کر کے ہزاروں کتابیں لکھی ہیں، کیا کوئی بھی اس بات پر یقین کرے گا کہ ان اعضاء میں ہر ایک کی شناخت کے لئے اتنے عقول، ذکاوت و درایت کی ضرورت ہے لیکن اس کی تخلیق کے لئے کسی بھی علم و عقل کی قطعی ضرورت نہیں ہے!

---

(۱) راہ خدا شناسی۔ استاد سبحانی

یہ کیسے ممکن ہے کہ اعضاء انسانی کی فعالیت اور کیفیت کار کے لئے برسوں مطالعہ کی ضرورت ہے، مگر ان کی خلقت بے شعور عوامل کے توسط سے ہو جائے آخر دنیا کی کون سی عقل اس بات کو قبول کرے گی؟۔

دماغ کی حیرت انگیز خلقت

جسم انسان کا اہم ترین اور دقیق ترین مرکز انسان کا دماغ ہے دماغ تمام قوائے بدن کا فرمانروا اور وجود انسان کے تمام اعصابی مراکز کا اصلی مرکز ہے، دماغ ضروری اطلاعات کی فراہمی، اعضاء کے احتیاجات نیز بدن تک اپنے تمام فرامین کے پہچانے کے لئے جسم کے تمام باریک اجزاء جو جسم بھر میں پھیلے ہوئے ہیں ان کا سہارا لیتا ہے اور ان اجزاء کو (سلسلۂ اعصاب) کہتے ہیں۔

انسان کی چھوٹی سی کھوپڑی میں اتنا عظیم الشان مرکز کس طرح فعالیت کرتا ہے، اگر اس جانب توجہ کریں تو ہم کو اس کائنات کے خالق کی عظمت وقدرت و حکمت کی جانب راہنمائی کرتا ہے۔

روح انسان مخلوقات عالم کی عجیب ترین شئ

وجود انسان کے ابعاد میں سے ایک روح ہے، روح کائنات کی عجیب ترین اور پر اسرار موجودات میں شمار ہوتی ہے جبکہ تمام چیزوں سے زیادہ ہم سے نزدیک ہے پھر بھی اس کی معرفت سے قاصر ہیں۔ ہر چند دانشمندوں نے اس کی شناخت کے لئے انتھک کوشش کر ڈالی ہے، مگر اب بھی روح کا اسرار آمیز وجود جوں

کاتوں ہے اوراس کے رخ سے رموز کے پردے ہٹائے نہیں جا سکے ہیں۔

قال اللہ: ﴿یَسئلُونَکَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِن أَمرِ رَبّی وَما أُوتِیتُم مِنَ العِلمِ اِلاّ قلیلاً﴾(۱) یہ تم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دو کہ روح فرمان الٰہی میں سے ہے اور تم کو تھوڑے سے علم کے سوا کچھ نہیں دیا گیا ہے یہ سربمہر جواب اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ روح کائنات کے موجودات میں سے نہایت ہی سرّی وجود ہے اوراس سے لاعلمی وعدم آگاہی کم تعجب کی بات نہیں ہے کہ اسرار روح سے آگاہ نہ ہوسکے۔

یہ عجوبہ قادر و متعال خدا کی عظیم نشانیوں میں سے ایک ہے۔

روح انسان کی سرگرمیاں

ہم بے شمار روحی اور فکری سرگرمیاں رکھتے ہیں چاہے خود آگاہ طور پر یا ناخود آگاہ طور پر، اور ہر ایک ان میں سے ایک مستقل موضوع بحث ہے نیز متعدد کتابوں میں اس کے بارے میں بحث ہو چکی ہے ان سرگرمیوں میں سے کچھ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تفکر: مجہولات کا حصول اور حل مشکلات۔

۲۔ تجدد: (نیا پن)۔ متعدد حاجات کو پورا کرنا، مختلف حوادث کا مقابلہ کرنا ایجادات وانکشافات۔

---

(۱) سورہ اسراء آیہ: ۸۵

۳۔حافظہ، ان معلومات کو محفوظ رکھنے کے لئے جو حس، تفکر کے ذریعہ انسان کو حاصل ہوئی ہے، پھر ان کی درجہ بندی و حفاظت اور وقت ضرورت ان کی یاد آوری۔

۴۔مسائل کا تجزیہ اوران کی تحلیل: حادثات کے علل و اسباب کو معلوم کرنے کے لئے مفاہیم ذہنی کو ایک دوسرے سے جدا کرنا پھر انہیں مرتب کرنا تا کہ حادثہ کے علل و اسباب کو بخوبی معلوم کیا جاسکے۔

۵۔تخیل: یعنی ذہنوں شکلوں کا ایجاد کرنا جو بسا اوقات خارج میں موجود نہیں ہوتیں اور وہ نئے مسائل کے سمجھنے کو مقدمہ ثابت ہوتی ہیں۔

۶۔قصد و ارادہ: امور کی انجام دہی، ان کو متوقف کرنا یا ان کو اتھل پتھل کرنا

۷۔محبت و دوستی ، دشمنی و نفرت: اور ان کے مانند دسیوں احساسات جو انسانی اعمال میں مثبت و منفی اثرات رکھتے ہیں۔(۱)

اپنی پہچان

خدا کی حکمت اور اس کی اہم ترین تدبیری نشانیوں میں سے ایک شیء خلقت انسان ہے اس کی شناخت، شناخت خداوند کا مقدمہ ہے۔

قال عليّ عليه السلام: مَن عرفَ نفسه فقد عرف ربّه(۲) ''جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے گویا خدا کو پہچان لیا''۔

قال أميرُ المومنينَ عليه السلام: عَجبتُ لِمن يجهل نفسه

(۱) پیام قرآن جلد۲، بحث روح (۲) غرر و درر۔باب معرفت

کیف یعرف ربّه (۱) ''میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جو خود اپنے آپ سے جاہل ہے وہ خدا کو کیسے پہچانے گا''۔

قال علی علیه السلام :مَن عرف نفسه فقد انتهیٰ الیٰ غایة کلّ معرفة و علم (۲) ''جس نے خدا کو پہچان لیا گویا اس نے ہر علم و دانش کو پالیا''۔

قال علیّ علیه السلام :معرفة النفس أنفع المعارف (۳)

''نفس کی پہچان بہترین معرفت ہے''۔

قال امیر المومنین علیه السلام : عجبت لمن ینشد ضالته و قد أضلّ نفسه فلا یطلبها (۴)

''میں حیران اس شخص پر جو کسی گمشدہ شیء کو تلاش کر رہا ہے جبکہ وہ خود کو گم کر بیٹھا ہے اور اس کو تلاش نہیں کر رہا ہے''۔

سوالات

۱۔معرفت نفس کے سلسلہ میں حضرت علیؑ کی ایک حدیث بیان کریں؟

۲۔شناخت خدا کے بارے میں ہشام کی کیا دلیل تھی؟

۳۔بطور خلاصہ بیان فرمائیں کہ جسم انسان کن چیزوں سے بنا ہے؟

۴۔روح کی سرگرمیوں کو بطور خلاصہ بیان کریں؟

---

(۱)(۲)(۳)(۴) غرر و درر۔باب معرفت

چوتھا سبق

آفاق میں خدا کی نشانیاں (فصل اول)

زمین:

﴿وَفِي الأرضِ آياتٌ لِلموقنينَ﴾(۱) زمین ہی اہل یقین کے لئے نشانیاں ہیں۔قرآن میں تقریباً اسی مقامات پر خلقت زمین کے سلسلہ میں بحث کی گئی ہےاور عشاق وفدائیان قران کوعظمت وخلقت زمین کی معرفت کی دعوت دی گئی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے مفضل کو مخاطب کر کے فرمایا :اس زمین کی خصوصیات پر غور کرو،اس کی خلقت کچھ یوں کی گئی ہے کہ مستحکم واستوار ہےاور مختلف النوع اشیاء کا مستقر وپناہ گاہ ہےاور تمام فرزندان آدم اپنی حاجات برآنے کیلئے اس پر تلاش وکوشش کرسکتے ہیں سکون وآرام کے وقت اس پر بیٹھ سکتے ہیں اورلذت خواب سے بہرہ امند بھی ہوسکتے ہیں..لہٰذا عبرت حاصل کرو اس وقت سے جب زلزلہ کے جھٹکے لگتے ہیں اور زمین کو قرار نہیں رہتا اور لوگ ناچار ہوکر گھروں کو چھوڑ کر فرار کی راہ لیتے ہیں (۲)

تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ یہ کشتی فضا ان تمام عظمتوں کے ہمراہ کروڑوں لوگوں کو اپنے دوش پر اٹھائے ہوئے نہایت ہی سرعت کے ساتھ ایک گھوارے کی

---

(۱)سورہ ذاریات آیہ:۲۰ (۲)بحار الانوار ج ۳،ص ۱۲۱

مانند متمکن و مستقر۔

علیؑ دعائے صباح میں فرماتے ہیں: یَا مَن أَرقَدَنِی فِی مِهاد أمنه و أمانه "اے وہ! جس نے امن و امان کے گہوارے میں لذت خواب عطا کیا" زمین کے بہترین حصہ دریاؤں اور سمندروں کی نذر ہو گئے اور ان میں ایسے ایسے عجائبات پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل کے لئے مستقل بحث کی ضرورت ہے، یا من فی البحار عجائبه، اے وہ ذات! جس کے عجائبات کے مظہر دریاؤں میں اٹے پڑے ہیں۔(۱)

مولائے متقیان کی دوسری مناجات میں آیا ہے: أنت الذي في السماءِ عظمتک و فی الأرضِ قُدرتک وفي البحار عجائبک (۲) تو خدا وہ ہے جس کی عظمت کے شاہکار آسمان میں، قدرت کے نمونے زمین میں اور حیرت انگیز تخلیقات دریاؤں میں بکھری پڑی ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے مفضل سے فرمایا: اگر تم خالق کی حکمتوں اور مخلوقات کی کم مائیگی علم کو جاننا چاہتے ہو تو پھر سمندروں کی مچھلیوں اور آبی جانوروں اور اصداف کو دیکھو یہ اتنی تعداد میں ہیں کہ ان کا محاسبہ نہیں کیا جا سکتا اور ان کی منفعت کا علم بشریت پر دھیرے دھیرے روشن ہوگا۔(۳)

چاند اور سورج

﴿قال اللّه تعالىٰ: ومِن آياتِهِ اللَّيلُ و النَّهارُ وَ الشَّمسُ

(۱) جوشن کبیر (۲) بحار الانوار ج ۹۷، ص ۹۷ (۳) بحار الانوار ج ۳، ص ۱۰۳

والقمرُ﴾(۱) اور خدا کی نشانیاں میں سے دن، رات، اور چاند وسورج ہیں۔

سورہ یونس میں ارشاد ہوا کہ وہ خدا ہے جس نے سورج کو چمک عطا کی اور چاند کو چاندنی سے نوازا اور ان کے مستقر کو معین کیا تا کہ برسوں اور صدیوں کے حساب کو جان سکو اور خدا نے ان سب کو بجز حق خلق نہیں کیا ہے۔ اور وہ اہل علم وفکر کے لئے اپنی نشانیوں کو بیان کرتا ہے۔

سورج اپنی تابنا کیوں کے ذریعہ صرف بستر موجودات کا ئنات ہی کو گرم اور منور نہیں کرتا، بلکہ حیوانات ونباتات کو حیات عطا کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ آج دنیا کے سامنے یہ حقیقت کھل کر آگئی ہے کہ کرۂ زمین کی تمام حرکات خورشید کی ضیاء باریوں کا صدقہ ہے، خورشید کا حجم دنیا کے حجم کے ۱۳ تیرہ لاکھ ہزار کے برابر بڑا ہے برج آسمانی میں سورج کا منظم حرکت کرنا اس کا دقیق طلوع وغروب کرنے کے علاوہ مختلف فصلوں کا تعین اور زمان کی تعیین انسانوں کی اجتماعی زندگی میں بہت ہی مفید اور بے حد معاون ہے۔

چاند ہر گھنٹہ میں تین ہزار چھ سو کیلومیٹر زمین کے اطراف میں اپنی مسافت طے کرتا ہے اور قمری مہینوں میں چاند کم وبیش ۲۹ روز کے اندر زمین کا مکمل چکر لگاتا ہے اور زمین کے ساتھ سال میں ایک بار سورج کا چکر لگاتا ہے چاند، سورج، ان میں سے ہر ایک کی گردش ایک خاص نہج پر ہے جس کو فکر بشر درک کرنے سے عاجز ہے، جو کچھ ہم درک کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ منظم ومرتب طریقہ سے گردش کرنا، زمان کی

(۱) سورہ فصلت آیہ: ۳۷

ترتیب اور شب و روز اور ماہ و سال کی پیدائش کا سبب ہے۔

امام صادقؑ نے مفضل سے روایت کردہ حدیث میں فرمایا: سورج کے طلوع اور غروب میں تدبر کرو خدا نے دن ورات کی حاکیت کو سورج کے حوالے سے معین کیا ہے اگر سورج طلوع نہ ہوتا تو نظام دنیا درہم برہم ہو جاتا، اگر اس کا نور نہ ہوتا تو حیات کائنات بے نور ہو جاتی، اور وہ غروب نہ ہوتا تو لوگوں کا چین حرام ہو جاتا کیونکہ روح و جسم کو آرام و سکون کی شدید ضرورت ہوتی ہے سورج کا نشیب و فراز میں جانا چار فصلوں کے وجود کا سبب ہے اور جو کچھ اس کے منافع و آثار ہیں، ان کے بارے میں غور و فکر کرو، چاند کے ذریعہ خدا کو پہچانو کیونکہ لوگ اسی کے مخصوص نظام کے ذریعہ مہینوں کو پہچانتے ہیں اور سال کے حساب کو مرتب کرتے ہیں، ذرا دیکھو تو سہی کہ کس طرح اندھیرے کے سینے کو چاک کر کے رات کو روشنی بخشتا ہے اور اس میں کتنے فوائد پوشیدہ ہیں۔(۱)

ستارے: قال اللہ: اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنيَا بِزِينَةِ الكَوَاكِبِ (۲) ہم نے دنیاوی آسمان کو ستاروں کی محفل سے سجایا ہے، مولائے کائنات فرماتے ہیں: آسمانوں میں بکھرے ہوئے ستارے زمینوں پر بسے ہوئے شہروں کے مانند ہیں اور ان میں سے ایک شہر دوسرے شہر سے نورانی ستون سے متصل ہیں۔(۳)

سوالات

۱۔ امام جعفر صادقؑ نے خلقت زمین کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟

۲۔ امام جعفر صادقؑ نے سورج کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟

---

(۱) بحار الانوار ج۵۵،ص۱۷۵ (۲) سورہ صافات آیہ ۶، (۳) بحار الانوار ج۵۵ ص۹۱

پانچواں سبق

آفاق میں خدا کی نشانیاں (فصل دوم)

آسمانوں کی خلقت میں غور و خوض

قال اللہ: ﴿إِنَّ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ (۱)

بے شک زمین و آسمان میں اہل ایمان کے لئے بے شمار نشانیاں ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (۲) بے شک زمین و آسمان کی مخلوق اور روز و شب کی آمد و رفت میں صاحبان عقل کے لئے نشانیاں ہیں۔ ﴿قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (۳) ان کے رسولوں نے کہا: کیا وجود خدا میں شک ہے جو زمین و آسمان کا خالق ہے؟

آل عمران کی آیت ۱۹۰ کی تفسیر کے سلسلے میں حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی اکرمؐ ایک تھوڑی سی استراحت کے بعد اٹھے وضو فرمایا اور مشغول نماز ہو گئے اور اتنا گریہ فرمایا کہ آپ کے لباس کا سامنے کا حصہ تر ہو گیا اس کے بعد سجدے میں جا کر

---

(۱) سورہ جاثیہ آیہ: ۳ (۲) سورہ آل عمران آیہ: ۱۹۰ (۳) سورہ ابراہیم آیہ: ۱۰

اتنا گریہ کیا کہ اشک سے زمین نم ہوگئی، اور گریہ وندبہ کی یہ کیفیت اذان صبح تک جاری رہی جب موذن رسول عربی بلال نے آپ کو نماز صبح کے لئے آواز دی تو کیا دیکھا کہ آپ کی آنکھیں گریاں کناں ہیں بلال نے پوچھ ہی لیا یارسول اللہ! گریہ کا سبب کیا ہے؟ جبکہ الطاف واکرام الٰہی آپ کے گرد حلقہ کیے ہوئے ہیں۔

آپ نے فرمایا: کہ کیا میں خدا کا شاکر بندہ نہ رہوں؟ اور گریہ کیوں نہ کروں؟ آج رات مجھ پر دل ہلا دینے والی آیات کا نزول ہوا ہے پھر مولا نے آل عمران کی مذکورہ آیت کے بعد کی چار آیتوں کی تلاوت فرمائی اور آخر میں فرمایا: "وَیلٌ لِمَن قرأها ولم یتفکر فیها" ویل (جہنم کا ایک کنواں) ہے اس شخص کے لئے جو اس آیت کو پڑھے اور اس میں تفکر وتدبر نہ کرے۔(۱)

فضا کا تحقیقی مطالعہ کرنے کے بعد دائرہ حیرت میں جو چیز وسعت کا سبب بنتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر گھٹا ٹوپ اندھیرا ہو اور آسمان پر چاند بھی نہ چمک رہا ہو ایسے میں آسمان کی جانب دیکھیں تو جو ایک طولانی علاقہ کمان کی مانند ایک افق سے دوسرے افق تک دکھائی دے رہا ہے وہ سیاہی زمین، میں ایک سفید نہر کے مانند دکھائی دے گا وہی کہکشاں ہے ہر کہکشاں میں بے شمار ستارے ہوتے ہیں ہماری کہکشاں کی مسافت ایک (جو کہ ہمارا شمسی نظام اس میں پایا جاتا ہے) ہزار نوری سال ہے، سورج جو کہ از حد سرعت کے ساتھ اس کہکشاں کا چکر لگا رہا ہے ڈھائی کروڑ سال میں اس کہکشاں کا مکمل چکر لگاتا ہے۔(۲)

---

(۱) پیام قرآن ج۲، ص۱۶۲ (متعدد تفاسیر کے حوالے سے) (۲) راہ تکامل ج۶، ص۱۰۳

آخری تحقیقات کے مطابق کم سے کم ایک کروڑ کہکشاں اس عالم میں ہیں اور صرف ہماری کہکشاں میں ایک ارب ستارے پائے جاتے ہیں۔(۱)

خداوند متعال کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی خلقت آسمان ہے جس کو قرآن نے نہایت ہی اہتمام سے بیان کیا ہے، اور تین سو تیرہ مرتبہ مفرد و جمع ملا کر آیات قرآنی میں لفظ آسمان کو ذکر کیا ہے، اور علی الاعلان بشریت کو خلقت آسمان میں تدبر کی دعوت دی ہے تا کہ اس کی معرفت میں اضافہ ہو سکے۔

سورہ ق کی آیۃ ۶ میں ارشاد ہوا۔﴿ أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ ﴾ کیا انھوں نے اپنے سر پہ سایہ فگن آسمان کو نہیں دیکھا (اس میں تفکر نہیں کیا) کہ ہم نے اس کو کیسے بنایا اس کو (ستاروں) کے ذریعہ سجایا سنوارا اور اس میں (بال برابر) شگاف نہیں ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ شب زندہ دار افراد جب سحر کے وقت نماز شب کے لئے اٹھیں تو پہلے آسمان کی جانب دیکھیں اور سورہ آل عمران کی آخری آیات کی تلاوت کریں۔

خلقت آسمان اور معصومینؑ کے نظریات واقوال

نبی کریمؐ جب نماز شب کے لئے اٹھتے تھے، پہلے مسواک کرتے تھے پھر آسمان کی جانب دیکھتے تھے اور اس آیت (إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ

(۱) پیام قرآن ج۲، ص۱۷۶

...)(۱) کی تلاوت کرتے تھے۔

مطالعہ آسمانی کے وقت امیر المومنینؑ کی مناجات

امیر المومنین علیہ السلام کے ایک صحابی جن کا نام حبّہ عرنی ہے کہتے ہیں کہ ایک رات میں نوف کے ساتھ دارالامارہ میں سویا ہوا تھا، رات کے آخری حصہ میں کیا دیکھا کہ امیر المومنینؑ دارالامارہ کے صحن میں ایک حیران اور مضطرب شخص کی طرح دیوار پر ہاتھ رکھ کر ان آیات کی تلاوت فرما رہے ہیں۔

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰاتِ وَالْأَرْضِ وَ اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَ قُعُودًا وَعَلىٰ جُنُوبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ﴾(۲) بیشک زمین وآسمان کی خلقت لیل ونہار کی آمد ورفت میں صاحبان عقل کے لئے قدرت کی نشانیاں ہیں۔ جولوگ اٹھتے بیٹھتے لیٹتے، خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی خلقت میں غور وفکر کرتے ہیں کہ خدایا تونے یہ

---

(۱) مجمع البیان۔ مذکورہ آیہ کے ذیل میں (۲) سورہ آل عمران آیہ ۱۹۰ سے ۱۹۴ تک۔

سب بیکار نہیں پیدا کیا، تو پاک و بے نیاز ہے ہمیں عذاب جہنم سے محفوظ فرما۔

پروردگار! تو جسے جہنم میں ڈالے گا گویا اس کو ذلیل و رسوا کر دیا اور ظالمین کا کوئی مددگار نہیں ہے پروردگار! ہم نے اس منادی کو سنا جو ایمان کی آواز لگا رہا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے، پروردگار! اب ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہماری برائیوں کی پردہ پوشی فرما اور ہمیں نیک بندوں کے ساتھ محشور فرما، پروردگار! جو تو نے اپنے رسولوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے اسے عطا فرما اور روز قیامت ہمیں رسوا نہ کرنا کہ تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

حبہ کہتے ہیں کہ حضرت ان آیات کی بار بار تلاوت فرماتے تھے اور خوبصورت آسمان اور اس کے خوبصورت خالق کے تدبر میں کچھ یوں غرق تھے کہ جیسے آپ کھوئے ہوئے ہوں اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میرے پاس آئے اور فرمایا: حبہ جگ رہے ہو یا سو رہے ہو؟ میں نے کہا آقا، جگ رہا ہوں، لیکن میرے سید و سردار! آپ نے اتنے جہاد کئے اتنا روشن و تابناک آپ کا ماضی ہے اس قدر آپ کا زہد وتقوی ہے اور آپ گریہ فرما رہے ہیں، مولا نے آنکھوں کو جھکا لیا اور ہچکیاں لینے لگے پھر فرمایا: اے حبہ! ہم سب پیش پروردگار حاضر ہیں، اور ہمارا کوئی عمل اس پر پوشیدہ نہیں ہے حبہ یہ بات بالکل قطعی ہے کہ خدا ہماری اور تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور کوئی چیز ہم کو اور تم کو خدا سے چھپا نہیں سکتی۔

اس کے بعد مولا، میرے ساتھی نوف کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا:

نوف سورہے ہو؟ انھوں نے کہا: نہیں مولا آپ کی حیرت انگیز کیفیت کی وجہ سے آج کی رات بہت رویا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اے نوف اگر آج رات خوف خدا سے گریہ کروگے تو کل پیش پروردگار تمہاری آنکھیں روشن ومنور ہوں گی۔ اے نوف! کسی کی آنکھ سے ایک قطرہ بھی آنسو کا نہیں گرتا مگر یہ کہ ایک آگ کے دریا کو بجھا دیتا ہے (نوف کہتے ہیں) آقا کا آخری جملہ یہ تھا کہ ترک ذمہ داری پر خدا سے ڈرو، اور زمزمہ کرتے ہوئے ہمارے سامنے سے گذرے اور فرمایا: اے میرے پروردگار! اے کاش میں یہ جان سکتا کہ جس وقت میں غافل ہوں تو نے مجھ سے منھ موڑلیا ہے یا میری جانب متوجہ ہے! اے کاش میں جان سکتا کہ اتنی طویل ترین غفلت اور تیری شکرگزاری میں کوتاہیوں کے باوجود تیرے نزدیک میرا کیا وقار ہے نوف کہتے ہیں خدا کی قسم صبح تک آقا کی یہی کیفیت تھی۔(۱)

امام سید سجاد علیہ السلام نماز شب کے لئے اٹھے پانی میں ہاتھ ڈالا تا کہ وضو فرمالیں اس بیچ آسمان کی جانب دیکھا اور اس میں تفکر کرتے ہوئے اس قدر مشغول ہوگئے کہ صبح ہوگئی اور موذن نے اذان کہہ دی اور آپ کا دست مبارک ابھی تک وضو کے پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔

امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: سُبحانک ما اعظم ما نریٰ من خَلقک وما أصغر کلّ عظیمة فی جنب قدرتک وما اهول ما نریٰ

---

(۱) سفینۃ البحار ج۔ ۱ص ۹۵ بحار الانوار ج ۴۱،ص ۲۲

مِن ملکوتک و ما احقر ذلک فیما غاب عنا من سلطانک وما أسبغ نعمک فی الدنیا وما أصغرها فی نعم الآخرة (۱)

اے پاک وپاکیزہ پروردگار تو کتنا عظیم ہے ان چیزوں سے جو تیری مخلوقات میں مشاہدہ کرتے ہیں تیری قدرت کے سامنے سارے بلند قامت کس قدر (بونے دکھائے دیتے ہیں اور) چھوٹے ہیں، ملکوت کتنا حیرت انگیز (شاہکار) ہے اور کتنی ایسی چھوٹی چیزیں ہیں جو تیری سلطنت میں ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں دنیا میں تیری نعمتیں کتنی بے شمار ہیں اور آخرت کی نعمتوں کے مقابل یہ کتنی تھوڑی سی معلوم ہوتی ہیں۔

سوالات

۱۔ پیغمبر کے گریہ کا سبب کیا تھا اور بلال سے کیا فرمایا؟

۲۔ کہکشاں کیا ہے؟ اور ہماری کہکشاں کا دائرہ کتنا ہے؟

۳۔ مناجات امیر المومنینؑ کے سلسلہ میں حبہ کی داستان کا خلاصہ بیان کریں؟

---

(۱) نہج البلاغہ

چھٹا سبق

برہان نظم

پچھلے سبق سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ دنیا کی ہر چیز میں ایک خاص قسم کا نظام پایا جاتا ہے اور اس بات کا امکان بھی نہیں ہے کہ موجودات عالم میں پائے جانے والے نظم ونسق کی تردید کوئی بھی عاقل انسان کر سکے، کائنات کے مادی ذرات میں سے سب سے چھوٹی شی (ایٹم) اور بڑی سے بڑی چیز، کہکشاں ہے سب جگہ اور ہر چیز میں ایک خاص نظم وضبط پایا جاتا ہے اور دقیق حساب کے تحت گردش کرتے ہیں۔

انسان، حیوان، نباتات و جمادات اور زمین وآسمان کی دوسری تمام موجودات ایک مقصد کے پیش نظر پیدا کی گئی ہیں اور ان پر ایک خاص قانون ہے جو حکمرانی کرتا ہے اور ان کی ہدایت کر رہا ہے یہ بات بالکل مسلّم ہے کہ اگر دنیا پر نظم و تنظیم کی حکمرانی نہ ہوتی تو دنیا کے بارے میں معلومات بھی حاصل نہ ہوتی، کیونکہ علم کے معنی ہی یہ ہیں کہ ان عمومی نظام وقوانین کی دریافت ہو جو دنیا پر حکم فرما ہیں۔

اگر جسم انسان کے خلیہ کی نقل وحرکت اور جسمانی نظم کی ردوبدل ایک خاص

راہ وروش پر مشتمل نہ ہوتی تو فیزیولوزی اور علم طب کا وجود کیسے آتا؟

اگر سیارات وکواکب ایک خاص نظام کے تحت گردش نہ کرتے ہوتے تو علم نجوم (ستارہ شناسی) کا وجود کیونکر ہوتا؟ اور اگر ان میں خاص نظم وضبط نہ ہوتا تو ستارہ شناس افراد چاند گہن اور سورج گہن کو کیسے معین کر سکتے؟ اور سورج کے طلوع و غروب کو ہمیشہ کیسے معین کر سکتے؟

اور یہی نظم جو کائنات پر کارفرما ہے اسی بات کا سبب بنا ہے کہ دانشمند افراد ریاضی اور فیزیکی طریقہ سے اندازہ لگا کر بغیر کسی ذمہ دار (کنٹرول) کے ایک خاص سفینہ تیار کرکے کواکب کی سیر کو بھیج دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ علم نظام، اشیاء کا مفتقر ہے جو دوسری چیزوں میں پایا جاتا ہے اور علم ونظم کا رشتہ بالکل واضح وروشن ہے۔

قرآن مجید نے خدا کو پہچاننے کے لئے برہان نظم سے بہت استفادہ کیا ہے اور اس جانب ہم پہلے ہی اشارہ کر چکے ہیں، یا یوں کہا جائے کہ قرآنی نظرئے کے تحت خدا کو پہچاننے کا بہترین اور واضح راستہ نظام خلقت اور آثار موجودات کا مطالعہ ہے۔

برہان نظم کی بنیاد

یہ دلیل دو بنیادوں (صغری وکبری) اور ایک نتیجہ پر مشتمل ہے

۱۔ یہ دنیا ایک خاص نظام اور دقیق حساب کے تحت خلق ہوئی ہے اور موجودات

کے ہر ذرے میں ایک خاص قسم کا قانون کارفرما ہے جس میں تبدیلی ناممکن ہے۔

۲۔ جہاں بھی نظم وتدبیر کا دقیق خیال رکھا گیا ہو وہاں اضافات واتفاقات کا امکان نہیں ہے اور یہ کیفیت یقیناً کسی علم وقدرت سے منسلک ہے۔

نتیجہ: اس دنیا کا نظم وضبط اور اس کی تدبیر بہ نحو احسن اس بات پر گواہ ہے کہ ایک علیم وخبیر خالق نے نہایت خوش اسلوبی سے اس کا نقشہ تیار کیا ہے اس کے بعد عالم ہستی کو انہیں بنیادوں پر قائم کیا۔

خلقت، خالق کا پتہ دیتی ہے

اگر ایک گاڑی کا وجود اس کے بنانے والے اور ایک کتاب کا وجود اس کے لکھنے والے، ایک مکان کا وجود اس کے معمار کا پتہ دیتا ہے تو یہ عظیم خلقت یہ دقیق نظام، حکیم وعلیم، قادر یعنی خداوند متعال کے وجود کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

ایک سیٹ لائٹ بنانے کے لئے سیکڑوں سائنس داں، دن رات سر جوڑ کر تحقیق کرتے ہیں اور دقیق ریاضی اور علم حساب کے تحت اس کو فضا میں چھوڑتے ہیں اور اس میں حرکت پیدا کرتے ہیں۔

کروڑوں کہکشائیں جس میں کروڑوں منظومۂ شمسی ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں کروڑوں سیارات وکواکب پائے جاتے ہیں اور سب کے سب فضا میں بغیر کسی تھوڑی سی غلطی کے گردش کرتے ہیں کیا قادر مطلق خدا کے وجود پر دلیل نہیں ہیں؟۔

نیوٹن اور ایک مادی دانشمند کا دلچسپ مباحثہ

مشہور ستارہ شناس اور ریاضی داں نیوٹن نے ایک ماہر ملکینک سے کہا کہ ایک چھوٹا سا سانچہ، منظومہ شمسی کے لئے تیار کرو اس منظومہ کے سیارات چھوٹے چھوٹے گیند تھے جو ایک تسمہ سے بندھے ہوئے تھے اور ان کے لئے ایک ہینڈل بنایا گیا تھا جب اس کو چلاتے تھے تو نہایت ہی دلکش کیفیت میں وہ سارے گیند اپنے اپنے مدار پر گردش کرتے تھے اور اپنے مرکز کے اردگرد چکر لگاتے تھے۔

ایک دن نیوٹن اپنے مطالعہ کی میز کے پاس بیٹھا تھا اور یہ سانچہ بھی وہیں رکھا تھا۔ اس کا ایک قریبی دوست جو میٹریالیزم کا مفکر و دانشمند تھا آیا جیسے ہی اس کی نگاہ اس خوبصورت سانچہ پر پڑی وہ ششدر رہ گیا اور جب نیوٹن نے اس ہینڈل کو گھمایا اور وہ سارے سیارات بہت ہی آہستہ اور دلکش انداز میں اپنے مرکز کے گرد چکر لگانے لگے تو اس کی حیرانی میں اور اضافہ ہو گیا اور چیخ پڑا، ارے واہ، یہ تو بہت ہی حیرت انگیز چیز ہے اس کو کس نے بنایا ہے، نیوٹن نے کہا کسی نے نہیں، یہ یک بیک بن کر تیار ہو گیا ہے، اس مادی مفکر نے کہا: نیوٹن صاحب آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میں نرا پاگل ہوں. یہ سانچہ خود بخود کیسے بن سکتا ہے کیا یہ ممکن ہے!۔

نہ صرف یہ کہ اس کا بنانے والا کوئی ہے بلکہ اس کا بنانے والا عصر حاضر کا نابغہ ہے نیوٹن آہستہ سے اٹھا اور اس مفکر کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر بولا میرے اچھے دوست جو تم دیکھ رہے ہو وہ صرف ایک سانچہ ہے جو ایک عظیم نظام شمسی کے تحت بنایا

گیا ہے!اور تم اس بات پر بالکل راضی نہیں ہو کہ یہ خود بخود بن گیا ہے تو تم اس بات کو کیسے مان لیتے ہو کہ خود نظام شمسی اپنی تمام تر وسعت و پیچیدگی کے ساتھ بغیر کسی عاقل وقادر کے وجود میں آ گیا؟!مادی منکر بہت شرمندہ ہوا اور لا جواب ہو کر رہ گیا جی ہاں یہ وہی برہان نظم ہے جو قادر و توانا خدا کے وجود پر دلیل ہے(۱)

موحد وزیر کی دلیل منکر بادشاہ کے لئے

ایک خدا کے منکر بادشاہ کا ایک توحید پرست وزیر تھا وزیر جو بھی دلیل پیش کرتا وہ قبول نہ کرتا. یہاں تک کہ وزیر نے بادشاہ کو اطلاع دئے بغیر ایک بہترین محل بنوایا، جو آب وہوا کے حساب سے بھی بہت مناسب تھا اور اس میں انواع واقسام کے پھل اور پھول لگے ہوئے تھے ایک دن وزیر نے بادشاہ کو اس محل کے دیدار کی دعوت دی، بادشاہ کو وہ محل بہت پسند آیا اس نے پوچھا اس کا معمار وانجینئر کون تھا؟ وزیر نے فوراً جواب دیا بادشاہ سلامت نہ ہی اس کا کوئی انجینئر ہے اور نہ معمار، ہم نے دیکھا کہ اچانک ایک محل تیار ہو گیا. بادشاہ آگ بگولہ ہو گیا اور بولا کہ تم میرا مذاق اڑا رہے ہو کیا ایسا ممکن ہے کہ کوئی چیز خود بخود پیدا ہو جائے؟ وزیر نے کہا: بادشاہ سلامت اگر یہ چھوٹا سا قصر بغیر کسی بنانے والے کے نہیں بن سکتا تو اتنی بڑی دنیا اپنی تمام تر عظمتوں کے ساتھ یہ زمین وآسمان یہ دریا وسمندر اور اس کے تمام موجودات بغیر خالق کے کیسے وجود میں آ گئے؟ بادشاہ سمجھ گیا اس نے وزیر کو سراہا اور خدا شناسی کی راہ پر آ گیا۔

---

(۱) آستی بخش ص ۱۴۹ شہید ھاشمی نژاد

برہان نظم کا خلاصہ اور نتیجہ

تمام مخلوقات منجملہ:

۱۔ کہکشاں، سیارات وکواکب

۲۔ انسان اور اس کے تمام رموز واسرار جو اس کی خلقت میں پوشیدہ ہیں۔

۳۔ ایٹمس، خلیہ اور اعصاب

۴۔ حیوانات اور ان کے مختلف اقسام

۵۔ نباتات اور ان کے خواص

۶۔ دریا، سمندر اور ان کے عجائبات ومخلوقات

۷۔ جہان خلقت کا دقیق نظم وضبط

۸۔ اس دنیا کی وہ ساری چیزیں جو ابھی عقل بشر میں نہیں آئی ہیں سب کی سب حکیم ودانا اور قادر خداوند عالم کے وجود پر دلیل ہے۔

سوالات

۱۔ نظمِ جہان کے علم کی پیداوار کیسے ہوئی؟

۲۔ برہان نظم کی اساس و بنیاد کیا ہے؟

۳۔ نیوٹن اور مادی مفکر کے مباحثہ کا خلاصہ بیان کریں؟

۴۔ موحد وزیر کی دلیل منکر بادشاہ کے لئے کیا تھی؟

ساتواں سبق

توحیداور خدا کی یکتائی

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا﴾ (۱) تم سب کا خدا ایک ہے لہٰذا اس کے سامنے سر تسلیم خم کردو۔ ﴿لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ﴾ (۲) خدا کے ساتھ کوئی دوسرا معبود قرار نہ دو ﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ (۳) اگر زمین وآسمان میں دو خدا ہوتے تو زمین وآسمان ختم ہوجائے۔

تمام الٰہی رسولوں کا اصلی نعرہ توحید تھا اور پیغمبر عربی کوہ حرا سے "قولوا لا الہ الا اللّٰہ تفلحوا" کہتے ہوئے آئے اور آپ نے حدیث میں فرمایا کہ: افضل العبادۃ قول لاالہ الا اللّٰہ بہترین عبادت لا الہ الا اللّٰہ کہنا ہے۔

توحیداور یکتائی پردلیلیں

۱۔ وہ خدا جو کمال مطلق ہے اور اس کے لئے کوئی حد اور مقدار نہیں ہے وہ پروردگار جو ازلی وابدی ہے، وہ پروردگار کہ زمان ومکان جس کی پیدا کی ہوئی مخلوق

---

(۱) سورہ حج آیہ:۳۴ (۲) سورہ اسراء آیہ:۲۲ (۳) سورہ انبیاء آیہ:۲۲

ہے اور وہ ایک ہی ہے۔ اگر خدا کے لامحدود و لامتناہی ہونے کے بارے میں غور و فکر کریں تو بات یہ کھل کر سامنے آئے گی کہ ایک کے علاوہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ تعدّد محدودیت کا سبب ہے۔

۲۔ دنیا میں ایک نظام کا بول بالا ہے اور ایک نظام کسی ایک ناظم کے وجود کا متقاضی ہے ستارہ شناس، دانشور جن قوانین و نظام کا مشاہدہ کہکشاں و کرات میں کرتے ہیں اور ایٹمی ماہرین بھی ایٹمی ذرات میں انہیں قوانین کا مشاہدہ کرتے ہیں نیز یہی قوانین جسم انسان میں بھی کارفرما ہیں، اور اگر ایک کے سوا دوسرا حاکم و ناظم ہوتا تو عالمی نظام درہم برہم ہو جاتا، یہی معنی ہیں ﴿لو كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلاَّ اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾(۱) کے۔

۳۔ وحدانیت خدا پر تمام انبیاء کی خبریں اس کی وحدانیت پر ٹھوس دلیل ہیں وہ تمام انبیاء و مرسلین جو خدا کی جانب سے احکام الٰہی کو پہنچانے پر متعین تھے سب نے خدا کو واحد بتایا ہے. حضرت امیر المومنین علیہ السلام امام حسن علیہ السلام سے وصیت کرتے وقت فرماتے ہیں: واعلمْ يا بُنى أنه لو كان لربك شريك لأتتك رسله و لرأت آثار ملكه و سلطانه و معرفة أفعاله و صفاته و لكنّه الله واحد كما وصف نفسه(۲) میرے لال جان لو کہ اگر خدا کا کوئی شریک ہوتا تو اس (شریک) کا کوئی رسول تم تک ضرور آتا اور اس کی قدرت و ملوکیت

---

(۱) سورہ انبیاء آیہ: ۲۲ (۲) نہج البلاغہ مکتوب ۳۱۔ امام حسن سے وصیت سے متعلق

کے آثار تم ضرور دیکھتے، اس کے افعال وصفات سے ضرور آگاہ ہوتے لیکن وہ واحد ویکتا ہے جیسا کہ خود اس نے اپنی توصیف میں کہا ہے (وَمَا أرسَلنا مِن قَبلِك مِنْ رَسُولٍ إلّا نُوحِي إليه أنَّهُ لا اِله إلّا أنا فَاعبُدُون (۱) میرے حبیب ہم نے تم سے پہلے کسی نبی کو نہیں مبعوث کیا مگر یہ کہ ہم نے اس تک وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، لہٰذا میری عبادت کرو۔

مسئلہ توحید تمام اوصاف الہیہ کی شناخت کا بنیادی مسئلہ ہے کیونکہ اس کی یکتائی اس کے لامحدود ہونے پر دلالت کرتی ہے اور یہی وجود (وحدانیت) ہے جو تمام کمالات کا مجموعہ ہے اور ہر طرح کے عیب سے پاک ومنزہ ہے خلاصہ کلام یہ کہ اگر ہم نے خدا کو حقیقی معنوں میں واحد ویکتا مان لیا تو گویا اس کے سارے صفات سے آشنا ہو گئے۔

عَن أبي عبد الله عليه السلام قال : مَن قال لا اِله الّا اللّه مُخلِصاً دخل الجنّة و اِخلاصه أن تحجزه لا اِله الّا اللّه عمّا حرّم اللّه عزّوجلّ (۲)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جوکوئی خلوص کے ساتھ لا اِله الّا اللّه کہے گا وہ داخل بہشت ہوگا اور اس کا خلوص اس بات کا متقاضی ہے کہ "لا اِله الّا اللّه" کو ہر اس چیز سے دور رکھے جس کو خدا نے حرام قرار دیا ہے۔

---

(۱) سورہ انبیاء آیہ ۲۵ (۲) توحید صدوق باب ثواب الموحدین حدیث ۲۶

قال ابو عبد اللّه عليه السلام : مَن قال لا اله الاّ اللّه مائة مرّة كان أفضل النّاس ذلک اليوم عملاً اِلا من زاد.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص سو مرتبہ خلوص کے ساتھ لا الـٰه الا الـلّـه کہے تو روز محشر (اس) عمل کے باعث افضل ناس میں شمار ہوگا مگر یہ کہ کوئی اس سے زیادہ کہے ہو(۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ: پیش پروردگار لا اِلـٰـه اِلّا اللّه سے بہتر کوئی کلام نہیں ہے جو شخص لا اِله اِلّا اللّه کی تکرار کرے گا اس کے گناہ یوں ختم ہوں گے جیسے درخت سے سوکھے پتے جھڑ جاتے ہیں۔(۲)

مراتب توحید

۱۔توحید ذاتی: یعنی ہر جہت سے بے نظیر اور تمام جہات سے کامل ہو۔

﴿لَيسَ كَمِثلِهِ شَيءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ البَصِيرُ﴾(۳)

اس کی مانند کوئی شی نہیں ہے وہ سننے اور دیکھنے والا ہے ﴿ولَم يَكن لَهُ كُفواً أحد﴾(۴) اس کا کوئی ہمسر و ہم پلہ نہیں ہے۔

۲۔توحید صفاتی: یعنی اس کے تمام صفات کی بازگشت صرف ایک طرف ہے اس کے صفات اس کی عین ذات ہے یعنی وہی خدا ہے جو عالم، قادر، حی،.... ہے ایک

---

(۱) توحید صدوق باب ثواب الموحدین۔ا حدیث ۳۳،(۲) سابق حوالہ حدیث ۱۵،(۳) سورہ شوری آیہ ۱۱

(۴) توحید/۴۔

شخص رسول خداؐ کے پاس آیا اور عرض کی بنیادِ علم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: معرفة الله حقّ معرفته (خدا کے شایان شان اس کی معرفت حاصل کرنا ہے) اس نے عرض کیا حق معرفت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "إن تعرفه بلا مثال ولا شبه وتعرفه إلها واحداً خالقاً قادراً اوّلاً وآخراً وظاهراً وباطناً لا كفو له ولا مثل له فذاک معرفة الله حق معرفته" اس کو بلا شبیہ و بلا مثل جانو، اس کو ایسا خدا جانو جو واحد، خالق، قادر، اول، آخر، ظاہر و باطن ہے، نہ ہی اس کا کوئی ہم پلہ ہے اور نہ ہی اس کا کوئی مثل ہے، خدا کو اس طرح جاننا اور ماننا حق معرفت خداوندی ہے۔(۱)

۳۔ توحید افعالی: توحید افعال کا مطلب دونوں عالم کے تمام امور فعل خداوند سے متعلق ہیں تمام موجودات جس خاصیت کے بھی حامل ہوں ذات الٰہی کی مرہون منت ہیں، پھولوں کی شگفتگی، سورج کی ضیاء باری، مشکلات کا حل، سب کا سب اس کی ذات سے متعلق ہے۔ یعنی کائنات ہستی کی کسی شئی میں استقلال نہیں، اس دنیا میں مستقل و موثر صرف ذات خداوندی ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ موجودات عالم جس طرح اپنے وجود میں ذات الٰہی سے وابستگی پر مجبور ہیں اپنے تاثیر و فعل میں بھی مجبور ہیں البتہ اس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ قانون علیت و عالمِ اسباب کی نفی کر دی جائے۔

امام صادق علیہ السلام کے فرمان کے مطابق کہ: أبى الله أن يجري الأشياء إلّا بأسباب (۲) خدا اس بات سے پرہیز کرتا ہے کہ کوئی چیز حرکت نہ

---

(۱) بحارالانوار ج ۳ ص ۱۴۔ (۲) اصول کافی باب معرفۃ الامام حدیث ۷۔

کرے مگر اپنے اسباب کے تحت، توحید افعالی کا اعتقاد ہرگز انسان کے لئے جبر اور سلب اختیار کا موجب نہیں ہوگا؛ انشاء اللہ آئندہ بحثوں میں اس بات کی جانب اشارہ کریں گے کہ انسان اپنے افعال میں خود مختار ہے لیکن تمام قوت وقدرت حتی ارادہ انسان بھی خدا کے ہاتھوں ہے ﴿قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ (۱) اے نبی! کہہ دیجئے کے خدا تمام اشیاء کا خالق ہے وہ ایک اور قہار ہے. ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُم لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾ (۲) اللہ ہی تمہارا خدا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر شئی کا خالق ہے لہٰذا اس کی عبادت کر وہ ہر شئی کا محافظ و مدبر ہے۔

۴۔ توحید در عبادت: توحید کی قسموں میں حساس ترین قسم توحید در عبادت ہے وہ یہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں اور اس کے علاوہ کسی کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں، توحید در عبادت، توحید در ذات اور توحید در صفات کا لازمہ ہے جب یہ بات مسلّم ہوگئی کہ وہ واجب الوجود ہے اور اس کے سوا سبھی ممکن ومحتاج ہیں لہٰذا عبادت صرف اسی سے مخصوص ہے اور وہ کمال مطلق ہے اس کے علاوہ کسی کمال مطلق کا وجود نہیں ہے۔ عبادت کا مقصد بھی کمال طلبی ہے لہٰذا عبادت صرف ذات پروردگار سے مخصوص ہے تمام انبیاء ومرسلین کی تبلیغ کا عنوان کلی، توحید در عبادت تھا آیات قرآنی بھی اس سلسلہ میں موجود ہیں۔

---

(۱) سورہ رعد آیہ: ۱۶ (۲) انعام آیہ ۱۰۲

قرآن اور توحید در عبادت

۱۔﴿ وَ لَقَد بَعثنَا فِی کُلِّ اُمَّةٍ رَسُولاً اَن اعبُدُوا اللّٰہ واجتنِبوا الطَّاغوتَ ﴾(۱) ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا تا کہ خدائے یکتا کی عبادت کریں اور طاغوت سے پرہیز کریں۔

۲۔﴿ وَمآ اَرسَلنَا مِن قَبلِکَ مِن رَسُولٍ اِلّا نُوحِی اِلیہ اَنَّہُ لا اِلہ اِلّا اَنَا فَاعبُدُونِ ﴾(۲) ہم نے آپ سے قبل کسی رسول کو مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ اس پر وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں لہٰذا میری عبادت کرو۔

۳۔﴿ وَ اِنَّ اللّٰہَ رَبِّی وَ رَبُّکُم فَاعبُدُوہ ھذا صِراطٌ مُستَقِیمٌ ﴾(۳) بیشک اللہ ہمارا اور تم سب کا پروردگار ہے لہٰذا اس کی عبادت کرو اور یہی سیدھا راستہ ہے۔

اس نکتہ کی جانب توجہ ضروری ہے کہ احترام، تواضع اور خشوع کے مراتب و درجات ہیں اور سب سے آخری اور اعلیٰ درجہ پرستش وعبودیت ہے۔ اور یہ مرحلہ صرف ذات خداوند سے مخصوص ہے جس کا بین ثبوت سجدہ ہے۔

اسی بناء پر غیر خدا کا سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور یہ بات مسلّم ہے کہ اگر انسان عبودیت کے اس مرحلہ پر پہنچ جائے اور پیش پروردگار اپنی پیشانی کو خاک پر رکھ دے تو گویا اس نے اطاعت خدا کی راہ اور اپنے تکامل میں بہت زیادہ پیش قدمی

(۱) سورہ نحل آیہ:۳۶ (۲) سورہ انبیاء آیہ:۲۵ (۳) سورہ مریم آیہ:۳۶

کی ہے ایسی خالص عبادت، عشق محبوب سے مکمل لبریز ہے اور اس محبت کا اثر خدا کی جانب پیش قدمی کا بہت اہم سبب ہے، کمال مطلق کی جانب پیش قدمی گناہوں اور تمام آلودگیوں سے کنارہ کشی کا پیش خیمہ ہے۔

حقیقی عبادت گذار اس بات کی سعی پیہم کرتا ہے کہ خود کو محبوب کے جیسا قرار دے اور اسی طرح سے خود کو صفات جمال وجلال الٰہیہ کا پرتو قرار دیتا ہے اور یہ امور انسان کے تربیت وتکامل میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

سوالات

۱۔ خدا کی وحدانیت پر دلیل پیش کریں؟

۲۔ مراتب توحید کیا ہیں؟

۳۔ توحید افعال سے مراد کیا ہے؟

۴۔ توحید در عبادت کی وضاحت کیجئے؟

آٹھواں سبق

صفات خدا (فصل اول)

جس طرح سے شناخت خداوند متعال اور اس کے اصل وجود کو جاننا آسان ہے اسی طرح اس کے صفات سے آگاہی چنداں آسان نہیں ہے. کیونکہ خدا کی شناخت کے لئے آسمان کے ستارے، درختوں کے پتے، متنوع برگ وگیاہ، جاندار اشیاء بلکہ ایٹمی ذرات کی تعداد یہ سب اس کے وجود پر دلیل ہیں یہ سب کے سب اس کے عظمت کی نشانیاں ہیں، لیکن اس کی صفات کی پہچان کے لئے غور وخوض اور دقت نظر کی ضرورت ہے تاکہ تشبیہ اور قیاس آرائی سے دور رہیں صفات خدا کی شناخت کی پہلی شرط، صفات مخلوقات کی خدا سے نفی کرنا اور خدا کا کسی مخلوق سے تشبیہ نہ دینا ہے. کیونکہ خدا کی کسی صفت کا مخلوقات کی صفت سے کسی طرح موازنہ ہو ہی نہیں سکتا، مادی صفات میں سے کوئی صفت اس کی پاک ذات میں دخیل نہیں ہے کیونکہ مادی صفت محدودیت کا سبب ہے اور وہ لا محدود ہے اور تمام مراتب کمال کا مجموعہ ہے لہٰذا ہم اس کی ذات کو کما حقہ درک نہیں کر سکتے اور اس طرح کی کوئی امید بھی نہیں رکھنی چاہئے۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عقل، خدا کی حقیقت ذات اور اس کے

صفات کو کیوں نہیں درک کر سکتی ؟ تو اس کا جواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ اس کی ذات اقدس ہر رخ سے بے نظیر ولا محدود ہے، علم، قدرت اور اس کے تمام صفات اس کی ذات کی طرح لامحدود ہیں، اور دوسری طرف ہم اور جو کچھ ہم سے مربوط ہے، علم، قدرت، حیات، فرمان، مکان، سب محدود و متناہی ہے۔ تو ان تمام تر محدودیت کے ساتھ اس کی حقیقت ذات کو کہ جو لامحدود ہے کیسے درک کر سکتے ہیں؟! اس کی حقیقت ذات کو آخر کیسے درک کریں جس کی کوئی شبیہ و مثیل نہیں؟۔

صفات ثبوتیہ و سلبیہ:

صفات خدا کو دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ثبوتیہ و سلبیہ

صفات ثبوتیہ یا جمالیہ

"عالم، قادر، حی، مرید، مدرک، سمیع، بصیر، متکلم و صادق"۔ خداوند کمال مطلق ہے جو کچھ صفات ثبوتیہ کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے وہ اصول صفات ہیں نہ یہ کہ خدا ان میں منحصر و محدود ہے۔

صفات سلبیہ یا جلالیہ

"وہ مرکب و مجسم نہیں، قابل دید و حلول نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں"

صفات ذات و صفات فعل

صفات ثبوتیہ کی دو قسمیں ہیں۔ صفات ذات و صفات فعل

صفات ذات: جو اس کی عین ذات ہیں انہیں کو ذات خداوندی سے جدا نہیں کر سکتے جیسے علم، قدرت، حیات، اور جن کی بھی ان تینوں صفات کی طرف بازگشت ہو جیسے سمیع، بصیر، قدیم، ازلی، ابدی، مدرک، حکیم، غنی، کریم، عزیز وغیرہ۔

صفات فعل: وہ صفات جو افعال خداوند سے متعلق ہیں یعنی جب تک وہ افعال اس سے صادر نہ ہوں وہ صفات اس سے متصف نہیں ہوں گے جیسے خالق رازق یا اس کے مانند دوسرے صفات اور کبھی اس سے یہ صفات سلب بھی ہو جاتے ہیں جیسے "كان اللّٰهُ ولمْ يُخلق شيئاً ثم خلَق . اراد الله شيئاً ولم يرد شيئاً آخر شاء ولم يشاء" وہ خدا تھا جس نے خلق نہیں کیا تھا پھر اس نے خلق کیا، خدا نے ایک چیز کا ارادہ، کیا دوسری چیز کا ارادہ نہیں کیا، چاہا اور نہیں چاہا۔ "تكلم مع موسىٰ ولم يتكلم مع فرعون يُحب مَن اطاعهُ ولا يُحب مَنْ عصاه" حضرت موسیٰ سے ہم کلام ہوا فرعون سے کلام نہیں کیا، جو اس کی اطاعت کرتا ہے اس کو دوست رکھتا ہے اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے اس کو دوست نہیں رکھتا، اس کے صفات فعل میں "اذا" اور "اِن" کا لفظ داخل وشامل ہوتا ہے جیسے "اِذا اراد شيئاً و اِن شاءَ الله" اس کی صفات ذات میں "اِذا عَلِمَ الله" اور "اِن عَلِمَ" نہیں کہہ سکتے۔

علم خداوند

وہ واجب الوجود جو عالم علم کل ہے اس کی حیرت انگیز نظم و ہماہنگی پوری کائنات پر محیط ہے، جو اس کے لامتناہی علم کا بیّن ثبوت ہے اس کے علم کے لئے ماضی

حال، مستقبل سب برابر ہے، اس کا علم ازل وابد پر محیط ہے کروڑوں سال قبل و بعد کا علم اس کے نزدیک آج کے علم کے برابر ہے جس طرح سے کل کائنات کا خالق ہے اسی طرح تمام ذرات کی تعداد اور ان کے اسرار مکنونہ کا مکمل عالم ہے. انسان کے نیک و بد اعمال نیز ان کی نیات و مقاصد سے آگاہ و باخبر ہے، علم خداوند اس کی عین ذات ہے اور اس کی ذات سے جدا نہیں۔

﴿وَ اعلموا أنَّ اللّهَ بِكلِّ شَيءٍ عَلِيمٌ﴾ (۱) جان لو کہ خدا ہر شیٔ سے آگاہ ہے۔ ﴿وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰواتِ وَ فِي الأَرضِ يَعلَمُ سِرَّكُم وَجَهرَكُم وَ يَعلمُ ما تكسِبُونَ﴾ (۲) "وہ خدا وہ ہے جو زمینوں و آسمانوں میں تمہارے ظاہر و باطن کا عالم ہے اور جو کچھ تم انجام دیتے ہو اس کا عالم ہے"۔

سوالات

۱۔ عقل، خدا کی حقیقت ذات اور اس کے صفات تک کیوں نہیں پہنچ سکتی؟

۲۔ صفات ثبوتیہ و صفات سلبیہ کی تعریف کریں؟

۳۔ صفات ذات و صفات فعل میں کیا فرق ہے؟

---

(۱) سورہ بقرہ آیہ ۲۳۱ (۲) سورہ انعام آیۃ ۳،

نواں سبق

صفات خداوند (فصل دوم)

خداوند متعال بے پناہ قوتوں کا مالک ہے. اتنی بڑی کائنات اپنی تمام عظمتوں اور وسعتوں کے ساتھ سیارات وکواکب، کہکشائیں، بے کراں سمندر، دریا اور ان میں مختلف النوع مخلوقات وموجودات سب کے سب اس کی قدرتوں کے کرشمہ ہیں! خدا ہر چیز پر قادر ہے اور ہر شئی پر اس کی قدرت یکساں ومساوی ہے۔

﴿تَبَارَکَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْکُ وَهُوَ عَلَىٰ کُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (۱) "بابرکت ہے وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں کائنات کی باگ ڈور ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

﴿لِلَّهِ مُلْکُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ عَلَىٰ کُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (۲) "زمین وآسمان اور جو کچھ اس کے درمیان ہے ان سب کی حکومت خدا سے مخصوص ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

﴿فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ إِنَّا لَقَادِرُونَ﴾ (۳) میں

---

(۱) سورہ ملک آیہ ۱ (۲) مائدہ آیہ ۱۲۰ (۳) معارج آیہ ۴۰

تمام مشرق ومغرب کے پروردگار کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم قدرت رکھنے والے ہیں۔

قران کی متعدد آیات جو قدرت خداوند عالم کو بیان کرتی ہیں اس سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ قدرت خدا لئے کوئی حدو قید نہیں ہے بلکہ جس وقت وہ چاہے انجام دے دیتا ہے اور جب کسی چیز کی نابودی کا ارادہ کرے تو اس چیز کو مٹ ہی جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ کسی قسم کی ناتوانی اور ضعف کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ آسمان، عظیم ترین سیارات اور ذرات سب اس کے لئے یکساں اور برابر ہیں۔

عن علیؑ علیہ السلام: وما الجلیل واللطیف والثقیل والخفیف والقوی والضعیف من خلقه اِلّا سواء

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: "آشکار و پوشیدہ، وزنی اور ہلکا، قوی وضعیف یہ سب کے سب خلقت میں اس کے نزدیک برابر ہیں"(۱)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جس وقت حضرت موسیٰ طور پر تشریف لے گئے عرض کی! خدایا! اپنے خزانے کا نظارہ کرادے تو خدا نے فرمایا: میرا خزانہ یوں ہے کہ جس وقت میں کسی چیز کا ارادہ کر کے کسی چیز کو کہوں کہ ہو جا تو وہ وجود میں آجائے گی (۲)

قدرت خدا کے متعلق ایک سوال

کبھی کبھی یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کیا خدا اپنا جیسا ایک خدا پیدا کر سکتا ہے؟

---

(۱) نہج البلاغہ خ: ۱۸۰ (۲) توحید صدوق باب ۹ حدیث ۱۷

اگر یہ جواب دیا جائے کہ کیوں نہیں؟ تو دو خدا ہو جائیں گے! اور اگر کہا جائے کہ نہیں کر سکتا تو ایسی صورت میں قدرت خدا محدود ہو جائے گی۔ یا یہ کہ کیا خدا اتنی بڑی کائنات کو ایک مرغی کے انڈے کے اندر دنیا کو چھوٹی اور انڈے کو بڑا کئے بغیر سمو سکتا ہے۔؟

اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ ایسے مواقع کے لئے (نہیں ہو سکتا) یا (نہیں کر سکتا) کی لفظیں استعمال نہیں کریں گے، یا واضح لفظوں میں یہ کہا جائے کہ یہ سوال ہی نامعقول ہے کیونکہ جب ہم یہ کہیں گے کہ کیا خدا اپنے جیسا دوسرا بنا سکتا ہے تو خود لفظ (خلقت) کے یہ معنی ہیں کہ وہ شیء ممکن الوجود و مخلوق ہے اور جب ہم یہ کہیں گے (خداوند) کے معنی وہ شئ ہے جو واجب الوجود ہے۔

تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کیا خدا اس بات پر قادر ہے کہ ایسی چیز کو خلق کرے جو ایک ہی وقت میں واجب الوجود بھی ہو اور نہ بھی ہو، ممکن الوجود بھی ہو اور غیر ممکن الوجود بھی، خالق بھی ہو اور مخلوق بھی یہ سوال غلط ہے خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

اسی طرح سے جب یہ کہا جائے کہ کیا خدا اس بات پر قادر ہے کہ کل کائنات کو ایک مرغی کے انڈے میں سمو دے اس طرح سے کہ نہ دنیا چھوٹی ہو اور نہ انڈا بڑا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ دنیا اپنی تمام تر وسعتوں کے ساتھ بڑی بھی ہے اور چھوٹی بھی اس سوال کے بے تکے ہونے کی وجہ سے جواب کی بالکل ضرورت نہیں ہے کیونکہ محال سے قدرت کا تعلق خود محال ہے۔

اسی سوال کو ایک شخص نے حضرت امیر علیہ السلام سے پوچھا تھا آپ نے فرمایا:

(۱) نہج البلاغہ خ: ۸۰ (۲) توحید صدوق باب ۹ حدیث ۱۷

إنَّ اللّٰه تبارک وتعالیٰ لا ینسب إلیٰ العجز والّذِي سألتني لا یکون

"خدا کی جانب عجز و ناتوانی کی نسبت نہیں دی جا سکتی؛ لیکن تم نے جو سوال کیا وہ انہونی ہے"(۱)

ایک روایت میں آیا ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے (اس سوال کے جواب میں) فرمایا: ہاں کیوں نہیں انڈے سے بھی چھوٹی چیز میں اس دنیا کو رکھ سکتا ہے خدا اس بات پر قادر ہے کہ دنیا کو تمہاری آنکھ کے اندر رکھ دے جو انڈے سے بھی چھوٹی ہے (درحقیقت یہ جواب مولا کا نقضی جواب تھا کیونکہ سوال کرنے والا ایسے مسائل کے تحلیل کی طاقت نہیں رکھتا تھا)۔(۲)

خدا حی و قیوم ہے

خدا حیات جاوداں کا مالک ہے وہ ثابت و قائم ہے وہ اپنی ذات پر قائم ہے دوسری موجودات اس کی وجہ سے قائم ہیں حیات خدا اور حیات موجودات میں فرق ہے کیونکہ حیات، خدا کی عین ذات ہے نہ عارضی ہے اور نہ ہی وقتی۔

حیات خدا یعنی اس کا علم اور اس کی قدرت، خدا کی حیات ذاتی، ازلی، ابدی، نہ بدلنے والی اور ہر طرح کی محدودیت سے خالی ہے وہ قیوم ہے یعنی موجودات کے مختلف امور اس کے ہاتھ میں ہیں مخلوقات کی رزق، عمر، حیات اور موت اس کے حسن تدبیر کی وجہ سے ہے۔

---

(۱) توحید صدوق باب ۹، حدیث ۹ (۲) پیام قرآن ج ۴، ص ۱۸۳

اسی لئے یا حی یا قیوم جامع اذکار میں سے ایک ہے اس لئے کہ (حی) اس کے بہترین صفات ذات یعنی علم وقدرت میں سے ہے اور (قیوم) اس کے صفات فعل میں سے ہے اس وجہ سے امیر المومنینؑ سے نے ارشاد فرمایا: فلسنا نعلمُ کُنه عظمتک اِلّا انا نعلم اِنّک حیّ قیّوم لا تاخذک سِنةٌ و لا نوم(۱)

''ہم کبھی تیری حقیقت ذات کو درک نہیں کر سکتے ہم بس اتنا جانتے ہیں کہ حی و قیوم ہے اور کبھی بھی تجھے نینداور جھپکی نہیں آتی (اپنے بندوں کے حال سے بے خبر نہیں ہے)''

امیر المومنینؑ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن میں رسول اکرمؐ کے پاس گیا تو دیکھا کہ آپ سجدے میں سر رکھ کر ''یا حی یا قیوم'' کا ورد کر رہے ہیں کئی دفعہ گیا اور واپس آ گیا آپ مستقل اسی ذکر کا ورد فرما رہے تھے یہاں تک جنگ بدر فتح ہو گئی۔(۲)

جو کچھ اب تک ذکر کیا گیا ہے وہ صفات خدا کے اصول تھے اور دوسری صفات بھی ہیں کہ جن کے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جائے گا۔

قدیم و ابدی: یعنی ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا اس کے لئے آغاز و انتہا نہیں ہے هُوَ الْأَوّلُ و الآخِرُ والظّاهِرُ والباطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيءٍ عَلِيمٌ(۳)''وہ اول و آخر ہے وہ ظاہر و باطن ہے وہ ہر شی کا جاننے والا ہے''۔

---

(۱) نہج البلاغہ خ، ۱۶۰ (۲) تفسیر روح البیان آیۃ الکرسی کے بیان میں۔ (۳) حدید آیۃ ۳

مرید: یعنی وہ صاحب ارادہ ہے وہ اپنے کاموں میں مجبور نہیں ہے وہ جس کام کو بھی انجام دیتا ہے اس کا ہدف اور اس کی حکمت پیش نظر ہوتی ہے (وہ حکیم ہے)

مدرک: ساری چیزوں کو درک کرتا ہے. ساری چیزوں کو دیکھتا ہے اور ہر آواز کو سنتا ہے۔ (وہ سمیع و بصیر ہے)

متکلم: خدا ہواؤں میں آواز پیدا کر سکتا ہے وہ اپنے رسولوں سے گفتگو کرتا ہے اس کی گفتگو زبان و لب و حلق کی محتاج نہیں۔

صادق: یعنی خدا جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے اور عین حقیقت ہے کیونکہ جھوٹ جہل و نادانی کے باعث یا کسی کمزوری کے سبب ہوتا ہے اور خدا ان سے پاک و منزہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ خدا کمال مطلق ہے اور کسی قسم کا نقص و عیب اس کی ذات سے متصف نہیں اور ہم کو اس کی صفات کی شناخت میں بھی اپنے عجز کا اعتراف کرنا چاہئے۔

ذات خدا میں تفکر منع ہے

صفات کے بارے میں جو مختصر بیان تھا اس کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ صفات خدا عین ذات ہیں لہٰذا نہ اس کی ذات اور نہ ہی اس کی صفات میں از حد تفکر کریں کیونکہ از حد تفکر حیرانی اور سرگردانی کا سبب ہے صرف اس کی مخلوقات میں غور خوض کریں۔

قال الامام الباقر علیہ السلام : "تکلموا في خلق اللّٰہ ولا تکلموا فِي اللّٰہ فأنّ الکلام فی اللّٰہِ لا یزاد صاحبۃ الا تحیّراً" خلقت خدا کے بارے میں گفتگو کرو۔ خدا کے بارے میں گفتگو نہ کرو اس لئے کہ خدا کے بارے میں گفتگو صاحب کلام کے حق میں تحیّر کے سوا کچھ اضافہ نہ کرے گا۔

علامہ مجلسی اور دیگر علماء نے کہا ہے کہ ذات وصفات خدا میں تفکر وتکلم سے منع کرنے کا مطلب کیفیت ذات خداوند عالم ہے۔

قال الامام الباقر علیہ السلام: اِیاکم و التفکّر فی اللّٰہ لکن اِذَا أردتم أن تَنظروا اِلیٰ عظمتہ فانظروا اِلیٰ عظیم خلقہ "ذات خدا میں غور وخوض سے پرہیز کرو جب جب بھی اس کی عظمتوں کو دیکھنا چاہو تو اس کی عظیم خلقت (اس دنیا) کو دیکھو"۔(۱)

(۱) اصول کافی باب نہی از کلام در کیفیت حدیث ۱۔۷

سوالات

۱۔ خدا کے قدرت کی نشانیاں کیا ہیں؟

۲۔ قدیم، ابدی، متکلم، صادق کے کیا معنی ہیں؟

۳۔ ذات خدا میں غور و خوض کیوں منع ہے؟

دسواں سبق

صفات سلبیہ

ایک جملہ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ صفات سلبیہ یعنی: خداوند ہر طرح کے عیب ونقص، عوارض نیز صفات ممکنات سے پاک ومنزہ ہے۔ لیکن ان صفات میں بعض پر بحث کی گئی ہے جیسے وہ مرکب نہیں ہے، جسم نہیں رکھتا، قابل رویت نہیں، اس کے لئے زمان ومکان، کوئی ٹھکانہ یا جہت معین نہیں کر سکتے .وہ ہر طرح کے نیاز و احتیاج سے دور ہے، اس کی ذات والا صفات محل حوادث نہیں اور عوارض وتغییر وتبدل کا شکار نہیں ہو سکتی، صفات خداونداس کی عین ذات ہے اس کی ذات مقدس پر اضافہ نہیں ہے۔

سید الاولیاء امیر المومنین ایک خطبہ کی ابتدا میں یوں گویا ہیں "لا یشغلہ شان ولا یغیرہ زمان ولا یحویہ مکان ولا یصفہ لسان" کوئی چیز اس کو اپنے آپ میں مشغول نہیں کر سکتی، زمانہ کا تغییر وتبدل اس میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکتا کوئی مکان اپنے میں سمو نہیں سکتا، کوئی زبان اس کی مدح نہیں کر سکتی۔(۱)

---

(۱) نہج البلاغہ خطبہ، ۱۷۸

دوسری حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ" اِنَّ اللّٰہ تبارک و تعالیٰ لا یُوصف بزمان ولا مکان ولا حرکة ولا انتقال ولا سکون بل ھو خالق الزمان والمکان والحرکة والانتقال تعالی اللّٰہ عما یقول الظالمون علوًا کبیراً" خداوند تعالی کی تعریف وتوصیف زمان و مکان، حرکت وانتقال مکان وسکون کے ذریعہ سے نہیں کی جا سکتی، وہ زمان ومکان نیز حرکت ونقل مکان، ، اور سکون کا خالق ہے، خدا اس سے کہیں زیادہ بلند وبالا ہے جو ظالم اور ستمگر افراد تصور کرتے ہیں۔(۱)

صفات سلبی کی وضاحت

خدا مرکب نہیں ہے یعنی اجزاء ترکیبی نہیں رکھتا کیونکہ ہر مرکب اپنے اجزاء کا محتاج ہوتا ہے جبکہ خدا کسی شی کا محتاج نہیں ہے، وحدانیت کی بحث میں ہم نے یہ بات کہی تھی کہ خدا کمال مطلق ہے، اور اس کے لئے کوئی حد ومقدار نہیں ہیں، لہٰذا اس بات کی جانب ہماری توجہ ضروری ہے کہ جو محدودیت یا احتیاج کا سبب ہے وہ ممکنات سے مخصوص ہے خدا ان سے پاک ومنزہ ہے تعالی اللّٰہ عنه ذلک علواً کبیراً.

خدا جسم نہیں رکھتا اور دکھائی نہیں دے گا

﴿لاَ تُدرِکُهُ الأبصَارُ و هُوَ یُدرِکُ الأبصارَ وَهو اللّطِیفُ الخَبِیر﴾(۲) آنکھیں اس کو دیکھ نہیں سکتی وہ تمام آنکھوں کو دیکھتا ہے وہ لطیف وخبیر ہے

(۱) کتاب بحار الانوار ج۳، ص، ۳۰۹ (۲) سورہ انعام آیہ ۱۰۳

سوال: خدا کو دیکھنا کیوں ناممکن ہے؟

جواب: اس لئے کہ دیکھنے کے جو لوازمات ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی خدا کے لئے ممکن نہیں یعنی خدا کو اگر دیکھنا چاہیں تو ضروری ہے کہ وہ جسم رکھتا ہو جہت اور سمت رکھتا ہو، اجزاء رکھتا ہو اس لئے کہ ہر جسم اجزاء و عوارض جیسے رنگ، حجم اور ابعاد رکھتا ہے، نیز تمام اجسام تغییر و تبدل رکھتے ہیں اور مکان کے محتاج ہیں اور یہ سب ممکنات کی خصوصیات ہیں، اور نیاز و احتیاج کے شکار ہیں خدا ان سے پاک و منزہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ نہ خدا جسم ہے اور نہ ہی دیکھا جا سکتا ہے (اہل سنت کے بعض فرقے اس بات کے قائل ہیں کہ خدا روز محشر مجسم ہوگا اور دکھائی دے گا اس کے ضمن میں ان کی جانب سے بہت ساری باتیں مضحکہ خیز ہیں اور کسی عقل و منطق سے سروکار نہیں رکھتیں۔

امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے: أنّه لَيس مِنّا مَن زعم أنّ الله عزّوجلّ جسم ونحن منه براء في الدنيا والآخرة (۱) جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ خدا جسم و جسمانیت رکھتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور ہم دنیا و آخرت میں ایسے شخص سے دور و بیزار ہیں۔

وہ لامکاں ہے اور ہر جگہ ہے

مادہ سے خالی ایک شئی کی شناخت ان انسانوں کے لئے جو ہمیشہ مادی

(۱) توحید صدوق باب ۶، حدیث ۲۰،

قید خانہ میں اسیر رہے اور اس کے عادی ہو گئے بہت ہی مشکل کام ہے شناخت خدا کا پہلا زینہ اس (خدا) کو صفات مخلوقات سے منزہ جاننا ہے، جب تک ہم خدا کو لا مکان ولا زمان نہ جانیں گے درحقیقت اس کی معرفت ہی حاصل نہیں کر سکتے۔ محل اور مکان رکھنا جسم وجسمانیت کا لازمہ ہے اور ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ وہ جسم نہیں رکھتا وہ ہر جگہ ہے۔

وہ ہر جگہ ہے

﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ والمَغرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ واسِعٌ عَلِيمٌ﴾ (۱) مشرق ومغرب اللہ ہی کے لئے ہے اور تم جس جانب بھی رخ کرو گے خدا وہاں موجود ہے خدا بے نیاز اور صاحب علم وحکمت ہے۔

﴿وَهُوَ مَعَكُم أينَ مَا كُنتُم وَاللّٰهُ بِمَا تَعمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ (۲) تم جس جگہ بھی ہو خدا تمہارے ہمراہ ہے اور جو کچھ تم انجام دیتے ہو اس پر ناظر ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ تبارک وتعالیٰ كان لم ينزل بلا زمان ولا مكان وهو الآن كما كان لا يخلو منه مكان ولا يشغل به مكان ولا يحلّ في مكان (۳) خدا ہمیشہ سے زمان ومکان کے بغیر موجود تھا اور اب بھی ہے، کوئی جگہ اس سے خالی نہیں اور درعین حال کسی جگہ میں قید نہیں اس نے کسی مکان میں حلول نہیں کیا۔

---

(۱) سورہ بقرہ ص ۱۱۵۔ (۲) سورہ حدید آیۃ ۴، (۳) توحید صدوق باب ۲۸، حدیث ۱۲

ایک شخص نے حضرت امام علیؑ سے سوال کیا کہ مولا ہمارا خدا زمین و آسمان کو پیدا کرنے سے پہلے کہاں تھا؟ آپ نے فرمایا: کہاں کا لفظ مکان کے حوالے سے ہے جبکہ وہ اس وقت بھی تھا جب مکان نہیں تھا۔(۱)

خدا کہاں ہے؟

کتاب ارشاد و احتجاج میں ذکر ہے کہ ایک یہودی مفکّر، خلفاء میں سے ایک کے پاس آیا اور سوال کیا کہ آپ جانشین رسول ہیں؟ انھوں نے جواب دیا ہاں اس نے کہا خدا کہاں ہے؟

انہوں نے جواب دیا آسمان میں عرش اعظم پر براجمان ہے اس نے کہا پھر تو زمین اس کے حیطۂ قدرت سے خالی ہے خلیفہ ناراض ہو گئے اور چیخ کر بولے فوراً یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ قتل کرادوں گا، یہودی حیران ہو کر اسلام کا مذاق اڑاتا ہوا باہر نکل گیا۔

جب امیرالمومنین علیہ السلام کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس کو طلب کیا اور فرمایا میں تمہارے سوال اور دیے گئے جواب دونوں سے باخبر ہوں، لیکن میں بتاتا ہوں کہ اس نے مکان کو خلق کیا ہے لہٰذا اس کے لئے یہ نا ممکن ہے کہ وہ خود صاحب مکان ہو اور کسی مکان میں مقید ہو۔

وہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے کہ مکان اس کو اپنے آپ میں سمو لے، کیا تم

---

(۱) سابق حوالہ حدیث ۴

نے اپنی کتابوں میں نہیں پڑھا کہ ایک دن حضرت موسیٰ بن عمران بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک فرشتہ مشرق سے آیا آپ نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے جواب دیا خدا کے پاس تھا اس کے بعد ایک فرشتہ مغرب سے آیا آپ نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے جواب دیا خدا کے پاس تھا اس کے بعد ایک فرشتہ آیا آپ نے سوال کیا کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ساتویں آسمان میں خدا کے پاس تھا اس کے بعد ایک فرشتہ اور آیا اس سے سوال کیا کہاں تھے؟ اس نے کہا زمین کے ساتویں طبق سے خدا کے پاس تھا، اس کے بعد حضرت موسیٰ نے کہا پاک ہے وہ ذات جس کے وجود سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے اور اس کے نزدیک کوئی جگہ دوسری سے نزدیک نہیں۔

یہودی نے کہا کہ: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حق مبین یہی ہے اور آپ پوری کائنات میں سب سے زیادہ وصی رسول خداؐ کی اہلیت رکھتے ہیں۔(۱)

ہم دعا کرتے وقت ہاتھ آسمان کی جانب کیوں بلند کرتے ہیں؟

ہشام بن حکم کہتے ہیں کہ ایک کافر، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ''الرحمن علی العرش استوی'' کی تفسیر جاننی چاہی امام نے دوران تفسیر وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: خدا کسی مخلوق و مکان کا محتاج نہیں بلکہ تمام مخلوقات اس کی محتاج ہیں، اس نے عرض کی تو پھر دعا کرتے وقت

(۱) پیام قرآن نقل جلد ۴، ص ۲۷۴

چاہے ہاتھ آسمان کی جانب رکھیں یا زمین کی طرف اس میں کوئی حرج نہیں ہے، آپ نے فرمایا: یہ موضوع اس کے علم اور احاطہ قدرت میں برابر ہے لیکن خدا نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ دعا کرتے وقت ہاتھوں کو آسمان کی جانب عرش کی طرف بلند کریں کیونکہ معدن رزق وہاں ہے۔ جو کچھ قرآن اور فرمان رسول ہے ہم اس کو پہچاتے ہیں، اس کے بعد فرمایا: اپنے ہاتھوں کو خدا کی طرف بلند کرو اور یہ وہ موضوع ہے جس پر تمام امتوں کا اتفاق ہے۔(۱)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: کہ تم میں سے کوئی بھی جب نماز تمام کرے تو دعا کے لئے ہاتھوں کو آسمان کی جانب بلند کرے پھر دعا کرے، ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا خدا ہر جگہ نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں ہے۔ اس نے کہا پھر ہاتھوں کو آسمان کی طرف کیوں اٹھاتے ہیں، آپ نے فرمایا: تم نے (قرآن مجید میں) نہیں پڑھا آسمان میں تمہاری روزی ہے اور جو کچھ تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ انسان محل رزق کے علاوہ کہاں سے رزق طلب کرے گا محل رزق اور وعدہ الٰہی آسمان ہے۔(۲)

---

(۱) پیام قرآن از بحار الانوار ج ۳، ص ۳۳۰ (۲) پیام قرآن نقل از بحار الانوار ج ۹۰، ص ۳۰۸

سوالات

۱۔صفات سلبیہ سے مراد کیا ہے؟

۲۔خدا کو دیکھنا کیوں ناممکن ہے؟

۳۔یہودی دانشمند جس نے سوال کیا تھا کہ خدا کہاں ہے حضرت امیر نے اس کو کیا جواب دیا؟

۴۔دعا کے وقت ہاتھ آسمان کی جانب کیوں اٹھاتے ہیں؟

گیارہواں سبق

عدل الٰہی

اصول دین کی دوسری قسم عدل سے متعلق ہے، عدل، خدا کے صفات جمالیہ میں سے ایک ہے عدالت الٰہی ایک طرف تو ایمان بہ خدا سے مربوط ہے تو دوسری طرف معاد سے، ایک طرف مسئلہ نبوت وامامت سے تو دوسری طرف سے فلسفہ احکام سے کبھی ثواب وعقاب تو کبھی جبر وتفویض سے اسی بنا پر اصل عدالت کا اقرار یا انکار ممکن ہے کہ تمام اعتقاد اور معرفت کے چہرے کو بدل دے اس کے علاوہ اجتماعی، اخلاقی اور تربیتی مسائل میں بھی عدل الٰہی سے انکار نہیں کیا جا سکتا انہیں خصوصیات کی وجہ سے عدل الٰہی کو اصول دین میں شمار کیا گیا ہے۔

مولائے کائنات نے ایک مختصر اور مفید عبارت کے ذریعہ توحید اور عدل کو ایک جگہ رکھ کر فرمایا: "التوحید ان لا تتوھمه والعدل ان لا تتھمه" توحید وہ ہے جو تمہاری واہمہ سے دور ہے (کیونکہ جو واہمہ میں سما جائے وہ محدود ہے) اور عدل اس چیز کا نام ہے جسے تم متہم نہ کرو (برے کام جو تم انجام دے رہے ہو اسے خدا کی طرف نسبت نہ دو)(۱)

---

(۱) کلمات قصار نہج البلاغہ حکمت ر ۴۷۰

عدل الٰہی پر عقلی دلیل

ظلم قبیح (ناپسند) ہے اور صاحب حکمت خدا کبھی قبیح فعل انجام نہیں دیتا کیونکہ ظلم کے کچھ اسباب ہیں اور خدا ان چیزوں سے منزہ ہے۔

ظلم کے اسباب اور اس کی بنیاد

۱۔ ضرورت: وہ شخص ظلم کرتا ہے جو کسی مقصد تک پہنچنا چاہتا ہے اور وہ مقصد صرف ظلم ہی کے راستے سے ممکن ہے۔

۲۔ جہالت اور نادانی: وہ شخص ظلم کرتا ہے جو ظلم کی برائیوں اور اس کی قباحت سے واقف نہیں ہوتا۔

۳۔ اخلاقی برائی: وہ شخص ظلم کرتا ہے جس کے اندر کینہ، عداوت، حسد خواہشات پرستی ہے۔

۴۔ عجز و ناتوانی: وہ شخص ظلم کرتا ہے جو خطرہ اور نقصان کو اپنے سے دور کرنے سے عاجز ہو اور اپنے مقاصد تک پہنچنے کے لئے ظلم کے علاوہ کوئی راستہ نہ پاتا ہو۔

اس دنیا میں جو بھی ظلم ہوتا ہے انہیں میں سے کسی ایک کی بنا پر ہوتا ہے اگر یہ اسباب نہ پائے جائیں تو کہیں بھی کوئی ظلم نہ ہو اور مذکورہ اسباب میں سے کوئی ایک بھی خدا کے لئے ممکن نہیں ہے کیونکہ خداوند عالم:

الف): غنی ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہے۔

ب): اس کا علم لامحدود ہے اور کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

ج): تمام اچھے صفات کا مالک ہے اور تمام عیوب اور نواقص سے پاک اور پاکیزہ ہے۔

د): لامحدود قدرت کا مالک ہے لہٰذا وہ عادل ہے۔

صحیفہ سجادیہ کی دعا نمبر ۴۵ میں آیا ہے" وعفوک تفضل وعقوبتک عــــدل" بارالٰہا! تیری عفو و بخشش تیرے فضل کا نتیجہ ہے اور تیرا عقاب عین عدالت ہے۔

ائمہ معصومینؑ سے نقل ہے کہ نماز شب کے اختتام پر اس دعا کو پڑھا جائے "وقد علمت یا الھي انّہ لیس فی نقمتک عجلۃ ولا فی حکمک ظلم وإنّما یُعجّل من یخاف الفوت وإنّما یحتاج إلیٰ ظلم الضعیف وقد تعالیت یا الٰھی عن ذلک علواً کبیراً"(۱) "بارالٰہا! میں جانتا ہوں کہ تو عقاب میں جلدی نہیں کرتا اور تیرے حکم میں ظلم نہیں پایا جاتا، جلدی وہ کرتا ہے جو ڈرتا ہے کہ کہیں وقت ہاتھ سے نکل نہ جائے اور ظلم وہ کرتا ہے جو ضعیف اور ناتواں ہوتا ہے اور اے میرے پروردگار تو ان سے کہیں زیادہ بلند و برتر ہے"۔

عدالت خدا کے معانی

عدل کے اس مشہور معنٰی کے علاوہ (کہ خدا عادل ہے اور کسی پر ظلم نہیں کرتا) دوسرے کئی معانی پائے جاتے ہیں۔

---

(۱) مصباح المتہجد شیخ طوسی ص ۱۷۳ (دعاء بعد از نماز شب)

۱۔ خدا عادل ہے یعنی خالق کائنات ہر اس کام سے دور ہے جو مصلحت اور حکمت کے خلاف ہے۔

۲۔ عدل یعنی: تمام لوگ خدا کی نظر میں ایک ہیں تمام جہات سے اور کوئی بھی اس کے نزدیک بلند و بالا نہیں ہے مگر وہ شخص جو تقوی اور اچھے اعمال کے ذریعہ اپنے کو فساد اور نابودی سے بچائے ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ بے شک تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے اور اللہ ہر شی کا جاننے والا اور ہر بات سے باخبر ہے۔(۱)

۳۔ حق کے ساتھ فیصلہ اور جزا: یعنی خداوند عالم کسی بھی عمل کو چاہے وہ کتنا ہی چھوٹا اور حقیر کیوں نہ ہو اس کے بجالانے والے کا حق ضائع نہیں کرتا اور بغیر جزاء کے نہیں رہنے دیتا اور بغیر کسی امتیاز کے تمام لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا ملے گی ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُ﴾ پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے وہ اسے دیکھے گا۔(۲)

۴۔ ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھنا "العادل الواضع كُلّ شيءٍ موضعه" عادل وہ شخص ہے جو ہر چیز کو اس کی جگہ پر قرار دے۔(۳)

خداوند عالم نے تمام مخلوقات کو اس کی مناسبت سے خلق کیا ہے اور اس کے

---

(۱) سورہ حجرات آیہ ۱۳ (۲) سورہ زلزال آیہ ۷ (۳) مجمع البحرین کلمہ عدل

اندر کی چیزیں اسی کے لحاظ سے خلق کی ہیں تمام موجودات عالم میں تعادل وتناسب پایا جاتا ہے "أنبتنا فيها مِن كُلّ شيءٍ موزون "(۱) اور ہر چیز کو معینہ مقدار کے مطابق پیدا کیا ہے۔

ہر کام مقصد کے تحت: یعنی دنیا کی تمام تخلیق کا ایک مقصد ہے اور اس دنیا کو خلق کرنے میں کچھ اسرار ورموز پوشیدہ ہیں اور اس دنیا میں کوئی چیز بیکار وعبث نہیں ہے ﴿ أفَحَسِبتُم انّما خَلقنَاكُم عَبثاً وَ أنّكم إلينَا لا تُرجعُون ﴾ کیا تمہارا خیال یہ تھا کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف پلٹا کر نہیں لائے جاؤ گے (۲)

ان مذکورہ عدالت کے معانی پر اعتقاد اور یقین اور ان میں سے ہر ایک معنی کو اپنی زندگی میں عملی جامہ پہنانے کی وجہ سے بہت سے اخلاقی آثار مرتب ہوں گے عادل عدالت کا خواہاں ہوتا ہے۔

---

(۱) سورہ حجر آیہ ۱۹ (۲) سورہ مومنون آیہ: ۱۱۵

سوالات

۱۔ کیوں عدل کو اصول دین میں شامل کیا گیا ہے؟
۲۔ عدل خدا پر عقلی دلیل کیا ہے؟
۳۔ ظلم کے اسباب کیا ہیں؟
۴۔ عدالت کے معانی بطور خلاصہ بیان کریں؟

بارہواں سبق

مصیبتوں اور آفتوں کا راز (پہلا حصہ)

یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ خدا عادل ہے اور اس کے تمام کام حکمت کی بنیاد پر ہیں کچھ ایسے مسائل ہیں جو واضح نہیں ہو سکے لہٰذا ان کو واضح کر دینا ضروری ہے یعنی آفتیں اور بلائیں، درد و رنج، ناکامی اور شکست، نقائص اور بحران خدا کی عدالت سے کیسے سازگار ہے؟

تھوڑا غور کرنے پر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ تمام حالات عدل الٰہی کے موافق رہے ہیں نہ کہ مخالف، مذکورہ سوالات کے سلسلہ میں دو بہترین جواب دئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ مختصر اور اجمالی ۲۔ تفصیلی

اجمالی جواب: جب عقلی اور نقلی دلیلوں سے ثابت ہو چکا کہ خدا حکیم و عادل ہے اور اس کی تمام تخلیق ہدف اور حکمت کے ساتھ ہے اور یہ کہ خداوند متعال کسی شخص اور کسی کا کبھی بھی محتاج نہیں اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے خلاصہ یہ کہ وہ کوئی بھی کام خلاف حکمت انجام نہیں دیتا، ظلم جو کہ سرچشمۂ جہل اور عاجزی ہے اس کا تصور ذات اقدس

کے لئے ممکن ہی نہیں اس کے باوجود اب اگر ہم مذکورہ حوادث وحالات کے فلسفہ کو نہ سمجھ سکیں تو ہمیں یہ مان لینا چاہئے کہ یہ ہمارے علم کی محدودیت اور اس کا قصور ہے، چونکہ جس نے بھی خدا کو اس کے صفات کی روشنی میں پہچانا اس کے لئے یہ جواب کافی ووافی ہے۔

تفصیلی جواب: ان مصیبتوں کے ذمہ دار خود ہم ہی ہیں۔ انسان کی زندگی میں بہت زیادہ مصیبتیں دامن گیر ہوتی ہیں جس کی اصلی وجہ اور سبب خود وہی ہے اگر چہ اکثر ناکامیوں کا سبب، سستی وکاہلی اور سعی وتلاش کو چھوڑ دینا ہے۔

زیادہ تر بیماریاں شکم پرستی اور ہوائے نفس کی وجہ سے آتی ہیں، بے نظمی ہمیشہ بدبختی کا سبب رہی ہے اور اسی طرح اختلاف وجدائی ہمیشہ مصیبت اور بدبختی کا پیش خیمہ رہے ہیں اور تعجب تو یہ ہے کہ زیادہ تر لوگوں نے علت ومعلول کے رابطہ کو بھلا کر ساری مصیبتوں کا ذمہ دار خدا کو ٹھرایا ہے۔

ان باتوں کے علاوہ بہت سے نقائص اور کمیاں جیسے بعض بچوں کا ناقص الخلقت ہونا (اندھا، بہرا اور گونگا، مفلوج ہونا) والدین کی کوتاہی اور شریعت کے اصول وقوانین کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے ہے، اگر چہ بچہ کا کوئی قصور نہیں لیکن یہ والدین کے جہل اور ظلم کا طبیعی اثر ہے (بحمد اللہ معصوم ہادیوں نے ان نقائص کو روکنے کے لئے کچھ قوانین بتائے ہیں یہاں تک کہ بچے کے خوبصورت اور با استعداد ہونے کے لئے بھی قوانین وآئین بتائے ہیں)۔

اگر والدین نے ان قوانین کی پیروی نہیں کی تو عام سی بات ہے کہ اس نواقص کے ذمہ دار ہوں گے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی خدا کی طرف منسوب نہیں کر سکتے بلکہ یہ ایسی مصیبت ہیں جسے انسان نے خود اپنے یا دوسروں کے لئے پال رکھی ہے۔

قرآن اس جانب اشارہ کرتا ہے: ﴿مَا أَصَابَکَ مِن حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا أَصَابَکَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَفسِکَ﴾ جو بھی نیکیاں (اچھائیاں اور کامیابیاں) تم تک پہونچی ہیں وہ خدا کی جانب سے ہے اور جو بھی برائیاں (بدبختیاں اور ناکامیاں) تمہارے دامن گیر ہوتی ہیں وہ خود تمہاری کرتوتوں کا نتیجہ ہیں۔(۱)

اور دوسری جگہ قرآن فرماتا ہے: ﴿ظَهَرَ الفَسَادُ فِی البَرِّ وَالبَحرِ بِمَا کَسَبَت أَيدِی النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُم يُرجِعُونَ﴾ لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے دریا اور خشکی میں فساد پھیل گیا (لہٰذا) خدا ان کے بعض اعمال کا مزہ انہیں چکھا دینا چاہتا ہے شاید وہ بدل جائیں۔(۲)

ناپسند واقعات اور الٰہی سزائیں

حدیثوں میں بھی متعدد مقامات پر اس طرح ذکر ہوا: انسانوں کے دامن گیر ہونے والی مصیبتوں کا زیادہ تر حصہ گناہوں کی سزا کا ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے: "کلّما أحدث العباد من الذنوب ما لم يکونوا يعملون أحدث لهم من البلاء ما لم يکونوا

(۱) سورہ نساء آیہ ۷۹ (۲) سورہ روم آیہ ۴۱

یعرفون" جب بھی خدا کے بندے ایسے گناہوں کو انجام دیتے ہیں جنہیں کبھی پہلے انجام نہیں دیا تھا تو خدا انہیں نا معلوم اور نئی مصیبتوں میں گرفتار کر دیتا ہے۔(۱)

حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے: "انَّ الرجلَ لیذنب الذنب فیحرم صلاۃ اللیل وانَّ عمل الشّر أسرع فی صاحبه من السکین فی اللحم" کبھی انسان ایسے گناہ کو انجام دیتا ہے جس کے نتیجہ میں نماز شب سے محروم ہو جاتا ہے (کیونکہ) برے عمل کا برا اثر اس کے انجام دینے والے میں اس چاقو سے زیادہ تیز ہوتا ہے جو گوشت کو کاٹنے میں ہوتا ہے۔(۲)

حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں: کسی قوم کی خوشی اور نشاط اسی وقت چھنتی ہے جب وہ برا کام انجام دیتی ہے کیونکہ خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔(۳)

ایک دوسری جگہ امام علیؑ فرماتے ہیں: گناہوں سے دوری اختیار کرو کیونکہ تمام بلائیں اور مصیبتیں، روزی کا کم ہونا، گناہ کی وجہ سے ہے یہاں تک کہ بدن میں خراش کا آنا، ٹھوکر کھا کر گر جانا، مصیبتوں میں گرفتار ہونا، یہ سب گناہ کا نتیجہ ہے، خداوند متعال کا ارشاد ہے: جو بھی مصیبت تم تک آتی ہے وہ تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔

عذاب اور سزا کے عمومی ہونے پر کچھ سوال

بہت سی مصیبتیں اور بلائیں تاریخی شواہد، حدیثوں اور قرآن کی روشنی میں

---

(۱) سابق، ص ۳۵۸ (۲) نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۸ (۳) سورہ نساء ۷۹، بحار الانوار ج ۸۳، ص ۳۵۰ (مزید معلومات کے لئے تفسیر برہان ج ۴، ص ۱۲۷ اور نور الثقلین آیہ ۷۸ کے ذیل میں اور بحار الانوار ج ۷۸، ص ۵۲ کی طرف رجوع فرمائیں)

عذاب اور سزا کے عنوان سے ہوتی ہیں۔

لیکن یہاں پر جو سوال ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ عذاب اور سزاؤں میں گرفتار ہونے والے افراد دو طرح کے ہیں، ظالم اور مظلوم، مومن اور کافر تو آخر سبھی لوگ کیوں عذاب میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو گئے۔؟

جواب: اسلام کی رو سے مظلومین یا مومنین کی مشکلات اور مصیبتیں نہی عن المنکر کو ترک کرنے اور گمراہی و ظالمین کا مقابلہ نہ کرنے کی وجہ سے ہے ﴿اِتقُوا فِتنۃً لاتُصِیبَنَّ الَّذِینَ ظَلَمُوا مِنکُم خَاصۃً﴾ ایسے فتنہ سے بچو جس کے اثرات صرف ظالموں تک ہی نہیں بلکہ سبھی کو گھیر لیتے ہیں۔(۱)

قال رسول اللّٰہ صلیٰ اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم : لتامرنّ بالمعروف ولتنھنّ عن المنکر أو لیعمنکم عذاب اللّٰہ (۲) امر بمعروف اور نہی عن المنکر ضرور انجام دو ورنہ خدا کا عمومی عذاب تم کو بھی گھیر لے گا۔

دوسرا سوال یہ ہے: کبھی ہم دیکھتے ہیں کہ گنہگاروں اور ظالموں کی دنیاوی زندگی بہت اچھی ہے اور انہیں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں، جبکہ ان کے مقابل نیک اور مومن لوگوں کو پریشان حال دیکھتے ہیں آخر ایسا کیوں؟۔

جواب: آیات وروایات کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ ظالموں اور گنہگاروں کو مہلت اور نعمتیں ان کے عذاب کی شدت کا باعث ہے۔

---

(۱) سورہ انفال آیہ ۲۰ (۲) وسائل الشیعہ جلد ۱۱ ص ۴۰۷

﴿وَلا يَحسَبَنَّ الَّذينَ كَفَروا أنَّما نُملي لَهم خَيرٌ لأنفُسِهِم إنَّما نُملي لَهُم لِيَزدادوا إثماً وَ لَهُم عَذابٌ مُهينٌ﴾(۱)

کفار ہرگز اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ اگر ہم نے ان کو مہلت دے دی تو اس میں ان کی بھلائی ہے، ہم نے ان کو اس لئے مہلت دی ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ گناہ کریں، سخت عذاب ان کے انتظار میں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "یابن آدم اِذا رأیتَ ربکَ سبحانه یُتابع علیک نعمة وأنت تعصیه فاحذره" فرزند آدم جب تم یہ محسوس کرنا کہ خدا نافرمانی کے باوجود تم پر نعمتوں کی بارش کر رہا ہے تو اس سے ہوشیار رہنا(۲)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِذا أراد اللّه بعبد خیراً فأذنب ذنباً تبعه بنقمة فیذکره الاستغفار واذا أراد اللّه بعبدٍ شراً فاذنب ذنبا تبعه بنعمة لینسیه الاستغفار ویتمادی به وهو قول اللّه عزّوجلّ (سنستدرجهم من حیث لا یعلمون) بالنعم عند المعاصی "(۳) جب خدا کسی بندہ کی بھلائی اور خوش نصیبی چاہتا ہے تو اس کے گناہ کرنے پر کسی پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے اور اسے استغفار کی طرف متوجہ کرتا ہے، اور جب (نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے) کسی بندہ کی

(۱) سورہ آل عمران آیہ ۱۷۸

(۲) شرح ابن الحدید، ج ۱۹، ص ۲۷۵۔

(۳) اصول کافی ج ۲، باب استدراج، حدیث ۱۔

تباہی و بربادی چاہتا ہے تو اس کے گناہ پر ایسی نعمت دیتا ہے جس سے استغفار کو بھول جائے اور اپنی عادت پر باقی رہ جائے۔

اور یہ وہی چیز ہے جس کے بارے میں خدا کا ارشاد ہے، ہم انہیں آہستہ آہستہ ایسے راستوں سے عذاب کی طرف لے جاتے ہیں کہ ان کو خبر تک نہیں ہو پاتی اور وہ یہ کہ نافرمانی کے موقع پر ہم انہیں نعمت عطا کر دیتے ہیں۔

سوالات

۱۔ ناپسند واقعات کا اجمالی جواب تحریر کریں؟

۲۔ اپنی کمائی ہوئی مصیبتوں سے مراد کیا ہے؟

۳۔ مومنین و مظلومین مشکلات سے کیوں دوچار ہیں حدیث رسول بیان کریں؟

۴۔ عذاب تدریجی کی تعریف کریں؟

تیرہواں سبق

مصائب وبلیات کا فلسفہ (حصہ دوم)

مومنین کے لئے بلاء ومصیبت ان کے علو درجات کے لئے ہے اور کبھی ان کی یاد دہانی اور بیداری کے لئے بعض وقت ان کے گناہوں کا کفارہ ہیں اور یہ سب کی سب چیزیں خدا کی طرف سے مومنین پر لطف ہیں۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "اِنَّ عَظیم الأجرِ لمَع عظیم البلاء وما أحب اللّٰہ قوماً الا ابتلاھم "اجرت کی زیادتی بلاؤں کی کثرت پر ہے اور خدا جس قوم کو دوست رکھتا ہے اس کو بلاؤں میں مبتلاء کرتا ہے۔(۱)

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: "لو یعلم المؤمن ماله فی المصائب من الاجر لتمنی انّه یُقرض بالمقاریض "اگر مومن کو اس بات کا علم ہو جائے کہ آنے والی مصیبت کا اجر کتنا ہے تو وہ اس بات کی تمنا کرے گا کہ اس کو قینچیوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔(۲)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "مَن قَصَّر فی العمل ابتلیٰ بالھم ولا

---

(۱) بحار جلد ۶۷، ص ۲۰۷ (۲) بحار جلد ۸۱، ص ۱۹۲۔

حاجة للّٰه فِیمَن لیس للّٰه فی نفسه وما له نصیب" جس نے اعمال میں کمی کی وہ مشکلات کا شکار ہوا اور جس کے جان و مال میں کسی قسم کا نقصان نہ پایا جائے تو وہ لطف خدا کا مستحق نہیں ہے۔(۱)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ساعات الأوجاعُ یُذهبنَ بساعات الخطایا(۲) مصیبت کی گھڑیاں خطا کے لمحات کو مٹا دیتی ہیں۔(بیماری گناہوں کا کفارہ ہے)۔دوسری جگہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: لا تزال الغموم والهموم بالمؤمن حتی لاتدع له ذنباً (۳) مومن ہمیشہ مصیبت و بلاء میں اس لئے گرفتار رہتا ہے تا کہ اس کے گناہ باقی نہ رہ جائیں۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: المرضُ للمؤمن تطهیرو رحمة و للکافر تعذیب ولعنة وأن المرضَ لا یزال بالمؤمن حتیٰ لا یکون علیه ذنب(۴) مومن کی بیماری اس کی پاکیزگی اور رحمت کا سبب ہے اور کافر کے لئے عذاب و لعنت کا سامان ہے، مومن ہمیشہ بیماری میں مبتلا رہتا ہے تا کہ اس کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:" انّما یُبتلیٰ المؤمن فی الدنیا علیٰ قدر دینه او قال علی حسب دینه" مومن دنیا میں مراتب دین کے تحت مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے۔(۵)

---

(۱)بحار الانوار ج۸۱،ص۱۹۱۔(۳)بحار الانوار جلد ۶۷ باب ابتلاء المومن

(۲)بحار الانوار جلد ۸۱،ص۱۹۱،(۴)بحار الانوار جلد ۸۱،ص ۱۸۳(۵)بحار الانوار ج۸۱،ص۱۹۶۔

دوسری حدیث میں امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: مومن کے لئے چالیس شب نہیں گذرتی کہ اس کے اوپر کوئی بڑی مصیبت آپڑتی ہے تا کہ وہ ہوشیار ہوجائے۔(۱)

قرآن مجید میں کم وبیش ،بیس مقامات پر امتحان الٰہی کے حوالے سے گفتگو ہوئی ہے۔یہ امتحان خدا نے ہم سے آگاہی کے لئے نہیں لیا ہے کیونکہ وہ ابتداء ہی سے ہم سے باخبر ہے بلکہ اس امتحان میں تربیت کا ایک پہلو ہے۔الٰہی امتحانات روح اور جسم کے لئے تکامل کا ذریعہ ہیں اور دوسری طرف امتحان کے بعد جزا وسزا کا استحقاق ہے﴿وَلَنَبلُوَنَّكُم بِشَيءٍ مِنَ الخَوفِ وَالجُوعِ وَنَقصٍ مِنَ الأَموالِ وَالأَنفُسِ وَالثَّمَراتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾(۲)اور ہم یقیناً تمہیں تھوڑے خوف، تھوڑی بھوک اور اموال ونفوس اور ثمرات کی کمی سے آزمائیں گے اور اے پیغمبر! آپ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیدیں۔﴿وَنَبلُوكُم بِالشَّرِّ وَالخَيرِ فِتنَةً وَإِلَينا تُرجَعُونَ﴾ (۳)اور ہم تو اچھائی اور برائی کے ذریعہ تم سب کو آزمائیں گے اور تم سب پلٹا کر ہماری بارگاہ میں لائے جاؤ گے۔

مولائے کائنات نے فرمایا:... ولكنّ اللّهَ يختبر عباده بأنواع الشدائد ويتعبدهم بأنواع المجاهد و يبتليهم بضروب المكاره (۴)

خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کو مختلف سختیوں کے ذریعہ آزماتا ہے اور بندے کو مختلف مشکلوں میں عبادت کی دعوت دیتا ہے اور متعدد پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہے۔

---

(۱)بحار الانوار جلد ۶۷ باب ابتلاء المومن (۲) سورہ بقرہ آیہ ۱۵۵ (۳) سورہ انبیاء آیہ ۳۵ (۴) نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۲

فلسفہ مصائب کا خلاصہ اور نتیجہ

بہتیرے اعتراضات، عدل الٰہی کے سلسلہ میں جہالت اور بلاء و مصیبت کے فلسفہ کو درک نہ کرنے کے باعث ہوئے ہیں مثلاً یہ خیال کریں کہ موت فنا ہے اور اعتراض کر بیٹھیں کہ فلاں شخص کیوں جوانی کے عالم میں مر گیا اور اپنی زندگی کا لطف نہ اٹھا سکا؟ ہم یہ سوچتے ہیں کہ دنیا ابدی پناہ گاہ ہے لہٰذا یہ سوال کرتے ہیں کہ سیلاب اور زلزلے کیوں بہت سارے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں ہے؟ ہماری فکر کے اعتبار سے یہ دنیا آرامگاہ ہے تو پوچھتے ہیں کہ بعض لوگ بے سروسامان کیوں ہیں؟۔

(یہ سارے سوالات) ان لوگوں کی مانند ہیں جو دوران درس اعتراضات کی جھڑ لگا دیتے ہیں کہ چائے کیا ہوئی، کھانا کیوں نہیں لاتے، ہمارا بستر یہاں کیوں نہیں ہے؟ ان سارے سوالوں کے جواب میں صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ درس گاہ ہے مسافر خانہ نہیں۔ درحقیقت گزشتہ سارے اعتراضات کا بہترین راہ حل اس دنیا کو پہچاننا اور موجودات عالم کے مقصد خلقت کو درک کرنا ہے۔

سوالات

۱۔ مومنین دنیا میں مصائب و آلام کے شکار کیوں رہتے ہیں؟

۲۔ خدا اپنے بندوں کا امتحان کیوں لیتا ہے؟

۳۔ فلسفۂ مصائب کا خلاصہ اور نتیجہ بیان کریں؟

چودہواں سبق

اختیار اور میانہ روی

شیعہ حضرات ائمہ معصومینؑ کی اتباع کی بنا پر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مشیت الٰہی کے باوجود انسان اپنے کام میں صاحب اختیار ہے۔

کسی کام میں اختیار، ارادہ، انتخاب ان سب کا ہونا ایک نا قابل انکار شئی ہے اس کے باوجود بعض لوگوں نے اپنے ضمیر اور فطرت کی مخالفت کرتے ہوئے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بعض افراد اس کے مقابل میں تفویض کے قائل ہو گئے۔

آخر کار: اس بحث میں تین نظریہ قائم ہوئے ہیں۔

۱۔ جبر و بے اختیار: اس نظریہ کے قائل افراد کہتے ہیں کہ انسان اپنے کاموں میں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتا۔ اور انسان کسی ماہر فن کے ہاتھ میں بے شعور اوزار کی طرح ہے، اور جو کچھ بھی معرض وجود میں آتا ہے وہ مشیت خدا ہے۔

۲۔ تفویض یا آزادی: اس نظریہ کے معتقد افراد کا کہنا ہے کہ خدا نے انسانوں کو خلق کر کے اور دل و دماغ کی قوت بخش کے انہیں ان کے کاموں میں مکمل

اختیار دے دیا ہے لہٰذا ان کے افعال و کردار میں خدا کا کوئی دخل نہیں اور قضا وقدر کا بھی کوئی اثر نہیں ہے۔

۳۔اختیار یا میانہ روی۔ نہ جبر نہ تفویض بلکہ اختیار او رامر بین الامرین (میانہ روی)

عقیدۂ اختیار

اہل تشیع نے اس عقیدہ کو ائمہ معصومین علیہم السلام کے ارشادات کی روشنی میں اختیار کیا ہے، یعنی انسانوں کے کام خود اس کی ذات سے مربوط ہیں اور وہ صاحب اختیار ہے لیکن خواستہ الٰہی بھی اس کے شامل حال ہے اور قضاء وقدر الٰہی کا اثر بھی ہے۔ جس طرح تمام موجودات کا وجود خدا کے وجود کی بنا پر ہے اور ہر صاحب قدرت کی قوت اور ہر صاحب علم کا علم مرہون لطف الٰہی ہے اسی طرح سے ہر صاحب اختیار کا ارادہ اور اختیار خدا کے ارادے اور اختیار کے سایہ میں جنم لیتا ہے۔ اسی لئے جب انسان کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو یہ اختیار اور قدرت خدا کی طرف سے ہے یا یوں کہا جائے کہ ارادہ وقدرت خداوندی کے سایہ میں انسان کسی کام کا ارادہ کرکے اس کو انجام دے سکتا ہے اور یہی معنی ہیں۔﴿وما تشاؤن الا أن يشاء الله رب العالمين﴾(۱)"تم لوگ کچھ نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ عالمین کا پروردگار خدا چاہے"(یعنی تمہارا ارادہ خدا کی چاہت ہے نہ یہ کہ تمہارا کام خدا کی درخواست اور ارادہ کی وجہ سے ہے۔(۲)

(۱)سورہ تکویر آخری آیہ (۲) گم شدہ شما۔ محمد یزدی

عقیدہ اختیار اور احادیث معصومین علیہم السلام

احمد بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا مولا بعض لوگ جبر اور ''تفویض'' اختیار مطلق کے قائل ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا لکھو!

قال علی ابن الحسین قال عز وجل: ''یا بن آدم بمشیتی کنت انت الذی تشاء بقوتی ادیت الی فرائضی وبنعمتی قویت علی معصیتی جعلتک سمیعاً بصیراً ما أصابکَ من حسنة فمِن اللّٰہ وما أصابکَ من سیئةٍ فمن نفسک وذلکَ أنّی أولیٰ بحسناتکَ منکَ وأنت أولیٰ بسیئاتک منی وذلکَ أنّی لاأسئل عماأفعل وھم یُسئلون قد نظمت لکَ کلّ شیءٍ تُرید''

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند کریم کا فرمان ہے کہ اے فرزند آدم! تم ہمارے خواہش کے تحت ارادہ کرتے ہو اور ہماری دی ہوئی طاقت سے ہمارے واجبات پر عمل کرتے ہو اور ہماری عطا کردہ نعمتوں کے ناجائز استعمال سے گناہ و معصیت پر قدرت حاصل کرتے ہو ہم نے تم کو سننے اور دیکھنے والا بنایا جو بھی نیکی تم تک پہنچے وہ خدا کی جانب سے ہے اور جو بھی برائی وجود میں آئے اس کے ذمہ دار تم ہو کیونکہ میں تمہاری نیکیوں کے سلسلہ میں تم سے زیادہ حق دار ہوں اور تم اپنی برائی کے بابت مجھے سے زیادہ مستحق ہو کیونکہ میں کچھ بھی انجام دوں گا جواب دہ نہیں

ہوں گا لیکن وہ جواب وہ ہوں گے تم نے جو کچھ سوچا ہم نے تمہارے لئے مہیا کر دیا۔(۱)

ایک صحابی نے امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا کہ کیا خدا نے اپنے بندوں کو ان کے اعمال پر مجبور کیا ہے۔ امام نے فرمایا: "اللّهُ أعدل مِن أن يجبر عبداً عليٰ فعلٍ ثمّ يعذّبه عليه" خدا عادل مطلق ہے اس کے لئے یہ بات روا نہیں کہ وہ بندوں کو کسی کام پر مجبور کرے پھر انہیں اسی کام کے باعث سزا دے۔(۲)

دوسری حدیث میں امام رضا علیہ السلام نے جبر و تفویض کی تردید کی ہے اور جس صحابی نے یہ سوال کیا تھا کہ کیا خدا نے بندوں کو ان کے اعمال میں مکمل اختیار دیا ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا تھا۔

"اللّه أعدلُ وأحكم من ذلک" خدا اس سے کہیں زیادہ صاحب عدل وصاحب حکمت ہے کہ ایسا فعل انجام دے۔(۳)

جبر واختیار کا واضح راہ حل

عمومی فکر اور عالمی فطرت، دونوں اختیار پر ایک واضح دلیل ہیں اور اختیار وجبر کے معتقدین بھی، عملی میدان میں آزادی اور اختیار ہی کو مانتے ہیں لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ!

(۱) اصول کافی باب امر بین الامرین حدیث ۱۲

(۲) بحار الانوار ج ۵ ص ۵۱

(۳) اصول کافی باب امر بین الامرین حدیث ۳

۱۔تمام لوگ اچھائی کرنے والوں کی مدح اور تحسین کرتے ہیں اور برائی کرنے والے کی تحقیر اور توہین کرتے ہیں ،اگر انسان مجبور ہوتا اور اس کے اعمال بے اختیار ہوتے تو مدح و تحسین ،تحقیر و توہین کوئی معنی نہیں رکھتی۔

۲۔سبھی لوگ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں کوشش کرتے ہیں اگر انسان مجبور ہوتا تو تعلیم و تربیت کا کوئی مقصد نہیں باقی رہتا ہے۔

۳۔کبھی انسان اپنے ماضی سے شرمندہ ہوتا ہے اور اس بات کا ارادہ کرتا ہے کہ ماضی کے بحرانی آئینہ میں مستقبل کو ضرور سنوارے گا ،اگر انسان مجبور ہوتا تو ماضی سے پشیمان نہ ہوتا اور مستقبل کے لئے فکر مند نہ ہوتا۔

۴۔پوری دنیا میں مجرموں پر مقدمہ چلایا جاتا ہے اور ان کو کیفر کردار تک پہنچایا جاتا ہے اگر وہ لوگ اپنے کاموں میں مجبور تھے تو ان پر مقدمہ چلانا یا سزا دینا سراسر غلط ہے۔

۵۔انسان بہت سارے کاموں میں غور وخوض کرتا ہے اور اگر اس کی پرواز فکر کسی نتیجہ تک نہیں پہنچ پاتی تو دوسرے افراد سے مشورہ کرتا ہے۔اگر انسان مجبور ہوتا تو غور و فکر اور مشورت کا کوئی فائدہ نہیں ہے(۱)

(۱)تفسیر نمونہ جلد ۲۶ص،۶۳ خلاصہ کے ساتھ۔"عدالت کے سلسلہ میں ان کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اصول کافی،نہج البلاغہ،پیام قرآن،تفسیر نمونہ،اصول عقائد"

سوالات

۱۔ جبر وتفویض اور عقیدہ اختیار کی تعریف کریں؟

۲۔ انسان کے مختار ہونے کے بارے میں شیعہ عقیدہ کیا ہے؟

۳۔ عقیدۂ اختیار کے بارے میں سید سجادؑ کی حدیث پیش کریں؟

۴۔ عقیدۂ جبر واختیار کا کوئی واضح راہ حل بیان کریں؟

پندرہواں سبق

نبوت عامہ (پہلی فصل)

اصول دین کی تیسری قسم نبوت ہے توحید وعدل کی بحث کے بعد انسان کی فطرت ایک رہبر ورہنما اور معصوم پیشوا کی ضرورت محسوس کرتی ہے۔

یہاں وحی، حاملان وحی اور جو افراد لوگوں کو سعادت وکمال تک پہنچاتے ہیں ان کی شناخت کے سلسلہ میں بحث کی جائے گی۔

اس بحث میں سب سے پہلے انسان کو وحی کی ضرورت اور بعثت انبیاء کے اغراض ومقاصد نیز ان کی صفات وخصوصیات بیان کیے جائیں گے جس کو علم کلام کی زبان میں نبوت عامہ کہتے ہیں۔

اس کے بعد پیغمبر اسلام کی نبوت اور ان کی خاتمیت کی بحث ہوگی کہ جس کو نبوت خاصہ کہتے ہیں۔

وحی اور بعثت انبیاء کی ضرورت

۱) مخلوقات کو پہچاننے کے لئے بعثت لازم ہے۔

اگر انسان کائنات کو دیکھے تو وہ اس بات کو قبول نہیں کرے گا کہ دنیا کی

خلقت بغیر ہدف ومقصد کے ہوئی ہے گزشتہ بحث میں یہ بات گذر چکی ہے کہ خدا حکیم ہے اور عبث وبیکار کام نہیں کرتا۔ کائنات کا نظم، موجودات عالم کا ایک ساتھ چلنا بتاتا ہے کہ تخلیق کا کوئی معین ہدف ومقصد ہے لہٰذا یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ:

۱۔ خدا نے اس دنیا کو کس لئے پیدا کیا اور ہماری خلقت کا سبب کیا ہے؟

۲۔ ہم کس طرح سے اپنے مقصد تخلیق تک پہنچیں، کامیابی اور سعادت کا راستہ کون سا ہے اور اسے کس طرح سے طے کریں۔؟

۳۔ مرنے کے بعد کیا ہوگا کیا موت فنا ہے یا کوئی دوسری زندگی؟ موت کے بعد کی زندگی کیسی ہوگی؟ ان سارے سوالوں کے جواب کے لئے ضروری ہے کہ کوئی خدا کی جانب سے آئے جو سبب خلقت اور راہ سعادت کی نشان دہی کرے اور موت کے بعد کی زندگی کی کیفیت کو ہمارے سامنے اجاگر کرے، انسان اپنی عقل کے ذریعہ دنیوی زندگی کے مسائل حل کر لیتا ہے، لیکن سعادت وکمال تک پہنچنے سے مربوط مسائل اور موت کے بعد کی زندگی اور اخروی حیات جو موت کے بعد شروع ہوگی یہ سب اس کے بس کے باہر ہے۔

لہٰذا اس حکیم خدا کے لئے ضروری ہے کہ وہ معصوم نبیوں کو ان تمام مسائل کے حل اور کمال تک پہنچنے کے لئے اس دنیا میں بھیجے۔

ہشام بن حکم کہتے ہیں کہ ایک لا مذہب شخص نے امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ بعثت انبیاء کی ضرورت کو کیسے ثابت کریں گے۔؟

آپ نے فرمایا: ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ہمارے پاس ایسا خالق ہے جو تمام مخلوقات سے افضل واعلیٰ، حکیم وبلند مقام والا ہے چونکہ لوگ براہ راست اس سے رابطہ نہیں رکھ سکتے لہٰذا ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ وہ اپنی مخلوقات میں رسولوں کو مبعوث کرتا ہے جو لوگوں کو ان کے فائدے اور مصلحت کی چیزوں کو بتاتے ہیں اور اسی طرح ان چیزوں سے بھی آگاہ کرتے ہیں جو انسان کی بقاء کے لئے ضروری ہیں اور ترک میں فنا و نابودی ہے، لہٰذا یہ بات ثابت ہو چکی کہ جو خدا کی جانب سے لوگوں کے درمیان حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے ہیں، انہیں کو پیغمبر کہا جاتا ہے۔(۱)

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: جبکہ وجود انسان میں مختلف خواہشات اور متعدد رمزی قوتیں ہیں، مگر وہ چیز جو کمال تک پہنچا سکے اس کے اندر نہیں پائی جاتی اور چونکہ خدا دکھائی نہیں دیتا اور لوگ اس سے براہ راست رابطہ نہیں رکھ سکتے، لہٰذا اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ خدا پیغمبروں کو مبعوث کرے جو اس کے احکام کو بندوں تک پہنچائیں اور بندوں کو اچھائیوں کا حکم دیں اور برائیو سے بچا سکھائیں۔(۲)

۲)انسان کے لئے قانون تکامل لانے کے لئے پیغمبر کی ضرورت۔

انسان کو اپنے مقصد خلقت جو کہ کمال واقعی ہے اس تک پہنچنے کے لئے کچھ قانون گذار افراد کی ضرورت ہے جو ان شرائط کا حامل ہو۔

---

(۱)اصول کافی کتاب الحجہ باب اضطرار الی الحجہ حدیث ۱،

(۲)بحار الانوار جلد ۱۱، ص ۳۰

۱۔انسان کو مکمل طریقہ سے پہچانتا ہو اور اس کے تمام جسمانی اسرار و رموز اس کے احساسات وخواہشات ارادے وشہوات سے مکمل آگاہ ہو۔

۲۔انسان کی تمام صلاحیت، اس کے اندر پوشیدہ خصوصیات اور وہ کمالات جو امکانی صورت میں پائے جاسکتے ہیں سب سے باخبر ہو۔

۳۔انسان کو کمال تک پہنچانے والے تمام اصولوں کو جانتا ہو راہ سعادت میں آڑے آنے والی تمام رکاوٹوں سے آگاہ ہو، اور شرائط کمال سے باخبر ہو۔

۴۔کبھی بھی اس سے خطا، گناہ اور نسیان سرزد نہ ہو۔ اس کے علاوہ وہ نرم دل مہربان، شجاع ہو اور کسی بھی قوت سے مرعوب نہ ہو۔

۵۔لوگوں سے کسی قسم کی منفعت کی توقع نہ رکھتا ہو تا کہ اپنی ذاتی منفعت سے متاثر ہو کر لوگوں کے لئے خلاف مصلحت قانون تیار کردے۔

جس کے اندر مذکورہ شرائط پائے جاتے ہوں وہ بہترین قانون گذار ہے کیا آپ کسی ایسے شخص کی نشان دہی کرسکتے ہیں جو جرأت کے ساتھ اس بات کا دعوی کر سکے کہ میں انسان کے تمام رموز واسرار سے واقف ہوں، اس کے برخلاف تمام علمی شخصیتوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ہم ابھی تک انسان کے اندر پائے جانے والے بعض رموز تک پہنچ بھی نہیں سکے ہیں۔ اور بعض نے انسان کو لاینحل معمہ بتایا ہے کیا آپ کی نظر میں کوئی ایسا شخص ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے انسان کے تمام کمالات کو سمجھ لیا ہے۔ اور کمال تک پہنچنے والے تمام شرائط وموانع کو جانتا ہوں۔ کیا

کوئی ایسا ہے جس سے کسی بھی خطا کا امکان نہ پایا جاتا ہو۔؟

یہ بات بالکل مسلّم ہے کہ اگر دنیا میں تلاش کریں تب بھی کسی کو نہ پائیں گے جس میں مذکورہ تمام شرائط پائے جاتے ہوں یا بعض شرطیں ہوں، اس کی سب سے بڑی دلیل مختلف مقامات پر متعدد قوانین کا پایا جانا ہے۔ لہٰذا ہم اس نتیجہ تک پہنچتے ہیں کہ بہترین قانون بنانے والا صرف اور صرف خدا ہے جو انسان کی خلقت کے تمام اسرار و رموز سے واقف ہے، صرف وہ ہے جو دنیا کے ماضی، حال، مستقبل کو جانتا ہے۔ فقط وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے اور لوگوں سے کسی چیز کی توقع نہیں رکھتا وہ خدا ہے جو سب کے لئے شفیق و مہربان ہے اور انسانوں کے کمال تک پہنچنے کے تمام شرائط کو جانتا ہے۔

لہٰذا صرف خدا یا وہ افراد جو براہ راست اس سے رابطہ میں ہیں، وہی لوگ قانون بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اصول و قانون کو صرف مکتب انبیاء اور مرکز وحی سے سیکھنا چاہئے۔

قرآن نے اسی حقیقت کی جانب اشارہ کیا ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ﴾ (۱) اور ہم نے ہی انسان کو خلق کیا ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ اس کا نفس کیا کیا وسوسے پیدا کرتا ہے۔

﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّن

---

(۱) سورہ ق آیہ: ۱۶

شیء﴾(۱) اوران لوگوں نے واقعی خدا کی قدر نہیں کی جب کہ یہ کہہ دیا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ بھی نہیں نازل کیا۔

نتیجہ بحث

﴿اِن الحکم اِلا للّٰہِ﴾(۲) حکم صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

سوالات

۱۔ سبب خلقت کو سمجھنے کے لئے بعثت انبیاء کیوں ضروری ہے؟

۲۔ کیا انبیاء کا مبعوث ہونا ضروری ہے حدیث امام صادقؑ نقل کریں؟

۳۔ بعثت کے لازم ہونے پر امام رضا علیہ السلام نے کیا فرمایا؟

۴۔ قانون گذار کے شرائط کو بطور خلاصہ بیان کریں؟

---

(۱) سورہ انعام آیۃ: ۹۱

(۲) سورہ انعام آیۃ: ۵۷

سولھواں سبق

نبوت عامہ (دوسری فصل)

ہدایت تکوینی اور خواہشات کا اعتدال

انبیاء کی بعثت کا مقصد، خواہشات کا اعتدال اور فطرت کی جانب ہدایت کرنا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان خواہشات اور فطرت کے روبرو ہے اور ان میں سے ہر ایک کی اپنی ضرورت ہے۔

خواہشات، انسان کے اندر مادی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہوتے ہیں اور فطرت انسان کو حیوانیت سے نکال کر کمال واقعی تک پہنچاتی ہے اگر فطرت کی ہدایت کی جائے تو انسان کمال کی بلندیوں تک پہنچ جائے گا، ورنہ خواہشات سے متاثر ہوکر ذلت کی پاتال میں غرق ہو جائے گا لہٰذا ضروری ہے کہ خواہشات معتدل رہیں اور فطرت کی ہدایت ہو اور بغیر کسی شک وتردید کے اس اہم عہدہ کا ذمہ دار وہی ہوسکتا ہے جو انسان کے اندر کے اسرار ورموز سے مکمل باخبر ہو۔

خواہشات کے اعتدال کی راہ، نیز فطرت کی راہنمائی سے مکمل آگاہ و باخبر ہو یہ بات ہم عرض کر چکے ہیں کہ دانشمندوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ

انسان اسرار و رموز کا معمہ ہے۔

نتیجہ: انسان کا پیدا کرنے والا جو کائنات کا بھی مالک ہے صرف وہی تمام خصوصیات سے باخبر ہے اس کے لطف و کرم کا تقاضا ہے کہ نعمتوں کی تکمیل اور انسان کو کمال کی بلندیوں تک پہنچنے کے لئے ایسے انبیاء کو مبعوث کرے جو براہ راست اس سے وحی کے ذریعہ منسلک ہیں تا کہ انسان کی ہدایت ہو سکے۔

بعثت انبیاء کا مقصد

انبیاء کے عنوان سے قرآن نے چند اصول بیان کئے ہیں۔

۱۔ ﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِنهُم يَتلُوا عَلَيهِم آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِم وَيُعَلِّمُهُمُ الكِتَابَ وَالحِكمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾(۱) اس نے مکہ والوں میں ایک رسول بھیجا ہے جو انہیں میں سے تھا تا کہ ان کے سامنے آیات کی تلاوت کرے ان کے نفسوں کو پاکیزہ بنائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے، اگر چہ یہ لوگ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے اس میں کوئی شک نہیں کہ سب سے پہلا زینہ جو انسان کے مادی و معنوی کمال تک رسائی کا سبب ہے وہ علم ہے اور علم کے بغیر کمال تک پہنچنا ناممکن ہے۔

مذکورہ آیت میں علم سے مراد مادی علوم نہیں ہیں کیونکہ مادی علوم دنیا میں آرام و آسائش کی ضمانت لیتے ہیں اور انبیاء انسان کی سعادت کے لئے دنیوی و اخروی دونوں

(۱) سورہ جمعہ آیہ: ۲

زندگیوں کی ضمانت لیتے ہیں۔

خدا کی عبادت اور طاغوت سے اجتناب ومقابلہ ﴿وَلَقَد بَعَثنا فِي كُلِّ أُمةٍ رَسُولاً أَنِ اعبُدُوا اللهَ وَاجتَنبُوا الطَّاغُوت...﴾(۱) "اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا ہے کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو"۔

۲۔عدالت وآزادی دلانا۔﴿لَقَدْ أَرسَلنَا رُسُلَنَا بِالبَيِّنَاتِ وَأَنزَلنَا مَعَهُمُ الكِتابَ وَالمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالقِسطِ﴾(۲)

بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب ومیزان کو نازل کیا ہے تا کہ لوگ انصاف کے ساتھ قیام کریں۔اصل مقصد وہ تمام اصول جنہیں پیغمبروں کے مبعوث ہونے کا سبب بتایا گیا ہے تمام کے تمام انسان کو کمال تک پہنچانے کے لئے ہیں۔

یعنی انبیاء کے آنے کا اصل مقصد بندوں کو خدا پرست بنانا ہے اور یہ اللہ کی بامعرفت عبادت کے ذریعہ ہی میسّر ہے اور انسان کی خلقت کا اصل مقصد بھی یہی ہے ﴿وَمَا خَلَقتُ الجِنَّ وَالانسَ اِلّا لِيَعبُدُونَ﴾(۳) "ہم نے جنات وانسان کو نہیں خلق کیا مگر یہ کہ وہ میری عبادت کریں"۔

پیغمبروں کے پہچاننے کا طریقہ

لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیاء کا مبعوث ہونا اس بحث کے بعد اب یہ بات

(۱) سورہ نحل آیہ:۳۶

(۲) سورہ حدید آیہ:۲۵ (۳) سورہ ذاریات،۵۶

سامنے آتی ہے کہ ہم کیسے پہچانیں کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔؟

اگر کوئی کسی منصب یا عہدے کا دعویٰ کرے جیسے، سفیر، مجسٹریٹ، یا ڈی ایم، یا اس جیسا کوئی اور ہو جب تک وہ اپنے دعویٰ پر زندہ تحریر پیش نہ کرے کوئی بھی اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرے گا۔

مقام رسالت اور سفیران الٰہی کا دعویٰ کرنے والوں کی تو بات ہی دیگر ہے نبوت ورسالت سے بلند مرتبہ اور کیا شی ہو سکتی ہے؟ ایک انسان دعویٰ کرے کہ اللہ کا سفیر ہوں اور خدا نے مجھے زمین پر اپنا نمایندہ بنا کر بھیجا ہے لہٰذا سبھی کو چاہئے کہ میری اتباع کریں۔

فطرت کسی بھی شخص کو بغیر کسی دلیل کے دعویٰ کو قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتی، تاریخ گواہ ہے کہ کتنے جاہ طلب افراد نے سادہ دل انسانوں کو دھوکا دے کر نبوت ورسالت کا دعویٰ کیا ہے، اسی لئے علماء علم کلام نے پیغمبروں کو پہچاننے کے لئے راستے اور طریقے معین کئے ہیں، ان میں سے ہر ایک پیغمبروں کو پہچاننے اور ان کی حقانیت کے لئے زندہ دلیل ہے۔

پہلی پہچان: معجزہ ہے علماء کلام اور دیگر مذاہب کا کہنا ہے کہ معجزہ ایسے حیرت انگیز اور خلاف طبیعت کام کو کہتے ہیں کہ جسے نبوت کا دعویٰ کرنے والا اپنے اور خدا کے درمیان رابطہ کو ثابت کرنے کے لئے انجام دیتا ہے اور تمام لوگوں کو اس کے مقابلہ کے

لئے چیلنج کرتا ہے اور ہر شخص اس جیسا فعل انجام دینے سے قاصر ہے لہٰذا معجزہ کے تین رخ ہیں۔

۱۔ ایسا کام جو انسانوں کی طاقت سے حتیٰ نوابغ دہر کی بس سے باہر ہو۔

۲۔ معجزہ نبوت و رسالت کے دعوی کے ساتھ ہو اور اس کا عمل اس کے دعوی کے مطابق ہو۔

۳۔ دنیا والوں کے لئے اس کا مقابلہ کرنا ''اس کے مثل لانا'' ممکن نہ ہو سبھی اس سے عاجز ہوں۔

اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک چیز نہیں پائی جاتی تو وہ معجزہ نہیں ہے

ابوبصیر کہتے ہیں کہ ہم نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ، اللہ نے انبیاء و مرسلین اور آپ ''ائمہ'' کو معجزہ کیوں عطا کیا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: تاکہ منصب کے لئے دلیل قرار پائے اور معجزہ ایسی نشانی ہے جسے خدا اپنے انبیاء، مرسلین اور اماموں کو عطا کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ جھوٹے اور سچے کی پہچان ہو سکے۔(۱)

---

(۱) بحار الانوار جلد ۱۱ ص ۷۱

سوالات

۱۔ فطرت کی راہنمائی اور خواہشات کے میانہ روی کے لئے انبیاء کا ہونا کیوں ضروری ہے؟

۲۔ قرآن کی نظر میں پیغمبروں کی بعثت کا مقصد کیا ہے؟

۳۔ پیغمبروں کے پہچاننے کا راستہ کیا ہے؟

۴۔ معجزہ کیا ہے اور اس کے شرائط کیا ہیں بیان کریں؟

سترہواں سبق

نبوت عامہ (تیسری فصل)

جادو، سحر، نظر بندی اور معجزہ میں فرق!

جب کبھی معجزہ کے بارے میں بات کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ معجزہ ایک ایسے حیرت انگیز فعل کا نام ہے جو ہر ایک کے بس میں نہیں ہے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معجزہ، جادو، سحر نیز نظر بند کرنے والوں کے حیرت انگیز کرتبوں میں کیسے فرق قائم کیا جائے۔

جواب: معجزہ اور دوسرے خارق العادت کاموں میں بہت فرق ہے۔

۱۔ نظر بندی اور جادوگری ایک قسم کی ریاضت کا نام ہے اور جادوگر استاد سے جادو سیکھتا ہے لہٰذا ان کے کرتب مخصوص ہیں جو انھوں نے سیکھا ہے وہ فقط اسی کو انجام دے سکتے ہیں اس کے علاوہ کسی کام کو انجام نہیں دے سکتے لیکن نبی و رسول معجزے کو کسی استاد سے نہیں سیکھتے، لیکن پھر بھی معجزے کے ذریعہ ہر کام انجام دے سکتے ہیں جیسا کہ حضرت صالح سے پہاڑ سے اونٹ نکالنے کو کہا گیا انہوں نے نکال دیا، جب حضرت مریم سے بیٹے کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرت عیسیٰ جو کہ گہوارے میں

ابھی چند دن کے تھے فرماتے ہیں:

﴿قالَ اِنّي عَبدُاللّٰهِ آتٰنیَ الکِتَابَ وَ جَعلَنی نَبِیّاً﴾ " میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنا کر بھیجا ہے"۔(۱)

یا جب رسول اکرمؐ سے معجزہ کی مانگ کی گئی تو پتھروں نے آنحضرت کے دست مبارک پر آ کر ان کے رسالت کی گواہی دی۔

۲۔ جادوگروں یا شعبدہ بازوں کے کرتب زمان و مکان اور خاص شرائط میں محدود ہیں اور مخصوص چیزوں کے وسیلوں کے محتاج ہیں، لیکن پیغمبروں ورسولوں کے معجزے چونکہ ان کا سرچشمہ خدا کی لامتناہی قدرت ہے لہٰذا کوئی محدودیت نہیں ہے وہ کبھی بھی کوئی بھی معجزہ پیش کر سکتے ہیں۔

۳۔ جادوگروں اور نظر بندوں کے کام زیادہ تر مادی مقصد کے پیش نظر انجام پاتے ہیں (چاہے پیسوں کی خاطر ہو یا لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے یا دوسرے امور کے لئے) لیکن انبیاء کا مقصد متدین افراد کی تربیت اور معاشرہ کو نمونہ بنانا ہے۔ اور وہ لوگ (انبیاء و مرسلین) کہتے تھے ﴿وَمَآ أَسئَلُکُم عَلَیهِ مِنْ أَجرٍ اِن أَجرِیَ اِلَّا علیٰ رَبِّ العَالمِینَ﴾(۲) "اور میں تم سے اس کی کوئی اجرت بھی نہیں چاہتا ہوں اس لئے کہ میرا اجر تو عالمین کے رب کے ذمہ ہے"۔

۴۔ جادوگروں اور شعبدہ بازوں کے کرتبوں کا مقابلہ ممکن ہے یعنی دوسرے

(۱) سورہ مریم آیۃ: ۳۰

(۲) سورہ شعراء آیۃ: ۱۸۰، ۱۶۴، ۱۴۵، ۱۲۷، ۱۰۹

بھی اس جیسا فعل انجام دے سکتے ہیں، لیکن پیغمبروں کے معجزہ کی طرح کوئی غیر معصوم شخص انجام نہیں دے سکتا۔

ہر پیغمبر کا معجزہ مخصوص کیوں تھا؟

جبکہ ہر نبی ہر حیرت انگیز کام کو انجام دے سکتا تھا اور ان میں سے ہر ایک کے پاس متعدد معجزے تھے مگر ایک ہی کو زیادہ شہرت ملی۔

ابن سکیت نامی ایک مفکر نے امام ہادی علیہ السلام سے پوچھا: کیوں خدا نے موسیٰ بن عمران کو ید بیضا اور جادوگروں جیسا معجزہ دیا؟ حضرت عیسیٰ کو مریضوں کو شفا دینا اور مردوں کو زندہ کرنے والا معجزہ عطا کیا؟ اور رسول اسلام کو قران جیسے حیرت انگیز کلام کے مجموعے کے ساتھ لوگوں میں بھیجا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب خدا نے حضرت موسیٰ کو مبعوث کیا تو ان کے زمانے میں جادو کا بول بالا تھا لہٰذا خدا نے اس زمانے جیسا معجزہ دیا چونکہ اس کا مقابلہ کرنا کسی کے بس میں نہیں تھا اور اپنے معجزہ کے ذریعہ جادوگروں کے جادو کو شکست دی اور ان پر حجت تمام کی۔

جب جناب عیسیٰ لوگوں کی ہدایت کے لئے آئے تو اس وقت حکمت وطبابت کا شہرہ تھا لہٰذا خدا کی جانب سے اس زمانے کے مطابق معجزہ لے کر آئے اور اس کا مقابلہ کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں تھا، انھوں نے مردوں کو زندہ کر کے اور مریضوں کو شفا دے کر، نابینا کو آنکھ عطا کر کے جذام کو دور کر کے تمام لوگوں پر حجت

تمام کی۔

جب نبی کریمؐ مبعوث برسالت ہوئے تو اس وقت فصاحت وبلاغت کا سکہ چل رہا تھا خطبہ اور انشاء اس وقت کے سکۂ رائج الوقت اور مقبول عام تھے نبی اکرمؐ نے خدا کی جانب سے ان کو موعظہ ونصیحت کے حوالے سے گفتگو کی جس کا مقابلہ کرنا لوگوں کی سکت میں نہیں تھا، اپنے مواعظ ونصائح کو قرآنی پرتو میں پیش کیا اور باطل خیالات کو نقش برآب کردیا۔

دوسری پہچان۔ انبیاء کی شناخت کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جس نبی کی نبوت دلیل کے ذریعہ ثابت ہو چکی ہو وہ اپنے آنے والے نبی کے نام اور خصوصیات کو لوگوں کے سامنے پیش کرے جیسا کہ توریت وانجیل میں رسول اکرمؐ کے حوالے سے پیشین گوئیاں کی گئی ہیں، قرآن ان پیشین گوئیوں میں سے حضرت عیسیٰ کے قول کو بطور نمونہ پیش کرتا ہے ﴿وَاِذْ قَالَ عِیسَیٰ بنُ مَریَم یا بَنی اِسرائیلَ اِنّي رَسُولُ اللّٰهِ اِلیکُم مُصَدِّقاً لِمَا بَینَ یَدَیَّ مِنَ التوراةِ ومُبَشِّراً بِرسُولٍ یَأتِي مِن بَعدي اسْمُهُ أحمدُ﴾ (۱) اس وقت کو یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا اور اپنے بعد کے لئے ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں، جس کا نام احمد ہے اسی طرح سورہ اعراف کی آیۃ ۱۵۷ میں ارشاد ہوا (الذین یتبعون ...)

---

(۱) سورہ صف آیۃ: ۶

تیسری پہچان ۔تیسرا طریقہ انبیاء کو پہچاننے کا وہ قرائن وشواہد ہیں جو قطعی طور پر نبوت ورسالت کو ثابت کرتے ہیں۔

خلاصہ

۱۔جو نبوت کا دعوی کرے اس کے روحانی اور اخلاقی خصوصیات کی تحقیق۔
(مدعی نبوت کی صداقت کی نشانیوں میں سے اعلیٰ صفات اور بلند اخلاق ہونا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ لوگوں میں نیک چلن اور صاحب کردار کے نام سے جانا جائے)

۲۔عقلی پیرائے میں اس کے احکام وقوانین کو پرکھا جائے کہ کیا اس کے احکام وقوانین ،الٰہی آئین کے تحت اور معارف اسلام وفضائل انسانی کے مطابق ہیں؟یا اس کی دوسری پہچان ہے۔

۳۔اپنے دعوی پہ ثابت قدم ہو اور اس کا عمل اس کے قول کا آئینہ دار ہو۔

۴۔اس کے ہمنوا اور مخالفین کی شناخت۔

۵۔اسلوب تبلیغ کے ساتھ یہ دیکھیں کہ اپنے قوانین کے اثبات کے لئے کن وسائل اور کن راستوں کا سہارا لے رہا ہے۔

جب یہ تمام قرآئن وشواہد اکٹھا ہو جائیں تو ممکن ہے مدعی نبوت کی نبوت کی یقین کا باعث بنے۔

سوالات

۱۔ سحر، نظر بندی، اور معجزہ میں کیا فرق ہے؟

۲۔ ہر نبی کا معجزہ مخصوص کیوں تھا؟

۳۔ انبیاء کی شناخت کے قرائن وشواہد کیا ہیں؟

اٹھارواں سبق

نبوت عامہ (چوتھی فصل)

عصمت انبیاء

انبیاء کی سب سے اہم خاصیت ان کا معصوم ہونا ہے۔

عصمت؛ لغت میں روکنے، حفاظت کرنے یا غیر اخلاقی چیزوں سے دور رہنے کے معنی میں ہے اور عقیدہ کی بحث میں جب انبیاء کی عصمت کی بات آتی ہے تو اس کے معنی ان کا گناہوں سے دور رہنا اور خطا و نسیان سے پاک رہنا ہے۔ اسی لئے انبیاء و ائمہ کرام نہ ہی کبھی گناہ کرتے ہیں اور نہ ہی کبھی تصور گناہ۔

سوال۔ انبیاء کا معصوم ہونا اور خطا و نسیان سے محفوظ ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب ۱۔ بعثت انبیاء کا مقصد ہدایت بشریت ہے اور یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ تربیت میں مربی کا عمل اس کے قول سے زیادہ موثر ہوتا ہے، لہذا اگر تربیت کرنے والا خود گناہوں سے آلودہ ہوگا تو دوسروں کو کس طرح سے منع کرے گا۔؟

۲۔ انبیاء درحقیقت مربی بشریت ہیں لہذا ان کی ذات لوگوں کے لئے قابل قبول اور بھروسہ مند ہونا چاہئے۔ سید مرتضی علم الہدی کے بقول اگر ہم کو کسی شخص

کے بارے میں شائبہ بھی ہے یقین نہیں ہے کہ وہ گناہ بھی کرتا ہے یا نہیں؟ تو کبھی بھی اس کی باتوں کو دل سے قبول نہیں کریں گے۔لہذا انبیاء کا خطاونسیان سے بچنا ضروری ہے کیونکہ خطا اور بھول چوک بے اعتمادی کا سبب بنتا ہے اور ان (انبیاء) کو قابل اعتماد ہونا چاہیئے۔

فلسفہ عصمت

یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان گناہوں سے معصوم (محفوظ) ہو یہاں تک کہ تصور گناہ بھی نہ کرے؟۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ جب کسی چیز کے بارے میں ہم یقین کرلیں تو اس کے برخلاف کبھی عمل کر ہی نہیں سکتے، کیا کوئی عقلمند اور سلیم الطبع شخص آگ یا گندگی کو کھانے کی سوچ سکتا ہے؟ کیا کوئی صاحب شعور آگ کے گڑھے میں کودنے کو تیار ہوگا؟ کیا کوئی صحیح الدماغ جام زہر خوشی خوشی نوش کرے گا؟

ان سارے سوالات کے جواب میں آپ کہیں گے، ہرگز نہیں عاقل شخص کبھی ایسا کر ہی نہیں سکتا، یہاں تک کہ اس کی فکر بھی یا تمنا بھی نہیں کرے گا اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو کسی مرض میں مبتلا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا: ہر عاقل انسان ایسے کاموں کے مقابل دوری یا دوسرے لفظوں میں کہا جائے کہ ایک عصمت کا مالک ہے؛ اور اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ کیوں انسان ایسے کاموں کے مقابل میں معصوم ہے تو کہیں گے کہ چونکہ اس کے عیب

ونقصان کا علم ویقین اس کو ہو گیا ہے۔اور یہ جانتا ہے کہ اس کے ارتکاب کے بعد فنا ونابودی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

اسی طرح اگر انسان گناہ اور اس کے نقصانات سے باخبر ہو کر یقین تک پہنچ جائے تو عقل کی طاقت سے شہوت پر غالب ہو کر کبھی گناہ میں مبتلا نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کا خیال بھی ذہن میں نہیں لائے گا۔

جو شخص خدا اور اس کی عدالت پر یقین رکھتا ہے کہ پوری کائنات پیش پروردگار ہے اور وہ اس پر حاضر وناظر ہے تو ایسے شخص کے لئے گناہ اور فعل حرام میں مبتلا ہونا، آگ میں کودنے، اور جام زہر پینے کی مانند ہے لہٰذا کبھی بھی اس کے قریب نہیں جاتا اور ہمیشہ دور رہتا ہے۔

پیامبران الٰہی اس یقین کے ساتھ جو گناہ کے آثار ونتائج کے بارے میں رکھتے ہیں نہ صرف یہ کہ گناہ بلکہ تصور گناہ کے بابت بھی معصوم ہوتے ہیں۔ آثار عمل کو دیکھنے، نیکیوں کی جانب دھیان دینے اور گناہوں سے پرہیز کے لئے بہتر ہے کہ مولائے کائنات کی اس حدیث میں غور وفکر کرے: "مَن أَیقَن أنّه یفارق الأحباب ویسکن التراب ویواجه الحساب ویستغني عمّا خلف ویفتقر إلیٰ ما قدم کان حریاً بقصر الأمل وطول العمل" جس شخص کو یہ یقین ہو جائے کہ وہ حتمی طور سے اپنے دوستوں سے جدا ہو رہا ہے اور مٹی کو اپنا گھر بنا رہا ہے اور حساب کے لئے جا رہا ہے اور کئے ہوئے سے بے نیاز ہے اور جو بھیج

چکا ہے اس کا محتاج ہے تو یقیناً اس کی آرزوئیں کم اور عمل طولانی ہو جائے گا۔(۱)

انبیاء اور ائمہ کی عصمت اکتسابی ہے یا خدادادی

عصمت ائمہ کے بارے میں علماء علم کلام کی جانب سے بہت سارے مطالب بیان کئے گئے ہیں اور جس بات کو سب مانتے ہیں وہ یہ کہ عصمت کی طاقت ائمہ اور انبیاء میں اجباری نہیں ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ وہ پاکیزگی نفس پر مجبور ہوں بلکہ تمام لوگوں کی طرح گناہ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن چونکہ وہ ایک طرف گناہ کے نقصانات ومفاسد کو بہ خوبی جانتے ہیں نیز ان کی معرفت اور شناخت خدا کے حوالے سے بہت زیادہ ہے یعنی وہ اپنے آپ کو ہمیشہ خدا کے حضور میں سمجھتے ہیں اسی لئے اپنے ارادہ واختیار سے گناہ اور برائی کو نہ کرنے پر پوری طرح قادر ہیں اور کبھی اس کے قریب نہیں جاتے۔

انبیاء وائمہ کی عصمت ان کے اختیار وارادہ کا نتیجہ ہے اور ان کی کاوشوں اور زحمات کا ثمرہ ہے جو انھوں نے راہ خدا میں برداشت کی ہیں۔

چونکہ خداوند تعالیٰ ان کی خلقت سے قبل جانتا تھا کہ یہ فدائی اور ایثار کے پیکر ہیں اسی لئے ان کی ابتدائی زندگی سے انھیں اپنے لطف وکرم کے سائے میں رکھا اور بے راہ روی سے محفوظ رکھا۔ علوم خاص وعام نیز عنایت خاص سے نوازا لہٰذا اس رخ سے کوئی محل اعتراض نہیں کہ انبیاء وائمہ ایک قسم کی جسمانی اور روحانی خصوصیت

---

(۱) بحارالانوار جلد ۷۳، ص ۱۶۷

کے مالک ہیں، کیونکہ اس خصوصیت کی وجہ خود ان کا کردار اور عمل ہے، یہ ایک طرح کا انعام ہے جو اللہ نے انھیں عمل سے پہلے عطا کیا ہے۔

نتیجہ: خداوند عالم اس علم کے ذریعہ جو انسانوں کے مستقبل کے سلسلہ میں رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ ان کے درمیان بعض افراد خاص اہمیت کے حامل ہیں (اور یہ ایسا علم ہے جس میں تبدیلی ممکن نہیں ہے اور اس کا تحقق یقینی ہے) لہٰذا انہیں معاشرہ کی ہدایت اور رہبری کی وجہ سے اپنی عنایت خاص سے نوازا۔ الٰہی نمایندوں کے لئے ان عنایتوں کا ہونا ضروری ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اِذا عَلم اللّٰه حُسن نیّة من أحدٍ اکتنفه بالعصمة (۱) خداوند عالم جب کسی کی حسن نیت سے مطلع ہو جاتا ہے تو اسے عصمت کے ذریعہ محفوظ کر دیتا ہے۔

معصومین کا فلسفہ امتیاز

عن أبي عبداللّٰه: أن اللّٰه أوحیٰ اِلیٰ موسیٰ فقال یا موسیٰ اِنّي أطلعت اِلیٰ خلقي اطلاعة فلم أجد في خلقي اشدّ تواضعاً لي منک فمن ثمّ خصصتک بوحیي و کلامي مِن بَین خَلقي (۲)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا نے جناب موسی پر وحی کی کہ اے موسی! ہم نے تمام انسانوں کو دیکھا ان میں سے تمہارے تواضع کو اوروں سے زیادہ

(۱) بحار الانوار جلد ۷۸، ص ۱۸۸، (۲) وسائل الشیعہ جلد ۴، ص ۱۰۷۵،

پایا، اسی وجہ سے تمہیں اپنے کلام اور وحی کے لئے چنا اور سب میں سے تم کو منتخب کیا۔

قال علی ؑ: عَلیٰ قَدر النّیة تکو ن من اللّه العطیّة (۱)

امیر المومنین نے فرمایا: خدا کا لطف وکرم نیتوں کے مطابق ہے قرآن نے سورہ عنکبوت کی آخری آیہ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے ﴿وَ الَّذِینَ جَاهدُوا فِینَا لَنهدِینّهُم سُبُلنا وإنَّ اللّهَ لمَعَ المُحسِنِینَ﴾(۲)

اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا یقیناً ہم ان کو اپنے راستوں کی جانب ہدایت کریں گے بیشک خدا افراد صالح کے ساتھ ہے۔

امام صادق علیہ السلام اور ایک مادیت پرست کا مناظرہ

ایک مادیت پرست انسان نے امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا: اللہ نے بعض انسانوں کو شریف اور نیک خصلت اور بعض کو بری خصلت کے ساتھ کیوں خلق کیا؟۔

امام نے فرمایا: شریف وہ شخص ہے جو خدا کی اطاعت کرے اور پست وہ ہے جو اس کی نافرمانی کرے اس نے پوچھا کہ کیا لوگ ذاتی طور پر ایک دوسرے سے برتر نہیں ہیں؟۔

آپ ؑ نے فرمایا: نہیں صرف برتری کا معیار تقوی ہے، اس نے پھر سوال کیا کہ کیا آپ کی نظر میں تمام اولاد آدم ایک جیسی ہیں اور فضیلت کا معیار صرف تقوی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔

---

(۱) غرر الحکم (۲) سورہ عنکبوت آیہ: ۶۹

میں نے ایسا ہی پایا کہ سب کی خلقت مٹی سے ہے سبھی کے ماں باپ آدم وحوا ہیں وحدہ لاشریک خدا نے ان کو خلق کیا ہے اور سب خدا کے بندے ہیں البتہ خدا نے آدم کی بعض اولادوں کو منتخب کیا اور ان کی خلقت کو طاہر بنایا اور ان کے جسموں کو پاک کیا اور ان کو صلب پدر اور ارحام مادر کے حوالے سے بھی نجاست سے دور رکھا اور انھیں کے درمیان سے نبیوں کا انتخاب کیا اور وہ جناب آدم کی بہترین اور افضل ترین اولاد ہیں اور اس امتیاز وفضیلت کی وجہ یہ ہے کہ خدا جانتا تھا کہ وہ اس کے اطاعت گذار بندوں میں سے ہیں اور کسی کو اس کا شریک نہیں قرار دیں گے، گویا بلند مرتبہ ہونے کا اصل راز، ان کے اعمال اور ان کی اطاعت ہے۔(۱)

---

(۱) بحارالانوار جلد ۱۰، ص ۱۷۰

سوالات

۱۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان گناہ حتی تصور گناہ سے بھی معصوم ہو؟

۲۔ ائمہ اور انبیاء کی عصمت اکتسابی ہے یا خداداد ی؟

۳۔ ائمہ کی فضیلت کا فلسفہ امام صادقؑ کی نظر میں کیا ہے؟

انیسواں سبق

نبوت عامہ (پانچویں فصل)

کیا قرآن نے انبیاء کو گناہ گار بتایا ہے؟

عصمت کی بحث کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذنب وعصیان اور اپنے اوپر ظلم، جیسی لفظیں جو بعض انبیاء کے سلسلہ میں آئیں ہیں اس سے مراد کیا ہے؟ اس کی وضاحت کے لئے کچھ نکات کی جانب توجہ ضروری ہے۔

ا۔ عصمت انبیاء کا مطلب جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے یہ ہے کہ انبیاء حرام کام یا گناہ نہیں کرتے، لیکن وہ کام جس کا چھوڑنا بہتر لیکن انجام دینا حرام نہیں ہے گذشتہ انبیاء سے ممکن اور جائز ہے اور یہ فعل ان کی عصمت کے منافی نہیں ہے۔ (یہی ترک اولی ہے)

۲۔ سب سے اہم بات کلمات قرآن کے صحیح معنوں پر توجہ کرنا ہے کیونکہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے لہٰذا یہ دیکھنا ضروری ہے کہ عربی لغت میں کلمات قرآن کے کیا معنی ہیں؟ لیکن افسوس کی بات ہے کہ بسا اوقات اس جانب غور نہ کرنے کے باعث قرآن کی آیتوں کے غلط معنی بیان کئے جاتے ہیں۔

۳۔ اہل بیت عصمت وطہارت کی قرآنی تفاسیر کا بغور مطالعہ کیا جائے اس میں غور وخوض کیا جائے کیونکہ وہی حقیقی مفسر قرآن ہیں ہم یہاں پر ان آیتوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جن کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان آیتوں میں انبیاء کو گنہگار بتایا گیا ہے تا کہ اعتراض ختم ہو جائے ﴿وعصىٰ آدمَ ربّه فغویٰ﴾ بعض نے اس آیۃ کا ترجمہ یوں کیا ہے، آدم نے اپنے رب کی معصیت کی اور وہ گمراہ ہو گئے۔ جبکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے، آدم نے رب کا اتباع نہیں کیا لہٰذا محروم ہو گئے، مرحوم طبرسی اس آیت کے ذیل میں مجمع البیان میں کہتے ہیں کہ آدم نے اپنے رب کی مخالفت کی لہٰذا ثواب سے محروم رہے۔

یہاں معصیت سے مراد حکم الٰہی کی مخالفت ہے چاہے وہ حکم واجب ہو یا مستحب، محدث قمی سفینۃ البحار میں لفظ (عصم) کے معنی علامہ مجلسی سے نقل کرتے ہیں" ان ترک المستحب وفعل المکروہ قد سُمي ذنبا" مستحب کو ترک کرنا اور فعل مکروہ کو انجام دینا کبھی کبھی گناہ، ذنب، اور عصیان کے معنی میں آتا ہے۔ گذشتہ موضوع کو ثابت کرنے کے لئے لغت کی طرف رجوع کریں گے المنجد (جو کہ ایک مشہور لغت ہے) میں ہے کہ (عصیان) اتباع نہ کرنے اور پیروی نہ کرنے کے معنی میں ہے۔ اسی طرح اغوی کے معنی (خاب) یعنی محروم ہونے اور نقصان اٹھانے کے ہیں اگر آدم وحوا کے قصہ کو دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ عصیان (عصی) سے مراد حرام کام کرنا یا واجب کو چھوڑنا نہیں ہے۔

آدم کا عصیان کیا تھا؟

قرآن اس واقعہ کو یوں نقل کرتا ہے کہ ہم نے آدم سے کہا کہ شیطان تمہارا اور تمہاری اہلیہ کا دشمن ہے لہٰذا کہیں وہ تمہیں جنت سے باہر نہ کرادے اور تم زحمت وتکلیف میں پڑ جاؤ پھر شیطان نے آدم کو بہکایا اور انھوں نے اس درخت کا پھل کھالیا، نتیجہ میں جنت کے لباس اتار لئے گئے کیونکہ آدم کو اس درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا تھا اور انھوں نے نافرمانی کی لہٰذا بہشتی نعمتوں سے محروم ہو گئے۔ (۱)

جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ جنت کا پھل کھانے سے روکنا صرف نہی ارشادی تھا اور درخت کا پھل نہ کھانا ہمیشہ جنت میں رہنے کی شرط تھی لہٰذا مذکورہ آیتوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آدم کا فعل گناہ نہیں تھا بلکہ اس کا نقصان جنت سے نکالا جانا اور دنیوی زندگی کی سختیاں تھیں، اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر آدم کا فعل گناہ نہیں تھا پھر توبہ کرنا (جیسا کہ اگلی آیتوں میں ذکر ہے) کیا معنی رکھتا ہے۔

جواب میں کہیں گے کہ ہر چند (درخت کا پھل کھانا) گناہ نہیں تھا لیکن چونکہ حضرت آدم نے نہی ارشادی کی مخالفت کی لہٰذا ان کا مقام خدا کے نزدیک کم ہو گیا اور آدم نے دوبارہ اس مقام تک پہنچنے کے لئے توبہ کی اور خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی۔

مامون نے جب جناب آدم کی معصیت کے بارے میں پوچھا تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ولم یک ذلک بذنب کبیر یستحق بہ دخول

---

(۱) سورہ طٰہٰ آیہ: ۱۱۶ تا ۱۲۱

النّار وإن كان من الصغائر الموهوبة التي تجوز على الأنبياء قبل نزول الوحي عليهم (۱) جوکام آدم نے انجام دیا وہ گناہ کبیرہ نہیں تھا جس کے باعث جہنم کے مستحق ہو جائیں بلکہ ایک معمولی سا ترک اولی تھا جو معاف ہو گیا اور انبیاء نزول وحی سے قبل ایسے کام کر سکتے ہیں۔

ظلم کیا ہے اور غفران کے کیا معنیٰ ہیں؟

﴿قالَ رَبِّ اِنّي ظَلَمتُ نَفسي فاغفِرلي﴾ (۲) خدایا میں نے اپنے نفس کی خاطر مصیبت مول لی، لہٰذا معاف کر دے ان مقامات میں سے ایک یہ بھی ہے جہاں اس بات کا گمان کیا گیا ہے کہ قرآن نے انبیاء پر گناہ کا الزام لگایا ہے یہ آیت جناب موسیٰ کے واقعہ سے مربوط ہے جب قبطی (فرعون کے ساتھی) کو قتل کر دیا تھا تو کہا ،رَبِّ اِنّي ظَلَمتُ نَفسي .....المنجد نے لکھا ہے کہ (الظلم وضع الشيء في غير محله) ظلم یعنی کسی شی کو ایسی جگہ قرار دینا جو اس کا مقام نہ ہو (کسی فعل کا غیر مناسب وقت پر انجام دینا) اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ عمل صحیح ہو اور بے محل انجام پائے یا عمل غلط اور حرام ہو لہٰذا ہر ظلم حرام نہیں ہے۔

المنجد میں غفر کے معنیٰ لکھے ہیں، غَفَرَ الشيَ غطّاه و ستره) غفر اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی شی چھپائی ہو اور مخفی کی گئی ہو اس لئے اس کے معنیٰ یوں ہوں گے موسیٰ نے کہا، اے پروردگار! میں نے فرعون کے ایک ساتھی کو قتل کر

---

(۱) تفسیر برہان ج ۳، ص ۳۶ (۲) سورہ قصص آیۃ: ۱۶

کے بیجا فعل انجام دیا گو کہ ہمارے لئے اس کا قتل جائز تھا لیکن ابھی اس کا وقت نہیں تھا لہٰذا (فاغفرلی) اے خدا ہمارے اس کام پر پردہ ڈال دے تا کہ میرے دشمن میری گرفتاری پر کامیاب نہ ہو سکیں۔ تو ایسی صورت میں گناہ، ظلم یا حرام کام کی نسبت موسیٰ کی جانب نہیں دی گئی ہے۔

مامون نے مذکورہ آیت اور ظلم کے معنی کے سلسلہ میں پوچھا تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: اِنّي وضعتُ نفسي في غير موضعها بدخول هذه المدينة فَاغفرلي أيِ استرلي من أعدائک لئلا يظفروا بي فيقتلوني .

موسیٰ نے خدا سے عرض کی، میں نے اس شہر میں داخل ہو کر (اور فرعون کے ایک ساتھی کو قتل کر کے) بے محل کام انجام دیا لہٰذا (فاغفرلی) مجھے اپنے دشمنوں کی نگاہوں سے مخفی کر دے مبادا ہم کو گرفتار کر کے قتل کر دیں۔

نتیجہ: ظلم اور غفران کے معنی کلی ہیں نہ کہ وہ خاص معنی جو ان الفاظ سے سمجھے جاتے ہیں لہٰذا یہ آیۃ بھی عصمت کے منافی نہیں ہے۔

سوالات

۱۔ قرآن نے انبیاء پر گناہ کی تہمت نہیں لگائی اس کو سمجھنے کے لئے کن نکات کی جانب توجہ ضروری ہے؟

۲۔ عصی آدم ربہ فغوی سے کیا مراد ہے؟

۳۔ ظلمت نفسی فاغفرلی کا کیا مطلب ہے؟

بیسواں سبق

نبوت عامہ (چھٹی فصل)

سورہ فتح میں ذنب سے کیا مراد ہے؟

﴿اِنَّا فَتَحنا لَکَ فَتحاً مُبیناً لِیَغفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ﴾(۱) بیشک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی تا کہ خدا آپ کے اگلے پچھلے تمام الزامات کو ختم کردے۔

یہ انہیں مقامات میں سے ہے جہاں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ خدا نے رسول اکرمؐ کو گنہگار گردانا ہے اور پھر معاف کردیا ہے۔

یہاں بھی "ذنب"، "غفران" کے صحیح معنی کی طرف دھیان نہیں دیا گیا ہے قابل افسوس مقام ہے کہ اصلی معنی سے غفلت برتی گئی ہے۔

عربی لغات نے "ذنب" کے اصلی معنی اور مفہوم کلی سے مراد پیچھا کرنے والا اور آثار لیا ہے، یعنی نتیجہ اور اس کا ردعمل مراد ہے المنجد میں "ذَنَبَ ذَنباً تبعه فلم یُفارق أثره" ذنب کہتے ہیں اس عمل کے نتیجہ اور آثار کو جو اس سے الگ نہیں ہوتا

---

(۱) سورہ فتح آیہ:۱

اور گناہ کوذنب اس لئے کہا جاتا ہے چونکہ گناہ نامناسب عمل اور اس کے آثار ونتیجہ کی بناپر وجود میں آتا ہے۔

اس معنی کے ذریعہ جو غفران کے لئے پہلے بیان کئے گئے ہیں اس آیۃ کا مفہوم واضح ہوجاتا ہے مزید وضاحت کے لئے اس حدیث کی جانب توجہ فرمائیں۔

امام رضا علیہ السلام نے مذکورہ آیۃ کی توضیح میں فرمایا: مشرکین مکہ کی نظر میں پیغمبر سے بڑا کوئی گنہگار نہیں تھا چونکہ نبی اکرمؐ نے اپنے خاندان والوں کو خدائے وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دی تھی، اس وقت ان کے پاس ۳۶۰ بت تھے اور وہ انھیں کی پرستش کرتے تھے، جب نبی نے ان کو وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دی تو یہ بات ان کو سخت ناگوار گذری اور کہنے لگے کیا ان تمام خداؤں کو ایک خدا قرار دے سکتے ہیں، یہ تعجب کی بات ہے ہم نے اب تک ایسی بات نہیں سنی تھی لہذا یہاں سے چلو اور اپنے بتوں کی عبادت پر قائم رہو۔

جب خدا نے اپنے رسول کے ذریعہ مکہ فتح کیا تو ان سے فرمایا: ﴿إِنَّا فَتَحنَا لَکَ فَتحاً ...﴾ بیشک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی تاکہ خدا آپ کے اگلے پچھلے تمام الزامات کو ختم کردے جو مشرکین آپ پر وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دینے کی بناپر عائد کرتے ہیں چونکہ فتح مکہ کے بعد کافی لوگ مسلمان ہوگئے اور بعض بھاگ نکلے اور جو بچ گئے تھے ان کی ہمت نہیں تھی کی خدا کی وحدانیت کے خلاف لب کھول سکیں مکہ کے لوگ جو گناہ اور ذنب کا الزام لگا رہے تھے وہ پیغمبر اسلام

کی فتح اوران پر غلبہ نے چھپادیا اور سب ساکت ہو گئے۔(۱)

انبیاء اور تاریخ

قرآن کی رو سے انسانی تاریخ اور وحی و نبوت کی تاریخ ایک ہے اور جس وقت سے انسان کی تخلیق ہوئی اسی وقت سے وحی بھی اس کی ارتقاء وسعادت کی خاطر موجود رہی ہے ﴿وانْ مِنْ اُمةٍ اِلّاخلا فِيها نذِيرٌ﴾ (۲) اور کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو۔

مولائے کائنات نے فرمایا: ولم يخل الله سبحانه خلقه من نبيّ مُرسل أو كتاب مُنزل أو حجّة لازمةُ او محجّة قائمة (۳) خدا نے کبھی بھی انسان کو تنہا نہیں چھوڑا پیغمبر یا آسمانی کتاب، واضح دلیل یا صراط مستقیم کوئی نہ کوئی ضرور تھا۔

مولا نے خطبہ ۹۳ میں فرمایا. كُلّما مضىٰ منهم سلف قام منهم بدين الله خلف حتىٰ أفضت كرامة الله سبحانه تعالىٰ إلىٰ محمد صلى الله عليه وآله وسلم. "جب بھی کسی پیغمبر کی رسالت تمام ہوتی تھی اور اس دنیا سے کوچ کرتا تھا دوسرا نبی خدا کے دین کو بیان کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا تھا اور یہ سنت الٰہی اسی طرح چلتی رہی یہاں تک لطف خداوندی پیغمبر اسلام کے شامل حال ہوئی"۔

انبیاء کی تعداد

عن أبي جعفر قال :قال رسول الله كان عدد جميع الأنبياء

(۱) تفسیر برہان ج۴،ص۱۹۳ (۲) سورہ فاطر آیہ: ۲۴ (۳) نہج البلاغہ خطبہ۱

مائة الف نبیٌ وأربعة وعشرون ألف نبیٌ خمسة منهم أولوا العزم: نوح و ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ ومحمد"

امام باقرؑ سے روایت ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا کی کل انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور ان میں سے پانچ اولوالعزم ہیں۔نوح، ابراہیم موسیٰ، عیسیٰ، اور محمد عربی۔اسی مضمون کی دوسری حدیث بحار کی گیارہویں جلد میں بھی ہے(۱)

قرآنی رو سے تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری اور لازم ہے۔

قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلىٰ إِبراهيمَ وَإِسمَاعِيلَ وإِسحٰقَ ويَعقُوبَ وَالأَسبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسىٰ وعِيسىٰ و مَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَبِّهِم لا نُفَرِّقُ بَينَ أَحَدٍ مِنهُم وَنَحنُ لَهُ مُسلِمُونَ(۲)

اور مسلمانوں تم ان سے کہدو کہ ہم اللہ پر اور جو اس نے ہماری طرف بھیجا ہے اور جو ابراہیم، اسماعیل واسحاق ویعقوب اور اولا دیعقوب کی طرف نازل کیا ہے اور جو موسیٰ، عیسیٰ اور دیگر انبیاء کو پروردگار کی جانب سے دیا گیا ہے، ان سب پر ایمان لے آئے ہیں، ہم پیغمبروں میں تفریق نہیں کرتے اور ہم خدا کے سچے مسلمان ہیں۔

سوالات

۱۔سورہ فتح کی پہلی آیۃ میں ذنب اور غفران سے کیا مراد ہے۔؟

۲۔پیغمبروں کی تعداد اور اولوالعزم رسولوں کے نام بتائیں۔؟

(۱)بحارالانوار جلد ۱۱،ص ۴۱ (۲) بقرہ آیۃ:۱۳۶

اکیسواں سبق

نبوت خاصہ (پہلی فصل)

نبوت خاصہ اور بعثت رسول اکرمؐ

چودہ سو سال پہلے ۶۱۰ ھ میں جب شرک و بت پرستی نے پوری دنیا کو اپنی آغوش میں لے رکھا تھا اور مظلوم افراد ظالم حکمرانوں کے شکنجوں میں بے بسی سے ہاتھ پیر مار رہے تھے اور سبھی لوگ ناامیدی کے سائے میں زندگی گذار رہے تھے ایک شریف خاندان سے شرافت و طہارت کا ایک پیکر اٹھا جس نے مظلوموں کی حمایت کی، عدالت و آزادی کا نعرہ بلند کیا، اسیروں کے زنجیروں کی گرہوں کو کھولا، علم و تربیت کی جانب لوگوں کو دعوت دی، اپنی رسالت کی بنیاد فرمان و وحی الٰہی کو قرار دیتے ہوئے خود کو خاتم الانبیاء کے نام سے پہنچوایا۔

وہ محمد بن عبداللہ خاندان بنی ہاشم کا چشم و چراغ ہاں وہی قبیلہ بنی ہاشم جو شجاعت، شہامت، سخاوت، طہارت، اصالت میں تمام قبائل عرب میں مشہور تھا وہ ہمالیائی عظم و استقلال کا پیکر جس کی لیاقت اور روحی کمال کی حد درجہ بلندی کی پوری دنیا کے مورخوں چاہے دوست ہوں یا دشمن سب نے گواہی دی ہے اعلان رسالت

سے قبل ان کی چالیس سالہ زندگی سب کے سامنے آئینہ کی طرح شفاف و بے داغ تھی، اس نامساعد حالات اور جزیرۃ العرب کی تاریکیوں کے باوجود پیغمبر اسلام کی فضیلت کا ہر باب زبان زد خاص و عام تھا، لوگوں کے نزدیک اس قدر بھروسہ مند تھے کے سب آپ کو محمد امین کے نام سے جانتے تھے، خدا کا کروروں سلام ان پر اور ان کی آل پاک پر۔

رسالت پیغمبر پر دلیلیں

انبیاء کی شناخت کے لئے جتنے اصول وقوانین بتائے گئے ہیں، سب آنحضرت کی رسالت پر مدلل ثبوت ہیں (یعنی معجزہ، گذشتہ نبی کی پیشین گوئی، شواہد قرآئن) تاریخ، قرائن وشواہد رسول کی رسالت کے، اور بعثت پر گواہ ہے۔

گذشتہ انبیاء کے صحیفے پیغمبر اسلام کی بعثت کی بشارت دے چکے ہیں، لیکن پیغمبر کے معجزات دو طرح کے ہیں۔

پہلی قسم ان معجزات کی ہے جو کسی خاص شخص یا گروہ کی درخواست پر آنحضرت نے خدا سے طلب کیا اور وہ معجزہ آپ کے ہاتھوں رونما ہوا جیسے درخت اور سنگریزوں کا سلام کرنا دریائی جانور کا آپ کی رسالت کی گواہی دینا شق القمر (چاند کے دو ٹکڑے کرنا) مردوں کو زندہ کرنا، غیب کی خبر دینا ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ چار ہزار چار سو چالیس معجزے رسول اکرم کے تھے جن میں سے صرف تین ہزار معجزوں کا ذکر ملتا ہے۔

قرآن رسول اکرمؐ کا دائمی معجزہ

دوسری قسم: قرآن رسول اکرمؐ کا ابدی معجزہ ہے جو ہر زمانے اور ہر جگہ کے لئے قیامت تک معجزہ ہے، رسول اکرمؐ اور دوسرے انبیاء کے درمیان امتیازی فرق یہ ہے کہ ان سب کی رسالت محدود تھی وہ کسی خاص گروہ یا محدود امت کے لئے مبعوث ہوئے تھے، بعض محدود مکان اور محدود زمانے میں تھے اگر ان میں سے بعض مکانی لحاظ سے محدود نہیں تھے تو ان کی رسالت ایک زمانے تک محدود تھی اور وہ دائمی رسالت کے دعویدار بھی نہیں تھے، اسی لئے ان کے معجزے بھی فصلی اور وقتی تھے، لیکن چونکہ نبی اکرمؐ کی رسالت ابدی اور عالمی ہے اس لئے ان کے عصری اور وقتی معجزے کے علاوہ دائمی معجزہ (قرآن) بھی ہے جو ہمیشہ کے لئے ہے اور ہمیشہ ان کی رسالت پر گواہ ہے۔

نتیجہ: قرآن کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ:

۱۔ اس نے زمان ومکان کی سرحدوں کی ختم کر دیا اور قیامت تک معجزہ ہے۔

۲۔ قرآن روحانی معجزہ ہے یعنی دوسرے معجزے اعضاء بدن کو قانع کرتے ہیں لیکن قرآن ایک بولتا ہوا معجزہ ہے جو ڈیڑھ ہزار سال سے اپنے مخالفوں کو جواب کی دعوت دیتا آرہا ہے اور کہہ رہا ہے اگر تم سے ممکن ہو تو مجھ جیسا سورہ لا کر بتاؤ اور چودہ سو سال اس چیلنج کو گذر رہے ہیں مگر آج تک کوئی اس کو جواب نہ لا سکا اور نہ ہی صبح قیامت تک لا سکے گا۔

﴿قُلْ لَئِنِ اجتَمَعَتِ الإنسُ والجِنُّ علىٰ أن يَأتوا بِمثلِ هذا القُرآن لا يأتُونَ بِمِثلِه وَلَو كَانَ بَعضُهُم لِبَعضٍ ظَهِيراً﴾ (۱)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر انسان وجنات اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں تو بھی نہیں لا سکتے چاہے سب ایک دوسرے کے مددگار اور پشت پناہ ہی کیوں نہ ہو جائیں۔

دوسرے مقام پر ان کے مقابلہ کی ناکامی کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا: اگر یہ دعوی میں سچے ہیں تو ان سے کہہ دیجئے اس کے جیسے دس سورہ تم بھی لے آؤ (۲)

تیسرے مقام پہ ارشاد ہوا ﴿ وانْ كُنتُم فِي رَيبٍ مِمّا نَزَّلنَا علىٰ عَبدِنا فَأتوا بِسورةٍ مِن مِثلِهِ وَ ادعُوا شُهداءَ كُم مِن دُونِ اللّهِ اِن كُنتُم صَادِقِينَ﴾ (۳)

"اگر تمہیں اس کے بارے میں کوئی شک ہے جسے ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کے جیسا ایک ہی سورہ لے آؤ اور اللہ کے سوا جتنے تمہارے مددگار ہیں سب کو بلا لو اگر تم اپنے دعوی اور خیال میں سچے ہو"۔

تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک سورے کا بھی جواب لانے سے عاجز ہیں۔

یہ بالکل واضح اور روشن سی بات ہے کہ اگر اس وقت کے فصحاء اور بلغاء قرآن کے ایک بھی سورہ کا جواب لانے کی صلاحیت رکھتے ہوتے تو پھر پیغمبر اور مسلمانوں کے خلاف اتنی جنگیں نہ لڑتے بلکہ اسی سورہ کے ذریعہ اسلام کے مقابلہ میں آتے

---

(۱) سورہ اسراء آیہ: ۸۸ (۲) سورہ بقرہ آیہ: ۲۳ (۳) سورہ ھود آیہ: ۱۳

بعثت کے چودہ سو سال گذرنے کے بعد بھی اسلام کے اربوں جانی دشمن اور لیچڑ قسم کے لوگ نت نئی سازشیں مسلمانوں کے خلاف کیا کرتے ہیں۔

اگر ان میں طاقت ہوتی تو قرآن کے جیسا سورہ لے آتے اور یقیناً اس کے ذریعہ اسلام سے نبرد آزما ہوتے۔ علم بلاغت کے ماہر افراد نے اعتراف کیا ہے کہ قرآن کا جواب لانا ناممکن ہے اس کی فصاحت و بلاغت حیرت انگیز ہے اس کے احکام وقوانین مضبوط، اس کی پیشین گوئیاں اور خبریں یقینی اور صحیح ہیں، بلکہ زمان ومکان وعلم سے پرے ہیں۔

یہ خود اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ انسان کا گڑھا ہوا کلام نہیں ہے بلکہ ہمیشہ باقی رہنے والا معجزہ ہے۔

اعجاز قرآن پر تاریخی ثبوت

جب قرآن نے ان آیتوں کے ذریعہ لوگوں کو چیلنج کیا تو اس کے بعد اسلام کے دشمنوں نے تمام عرب کے فصیح و بلیغ افراد سے مدد مانگی لیکن پھر بھی مقابلہ میں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور تیزی سے عقب نشینی کی۔ ان لوگوں میں سے جو مقابلہ کے لئے بلائے گئے تھے ولید بن مغیرہ بھی تھا، اس سے کہا گیا کہ غور وخوض کر کے اپنی رائے پیش کرو ولید نے پیغمبر اسلام سے درخواست کی کہ کچھ قرآنی آیات کی تلاوت کریں رسول نے حم سجدہ کی چند آیتوں کی تلاوت کی۔ ان آیات نے ولید کے اندر کچھ ایسا تغییر وتحول پیدا کیا کہ وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھا اور دشمنوں کے بیچ

جا کر کہنے لگا خدا کی قسم محمد سے ایسی بات سنی جو نہ انسانوں کے کلام جیسا ہے اور نہ پریوں کے کلام کی مانند۔

وإنَّ له لحلاوة وأنَّ عليه لطلاوة وإنَّ أعلاه لمُثمر وأنَّ أسفله لمغدق أنّه يعلو ولا يُعلىٰ عليه "اس کی باتوں میں عجیب شیرنی ہے اس کا عجیب سحرابیان لب ولہجہ ہے اس کی بلندی ایک پھل دار درخت کی مانند ہے اس کی جڑیں مضبوط اور مفید ہیں، اس کا کلام سب پر غالب ہے کسی سے مغلوب نہیں" یہ باتیں اس بات کا سبب بنی کہ قریش میں یہ چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں کہ ولید محمد کا شیدائی اور مسلمان ہوگیا ہے۔

یہ نظریہ مشرکین کے عزائم پر ایک کاری ضرب تھی لہٰذا اس مسئلہ پر غور و خوض کرنے کے لئے ابوجہل کا انتخاب کیا گیا وہ بھی ولید کے پاس آیا اور مشرکین مکہ کے درمیان جو خبر گشت کر رہی تھی اس سے ولید کو باخبر کیا اور اس کو ان کی ایک میٹنگ میں بلایا وہ آیا اور کہنے لگا تم لوگ سوچ رہے ہو کہ محمد مجنون ہیں کیا تم لوگوں نے ان کے اندر کوئی جنون کے آثار دیکھے ہیں؟۔

سب نے ایک زبان ہو کر کہا نہیں، اس نے کہا تم سوچتے ہو وہ جھوٹے ہیں (معاذ اللہ) لیکن یہ بتاؤ کہ کیا تم لوگوں میں سچے امین کے نام سے مشہور نہیں تھے۔؟

بعض قریش کے سرداروں نے کہا کہ محمد کو پھر کس نام سے یاد کریں؟ ولید کچھ دیر چپ رہا پھر یکایک بولا اسے جادوگر کہو کیوں کہ جو بھی اس پر ایمان لے آتا

ہے وہ سب چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے مشرکین نے اس ناروا تہمت کو خوب ہوا دی تا کہ وہ افراد جو قرآن سے مانوس ہو گئے تھے انھیں پیغمبر اسلامؐ سے الگ کر دیا جائے لیکن ان کی تمام سازشیں نقش بر آب ہو گئیں اور حق وحقیقت کے پیاسے جوق در جوق پیغمبر کی خدمت میں آ کر اس آسمانی پیغام اور اس کی دلکش بیان سے سیراب ہونے لگے۔

جادوگر کا الزام درحقیقت قرآن کے جذاب اور ہر دل عزیز ہونے کا ایک اعتراف تھا، انھوں نے اس کشش کو جادو کا نام دے دیا جبکہ اس کا جادو سے دور دور تک کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔

قرآن علوم کا خزانہ ہے۔ فقہ کی کتاب نہیں ہے مگر بندوں کے قانون عبادت، اور سیاسی و معاشرتی جزا و سزا اور اجرای احکام سب اس میں پائے جاتے ہیں فلسفہ کا نصاب نہیں مگر فلسفہ کی بہت ساری دلیلیں اس میں ہیں، علم نجوم کی کتاب نہیں پھر بھی ستارہ شناسی کے بہت ظریف اور باریک نکات اس میں پائے جاتے ہیں جس نے دنیا کے تمام مفکروں کو اپنی جانب کھینچ لیا ہے۔

علم حیاتیات کا مجموعہ نہیں پھر بھی بہتیری آیات اس حوالے سے موجود ہیں لہٰذا قرآن معجزہ ہے اور ان علوم سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

اگر نزول قرآن کی فضا پر غور کی جائے تو پیغمبر اسلام اور قرآن کی عظمت میں مزید اضافہ ہو گا۔

اس ماحول میں جہاں بہت کم لوگ پڑھے لکھے تھے وہاں ایک ایسا شخص اٹھا جس نے نہ دنیاوی مدرسہ میں علم حاصل کیا نہ کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا اور ایسی کتاب لیکر آیا کہ چودہ سو سال بعد بھی علماء اور مفکرین اس کے معنی و مطلب کی تفسیر میں جوجھ رہے ہیں اور ہر زمانے میں اس سے نئے مطالب کا انکشاف ہوتا ہے۔

قرآن نے اس دنیا کو اس طرح تقسیم کیا کہ جو بہت ہی دقیق اور منظم ہے توحید کو بہ نحو احسن بیان کیا زمین و آسمان کی تخلیق کے اسرار و رموز اور انسان کی خلقت اور دن و رات کی خلقت کے راز کو خدا کے وجود کی نشانیاں قرار دیتے ہوئے مختلف طریقہ سے ذکر کیا ہے کبھی فطری توحید تو کبھی استدلال توحید پر بحث کی ہے یہ پوری کائنات خدا کے ہاتھ میں ہے اسے بہت طریقہ سے بیان کیا ہے جب معاد اور قیامت کی بات آتی ہے تو مشرکین کے تعجب پر فرمایا ہے: کیا جس نے اس زمین و آسمان کو ان عظمتوں کے ساتھ پیدا کیا اس کے لئے یہ ممکن نہیں کہ تم جیسا خلق کر دے جی ہاں پیدا کرنے والا قادر اور صاحب حکمت ہے اور اس کی طاقت اس حد تک ہے کہ جس چیز کا ارادہ کرے اور اسے حکم دے دے ہو جا بس وہ فوراً وجود میں آجاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے کہ جسے لانے والے (پیغمبر) اور تفسیر کرنے والے (ائمہ معصومینؑ) کے علاوہ اس کا مکمل علم کسی کے پاس نہیں اس کے

باوجود قرآن ہمیشہ ہم لوگوں کے لئے بھی ایک خاص چاشنی رکھتا ہے چونکہ دلوں کی بہار ہے لہٰذا جتنا ہی پڑھیں گے اتنا ہی زیادہ لطف اندوز ہوں گے. جی ہاں قرآن ہمیشہ نیا ہے اور ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے چونکہ یہ پیغمبر اسلام کا دائمی معجزہ ہے۔

حضرت امیرؑ نے قرآن کے بارے میں فرمایا: وإنّ القرآنَ ظاهره أنيق وباطنه عميق لا تُفنىٰ عجائبه ولا تنقضي غرائبه (۱)

''بیشک قرآن ظاہر میں حسین اور باطن میں عمیق ہے اس کے عجائبات انمٹ ہیں''۔

اس کے غرائب اور اس کی تازگی میں ہمیشگی ہے وہ کبھی کہنہ اور فرسودہ نہ ہوگی۔

نہج البلاغہ کے خطبہ ۱۷۵ میں آیا ہے (فيه ربيع القلب وينابيع العلم وماللقلب جلاء غيره) دلوں کی بہار قرآن میں ہے اس میں دل کے لئے علم کے چشمے ہیں اس کے علاوہ کوئی نور موزون نہیں ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیوں قرآن کی ترویج اور اس میں تفحص کے ساتھ ساتھ اس کی تازگی اور بالیدگی میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا ہے؟

امام نے فرمایا: ''لان الله تبارک و تعالیٰ لم يجعله لزمان دون زمان و لالناس دون ناس فهو في كل زمان جديد و عند كل قوم

---

(۱) نہج البلاغہ خطبہ ۱۸

غض الی یوم القیٰمة"

"اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کو کسی خاص زمانہ اور کسی خاص گروہ سے مخصوص نہیں کیا (بلکہ یہ کتابِ الٰہی تمام زمانے اور تمام انسانوں کے لئے ہے) پس قرآن ہر زمانہ کے لئے جدید اور تمام انسانوں کے لئے قیامت تک زندہ ہے۔"

سوالات

۱۔ خصوصیات قرآن بیان کریں؟

۲۔ اعجاز قرآن کے سلسلہ میں ولید کا قصہ بیان کریں؟

۳۔ امیر المومنین نے قرآن کے سلسلہ میں کیا فرمایا؟

بائیسواں سبق

نبوت خاصہ (دوسرا باب)

خاتمیت پیغمبر اسلامؐ

حضرت محمدؐ سلسلہ رسالت کی آخری کڑی ہیں، نبوت کا سلسلہ ان پر خدا نے ختم کر دیا اور اسی لئے ان کا لقب بھی خاتم الانبیاء ہے (خاتِم چاہے زیر ہو یا زبر خاتَم، کسی طرح بھی پڑھا جائے اس کے معنی کسی کام کا اتمام یا ختم ہونا ہے، اسی بنا پر عربی میں انگوٹھی کو خاتم کہا جاتا ہے چونکہ انگوٹھی اس زمانے میں لوگوں کے دستخط اور مہر کا مقام رکھتی تھی اور جب کہیں خط لکھتے تو اس کے آخر میں اپنی انگوٹھی سے مہر لگا دیتے تھے۔

پیغمبر اکرمؐ کی نبوت کا اختتام بھی ایک اسلامی ضرورت ہے اور اسے ہر مسلمان مانتا ہے کہ اب حضرت محمدؐ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، اس اصل پر تین دلیل ہے۔

۱۔ خاتمیت کا لازم اور ضروری ہونا ۲۔ قرآن کی آیتیں ۳۔ بہت ساری حدیثیں

۱۔ خاتمیت کا ضروری ہونا: اگر کسی نے اسلام کو دلیل و منطق کے ذریعہ مان لیا تو اس نے خاتمیت پیغمبر اسلام کو بھی قبول کر لیا، اسی لئے مسلمانوں کا کوئی فرقہ

کسی نئے پیغمبر کے انتظار میں نہیں ہے یعنی خاتمیت مسلمانوں کی نظر میں ایک حقیقی اور ضروری چیز ہے۔

۲۔قرآن کی آیتیں: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ محمد تم مردوں میں سے کسی ایک کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور سلسلہ انبیاء کے خاتم ہیں۔(۱) ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ﴾ (اور پیغمبر ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بھیجا ہے۔(۲)

۳۔احادیث: حدیث منزلت جسے شیعہ وسنی دونوں نے پیغمبر اسلام سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے مولائے کائنات سے مخاطب ہو کر فرمایا: اَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَة هارون من موسیٰ إِلَّا أَنَّه لا نَبِيَّ بَعدِی: تم میرے نزدیک ویسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لئے تھے فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔

معتبر حدیث میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا میری مثال پیغمبروں کے بیچ بالکل ایسی جیسے کوئی گھر بنایا جائے اور اسے خوب اچھی طرح سجایا جائے مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو اب جو بھی دیکھے گا کہے گا بہت خوبصورت ہے مگر یہ ایک جگہ خالی ہے میں وہی آخری اینٹ ہوں اور نبوت مجھ پر ختم ہے۔(۳)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: حلال مُحَمَّد حلال أبداً إلىٰ يوم

---

(۱) سورہ احزاب آیہ: ۴۰ (۲) سورہ سبا آیہ: ۲۸۔ (۳) نقل از تفسیر مجمع البیان مرحوم طبرسی

القیامة وحرامه حرام أبداً إلی یوم القیامة(۱)"إنَّ اللّٰهَ ختم بنبیّکم النبییّن فلا نبیَّ بعده أبداً"

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: بیشک اللہ نے تمہارے پیغمبر کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم کردیا ہے اور اب اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔(۲)

پیغمبر اسلامؐ نے خطبہ کے درمیان فرمایا: أنا خاتمُ النبییّن و المُرسلینَ و الحُجّة علیٰ جمیع المخلوقین أهل السّموات والأرضین "میں آخری نبی اور آخری الٰہی نمایندہ ہوں اور تمام اہل زمین وآسمان کے لئے آخری حجت ہوں"۔(۳)

مولائے کائناتؑ نے نہج البلاغہ کے خطبہ ۹۱ میں فرمایا:"حتیٰ تمت نبیّنا مُحمّد حجتّه وبلغ المقطع عذره ونذره" یہاں تک کہ خدا نے ہمارے نبی کے ذریعہ حجت کو تمام کردیا اور تمام ضروری احکامات کو ان کے لئے بیان کردیا خطبہ ۱۷۳ میں پیغمبر اسلام کے صفات کے سلسلہ میں اس طرح فرمایا:"امین وحیه وخاتم رسله وبشیر رحمته" محمد خدا کی وحی کے امین اور خاتم الرسل اور رحمت کی بشارت دینے والے ہیں

فلسفہ خاتمیت

ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ انسانیت ہمیشہ تغیر وتحول سے دوچار ہوتی ہے یہ کیسے ممکن ہے، ایک ثابت اور ناقابل تبدیل قانون پوری انسانیت کے لئے جواب دہ ثابت ہو اور یہ کیسے ممکن ہے کہ پیغمبر اسلامؐ خاتم النبیین بن جائیں

(۱) اصول کافی ج۱ص ۵۸ (۲) اصول کافی ج۱ص ۲۶۹ (۳) مستدرک الوسائل ج۳ص ۲۴۷

اور دوسرے پیغمبر کی ضرورت نہ پیش آئے!

اس کا جواب ہم دو طرح سے دیں گے:

۱۔ دین اسلام فطرت سے مکمل ہماہنگی رکھتا ہے اور فطرت کبھی تبدیل نہیں ہوتی:

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ آپ اپنے رخ کو دین کی طرف قائم رکھیں اور باطل سے کنارہ کش رہیں کہ یہ دین فطرت الٰہی ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور خلقت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے۔(۱)

جیسے انصاف، سچائی، ایثار، درگذر، لطف و کرم، نیک خصلت ہمیشہ محبوب ہے اور اسی کے مقابل ظلم، جھوٹ، بے جا اونچ نیچ، بد اخلاقی یہ سب چیزیں ہمیشہ لائق نفرت تھیں اور رہیں گی۔

لہٰذا قوانین اسلام جو کہ انسانوں کی ہدایت کے لئے ہے ہمیشہ اسرار خلقت کی طرح زندہ ہے۔

۲۔ دین اسلام قرآن واہلبیت کے سہارے ہے۔ قرآن لامتناہی مرکز علم سے صادر ہوا ہے اور اہل بیت وحی الٰہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ قرآن و اہل بیت ایک

---

(۱) سورہ روم آیت ۳۰۔

دوسرے کے مفسر ہیں۔ اور رسول اکرم کی حدیث کے مطابق یہ رہبران اسلام ایک دوسرے سے تا قیامت جدا نہیں ہوں گے۔ لہٰذا اسلام ہمیشہ زندہ ہے، اور بغیر کسی ردّ و بدل کے ترقی کی راہ پر گامزن اور بشریت کی مشکلات کا حل کرنے والا ہے۔'' قال رسول الله ﷺ: انی تارك فيكم الثقلين كتاب الله و عترتي ما ان تمسكتم بهما لن تضلوا ابدا انهما لن يفترقا حتیٰ يردا علي الحوض ''میں تمہارے لئے دو گرانقدر چیزیں قرآن و میری عترت چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک ان سے متمسک رہو گے گمراہ نہ ہو گے یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے۔ (۱)

(۱) المراجعات؛ سید شرف الدین عاملی۔

سوالات

۱۔ قرآن نے اس دنیا کی تقسیم کس طرح کی ہے مختصر بیان کریں؟

۲۔ پیغمبر اسلام کے خاتم النبیین ہونے پر دلیل پیش کریں؟

۳۔ چونکہ دنیا میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں لہٰذا محمد آخری رسول اور اسلام آخری دین کیسے ہو سکتا ہے؟

تیئیسواں سبق

امامت

دین اسلام کی چوتھی اصل اور اعتقادی چوتھی بنیاد امامت ہے لغت میں امام کے معنی رہبر اور پیشوا کے ہیں اور اصطلاح میں پیغمبر اکرم کی وصایت وخلافت اور ائمہ معصومین کی رہبری مراد ہے، امامت شیعوں کی نظر میں اصول دین میں سے ایک ہے اور امام کا فریضہ شیعوں کی نظر میں پیغمبر اسلام کے فرائض کی انجام دہی ہے۔

یعنی پیغمبر اکرمؐ کے بعثت کا اور ائمہ کے منصوب ہونے کا مقصد ایک ہے اور جو چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اللہ رسول کو مبعوث کرے وہی چیز اس بات کا بھی تقاضا کرتی ہے کہ خدا امام کو بھی معین کرے تا کہ رسول کی ذمہ داریوں کو انجام دے سکے، امام کے بنیادی شرائط میں سے ہے کہ وہ بے پناہ علم رکھتا ہو اور صاحب عصمت ہو نیز خطا ونسیان سے دور ہو اور ان شرائط کے ساتھ کسی شخصیت کا پہچاننا وحی کے بغیر ناممکن ہے اسی لئے شیعہ معتقد ہیں کہ منصب امامت بھی ایک الٰہی منصب ہے اور امام کو خدا کی طرف سے معین ہونا چاہئے لہٰذا امامت اور خلافت کی بحث ایک تاریخی گفتگو نہیں ہے بلکہ حکومت اسلامی کی حقیقت اور پیغمبر اکرمؐ کے بعد اختتام دنیا تک حکومت کرنا ہے اور ہماری آئندہ کی زندگی سے مکمل طور پر مربوط ہے، اسی طرح

یہ دیکھنا ضروری ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد اعتقادی اور فکری مسائل میں لوگ کس کی طرف رجوع کریں۔

شیعوں کا کہنا ہے کہ پیغمبر اسلام کے بعد حضرت علی علیہ السلام اور ان کے بعد ان کے گیارہ فرزند ایک کے بعد ایک پیغمبر اکرمؐ کے حقیقی جانشین ہیں، شیعہ اور سنی کے درمیان یہی بنیادی اختلاف ہے۔

ہمارا اصل مقصد اس بحث میں یہ ہے کہ امامت پر عقلی، تاریخی، قرآنی اور سنت نبوی سے دلیلیں پیش کریں کیونکہ ہم اس بات کے معتقد ہیں کہ اسلام حقیقی کا نورانی چہرہ مذہب شیعہ میں پایا جاتا ہے اور صرف شیعہ ہیں جو حقیقی اسلام کو اپنے تمام تر کمالات کے ساتھ پوری دنیا میں پہچوا سکتے ہیں لہٰذا ہمیں اس کی حقانیت کو دلیل و منطق کے ذریعہ حاصل کرنا چاہئے۔

امامت کا ہونا ضروری ہے

امامت عامہ

دلیل لطف: شیعہ معتقد ہیں کہ بندوں پر خدا کا لطف اور اس کی بے پناہ محبت اور حکمت کا تقاضا ہے کہ پیغمبر اکرم کے بعد بھی لوگ بغیر رہبر کے نہ رہیں یعنی جو دلیلیں پیغمبر اکرمؐ کے مبعوث ہونے کے لزوم پر دلالت کرتی ہیں وہی دلیلیں اس بات کی متقاضی ہیں کہ امام کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ پیغمبر اکرمؐ کی طرح دنیا اور آخرت کی سعادت کی طرف لوگوں کی رہبری کر سکیں اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ

مہربان خدا بنی نوع انسان کو پیغمبر اکرمؐ کے بعد بغیر کسی ہادی اور رہبر کے چھوڑ دے۔

مناظرہ ہشام بن حکم

ہشام کا شمار امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگردوں میں ہے: کہتے ہیں میں جمعہ کو بصرہ گیا اور وہاں کی مسجد میں داخل ہوا عمرو بن عبید معتزلی (عالم اہل سنت) وہاں بیٹھے تھے اور ان کو لوگ گھیرے میں لئے ہوئے سوال و جواب کر رہے تھے میں بھی ایک گوشہ میں بیٹھ گیا اور کہا: میں اس شہر کا نہیں ہوں کیا اجازت ہے کہ میں بھی سوال کروں؟ کہا جو کچھ پوچھنا ہو پوچھو: میں نے کہا آپ کے پاس آنکھ ہے؟ اس نے کہا دیکھ نہیں رہے ہو یہ بھی کوئی سوال ہے۔؟

میں نے کہا میرے سوالات کچھ ایسے ہی ہیں کہا اچھا پوچھو ہر چند کہ یہ بیکار ہے انہوں نے کہا جی ہاں آنکھ ہے، میں نے کہا ان آنکھوں سے کیا کام لیتے ہیں؟ کہا دیکھنے والی چیزیں دیکھتا ہوں اقسام اور رنگ کو مشخص کرتا ہوں، میں نے کہا زبان ہے؟ کہا جی ہاں، میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہیں؟ جواب دیا کہ اس سے کھانے کی لذت معلوم کرتا ہوں میں نے کہا ناک ہے؟ کہنے لگے جی ہاں میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہیں؟ کہا خوشبو سونگھتا ہوں اور اس سے خوشبو اور بدبو میں فرق کرتا ہوں میں نے کہا کان بھی ہے؟ جواب دیا جی ہاں، میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہیں؟ جواب دیا اس سے مختلف آوازوں کو سنتا ہوں اور ایک دوسرے کی تشخیص دیتا ہوں، میں نے کہا اس کے علاوہ قلب (عقل) بھی ہے؟ کہا جی ہاں۔

میں نے پوچھا اس سے کیا کرتے ہیں؟ جواب دیا اگر ہمارے اعضاء وجوارح مشکوک ہو جاتے ہیں تو اس سے شک کو دور کرتا ہوں۔

قلب اور عقل کا کام اعضاء وجوارح کو ہدایت کرنا ہے، ہشام نے کہا: میں نے ان کی بات کی تائید کی کہا بالکل صحیح۔ خدا نے عقل کو اعضاء وجوارح کی ہدایت کے لئے خلق کیا اے عالم! کیا یہ کہنا صحیح ہے کہ خدا نے آنکھ کان کو اور دوسرے اعضاء کو بغیر رہبر کے نہیں چھوڑا اور مسلمانوں کو پیغمبر اکرمؐ کے بعد بغیر ہادی ورہبر کے چھوڑ دیا تا کہ لوگ شک وشبہ اور اختلاف کی باعث فنا ہو جائیں کیا کوئی صاحب عقل اس بات کو تسلیم کرے گا؟!۔

ہدف خلقت

قرآن میں بہت سی آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں ﴿ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَافِي الأَرضِ جَمِيعاً﴾ وہ خدا وہ ہے جس نے زمین کے تمام ذخیرہ کو تم ہی لوگوں کے لئے پیدا کیا۔(۱) ﴿سَخَّرَ لَكُمُ اللَّيلَ وَالنَّهارَ والشَّمسَ وَالقَمَرَ﴾ "اور اسی نے تمہارے لئے رات ودن اور آفتاب وماہتاب سب کو مسخر کر دیا"۔(۲)

چونکہ انسان کی خاطر یہ دنیا خلق ہوئی ہے اور انسان عبادت اور خدا تک پہونچنے کے لئے خلق ہوا ہے تا کہ اپنے حسب لیاقت کمال تک پہونچ سکے، اس

---

(۱) سورہ بقرہ آیۃ:۲۹ (۲) سورہ نحل آیۃ:۱۲

مقصد کی رسائی کے لئے رہبر کی ضرورت ہے اور نبی اکرم کے بعد امام اس تکامل کا رہبر وہادی ہے۔

مہربان ودردمند پیغمبر اور مسئلہ امامت:

﴿لَقَد جَاءَكُم رَسُولٌ مِن أَنفُسِكُم عَزِيزٌ عَلَيهِ مَا عَنِتُّم حَرِيصٌ عَلَيكُم بِالمُؤمِنِينَ رَؤُفٌ رَحِيمٌ﴾ یقیناً تمہارے پاس وہ پیغمبر آیا ہے جو تمہیں میں سے ہے اور اس پر تمہاری ہر مصیبت شاق ہوتی ہے وہ تمہاری ہدایت کے بارے میں حرص رکھتا ہے اور مومنین کے حال پر شفیق اور مہربان۔(۱)

پیغمبر اکرمؐ جب بھی کسی کام کے لئے کچھ دن کے واسطے مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے چاہے مقصد جنگ ہو یا حج، لوگوں کی سرپرستی کے لئے کسی نہ کسی کو معین کر جاتے تھے تاکہ ان کی راہنمائی کر سکے آپ شہروں کے لئے حاکم بھیجتے تھے لہٰذا وہ پیغمبر جو لوگوں پر اس قدر مہربان ہو کہ بقول قرآن، اپنی زندگی میں کبھی بھی حتی کہ تھوڑی مدت کے لئے بھی لوگوں کو بغیر رہبر کے نہیں چھوڑا، تو یہ بات بالکل قابل قبول نہیں کہ وہ اپنے بعد لوگوں کی رہبری کے لئے امامت وجانشینی کے مسئلہ میں تساہلی وسہل انگاری سے کام لیں گے اور لوگوں کو سرگردان اور بغیر کسی ذمہ داری کے بے مہار چھوڑ دیں گے۔ عقل وفطرت کہتی ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ پیغمبر جس نے لوگوں کے چھوٹے سے چھوٹے مسائل چاہے مادی ہوں یا معنوی سبھی کو بیان کر

---

(۱) سورہ توبہ آیۃ ۱۲۸

دیا ہو اور اس نے سب سے اہم مسئلہ یعنی رہبری اور اپنی جانشینی کے تعین میں غفلت سے کام لیا ہو اور واضح طور پر لوگوں سے بیان نہ کیا ہو!۔

سوالات

۱۔ امام کا ہونا ضروری ہے دلیل لطف سے ثابت کریں؟

۲۔ ہشام بن حکم اور عمرو بن عبید کے درمیان مناظرہ کا خلاصہ بیان کریں؟

۳۔ امام کا ہونا لازم ہے خلقت کے ذریعہ کس طرح استدلال کریں گے؟

۴۔ سورہ توبہ کی آیۃ ۱۲۸ کے ذریعہ کس طرح امامت کا استدلال کریں گے؟

چوبیسواں سبق

عصمت اور علم امامت نیز امام کی تعیین کا طریقہ

عقل وسنت نیز قرآن کی نظر میں عصمت امامت کے لئے بنیادی شرط ہے اور غیر معصوم کبھی اس عہدہ کا مستحق قرار نہیں پاسکتا، نبوت کی بحث میں جن دلیلوں کا ذکر انبیاء کی عصمت کے لئے لازم ہونے کے طور پر پیش کیا گیا ہے ان کو ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن اور عصمت امام

﴿وَاِذابتلیٰ اِبراھیمَ رَبُّہُ بِکلماتٍ فَأَتَمَّھُنَّ قالَ اِنّی جاعِلُکَ للنّاسِ اِماماً قَالَ وَمِن ذُرِّیَّتِي قَالَ لا یَنالُ عَھدِي الظّالِمینَ﴾ اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے چند کلمات کے ذریعہ ابراہیم کا امتحان لیا اور انھوں نے پورا کردیا تو اس نے کہا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام اور قائد بنارہے ہیں انھوں نے عرض کیا کہ کیا یہ عہدہ میری ذریت کو بھی ملے گا؟ ارشاد ہوا کہ یہ عہدۂ امامت ظالمین تک نہیں پہونچے گا۔(۱)

---

(۱) سورہ بقرہ آیۃ:۱۲۴

ظالم اور ستمگر کون ہے؟

اس بات کو واضح کرنے کے لئے کہ اس بلند مقام کا حقدار کون ہے اور کون نہیں ہے یہ دیکھنا پڑے گا کہ قرآن نے کسے ظالم کہا ہے۔؟

کیونکہ خدا نے فرمایا ہے: کہ میرا یہ عہدہ ظالمین کو نہیں مل سکتا۔ قرآن نے تین طرح کے لوگوں کو ظالم شمار کیا ہے۔

۱۔ جو لوگ خدا کا شریک مانیں ﴿یَا بُنَيَّ لَاتُشرِک بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرکَ لَظُلمٌ عَظِیمٌ﴾ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹا خبردار کسی کو خدا کا شریک نہ بنانا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ (۱)

۲۔ ایک انسان کا دوسرے انسان پر ظلم کرنا: ﴿إِنَّمَا السَّبِیلُ عَلَیٰ الَّذِینَ یَظلِمُونَ النَّاسَ وَیَبغُونَ فِي الأَرضِ بِغَیرِ الحَقِّ أُولٰئِکَ لَهُم عَذَابٌ أَلِیمٌ﴾ الزام ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتیاں پھیلاتے ہیں انہیں لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (۲)

۳۔ اپنے نفس پر ظلم کرنا: ﴿فَمِنهُم ظَالِمٌ لِنَفسِهِ وَمِنهُم مُقتَصِدٌ وَمِنهُم سَابِقٌ بِالخَیرَاتِ﴾ ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض خدا کی اجازت سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ (۳)

---

(۱) سورہ لقمان آیہ: ۱۳ (۲) سورہ شوریٰ آیہ: ۴۲ (۳) سورہ فاطر آیہ: ۳۲

انسان کو کمال تک پہنچنے اور سعادت مند ہونے کے لئے پیدا کیا گیا ہے،
اب جس نے بھی اس راستہ سے روگردانی کی اور خدائی حد کو پار کیا وہ ظالم ہے
﴿وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ﴾ جس نے بھی خدا کے حکم سے
روگردانی کی، اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔(۱)

قرآن میں ان تینوں پر ظلم کا اطلاق ہوتا ہے لیکن حقیقت میں پہلی اور دوسری
قسم کے ظلم کا اطلاق بھی اپنے نفس ہی پر ہوتا ہے۔

نتیجہ: چار طرح کے لوگ ہیں

۱۔ جو ابتداء زندگی سے لے کر آخر عمر تک گناہ اور معصیت کے مرتکب
ہوتے رہے۔

۲۔ جنہوں نے ابتداء میں گناہ کیا، لیکن آخری وقت میں توبہ کر لیا اور پھر
گناہ نہیں کرتے۔

۳ کچھ ایسے ہیں جو ابتدا میں گناہ نہیں کرتے لیکن آخری عمر میں گناہ کرتے
ہیں۔

۴۔ وہ لوگ جنہوں نے ابتداء سے آخر عمر تک کوئی گناہ نہیں کیا۔

قرآن کی رو سے پہلے تین قسم کے لوگ مقام امامت کے ہرگز حقدار نہیں
ہو سکتے، کیونکہ ظالمین میں سے ہیں اور خدا نے حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ ظالم اس

---

(۱) سورہ طلاق آیہ ۱

عہدہ کا حقدار نہیں بن سکتا، لہٰذا مذکورہ آیۃ سے یہ نتیجہ نکلا کہ امام اور رہبر کو معصوم ہونا چاہئے اور ہر قسم کے گناہ اور خطا سے پاک ہو اگر ان تمام واضح حدیثوں کو جو رسول اسلام سے امام علیؑ اور گیارہ اماموں کی امامت کے سلسلہ میں ہیں، یکسر نظر انداز کر دیا جائے، تب بھی قرآن کی رو سے مسند خلافت کے دعویدار افراد خلافت کے مستحق اور پیغمبر کی جانشینی کے قابل بالکل نہیں تھے کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ یہ ظالم کے حقیقی مصداق تھے اور خدا نے فرمایا ہے کہ ظالموں کو یہ عہدہ نہیں مل سکتا اب فیصلہ آپ خود کریں!

۱۔ وہ لوگ جو ابتداء عمر سے ہی کافر تھے۔

۲۔ وہ لوگ جنہوں نے بشریت پر بالخصوص حضرت علیؑ و فاطمہ زہراؑ پر ظلم کیا۔

۳۔ وہ لوگ جنہوں نے خود اعتراف کیا کہ میں نے احکام الٰہی کی مخالفت کی اور اپنے نفس پر ظلم کیا، کیا ایسے لوگ پیغمبر اکرمؐ کے خلیفہ اور جانشین بن سکتے ہیں۔؟

علم امام

امام کو چاہئے کہ وہ ان تمام احکام و قوانین کو جانتا ہو جو لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت کی سعادت کے لئے ضروری ہیں یعنی امام کا علم اہل زمین کے تمام لوگوں سے زیادہ ہو، تاکہ وہ رہبری کا حقدار بن سکے وہ تمام دلیلیں جو امام کی ضرورت کے لئے ہم نے بیان کی ہیں، وہی یہاں بھی امام کے افضل و اعلم ہونے پر دلالت کرتی ہیں، قرآن نے اس کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے: ﴿أَفَمَنْ يَهدِي إِلَى الحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهدَىٰ فَما لَكُمْ كَيفَ تَحكُمُونَ﴾ اور جو

حق کی ہدایت کرتا ہے وہ واقعا قابل اتباع ہے یا جو ہدایت کرنے کے قابل بھی نہیں ہے مگر یہ کہ خود اس کی ہدایت کی جائے آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم کیسے فیصلے کر رہے ہو۔(۱)

امام کے تعیین کا طریقہ

جب ہم نے امام کے صفات اور کمالات کو پہچان لیا تو اب یہ دیکھنا ہے کہ ایسے امام کو کس طریقہ سے معین ہونا چاہئے۔

آج کل کی دنیا میں ذمہ دار اور عہدہ دار کے چننے کا بہترین طریقہ انتخابات ہے (چناؤ کے ذریعہ) البتہ یہ چناؤ راہ حل تو ہو سکتا ہے لیکن ہمیشہ راہ حق نہیں ہوتا کیونکہ چناؤ واقعیت کو تبدیل نہیں کر سکتا نہ حق کو باطل اور نہ باطل کو حق بنا سکتا ہے، ہر چند کہ عملی میدان میں اکثریت کو مد نظر رکھا جاتا ہے لیکن یہ چنے ہوئے فرد کی حقانیت کی دلیل نہیں ہے، تاریخ گواہ ہے کہ انتخابات میں بعض لوگ اکثریت کے ذریعہ چنے گئے پھر تھوڑے یا زیادہ دن کے بعد یہ پتہ چل جاتا ہے کہ یہ انتخاب اور چناؤ سے آنے والا شخص غلط تھا حقیقت یہ ہے کہ ہم علم غیب یا آئندہ کی بات نہیں جانتے لوگوں کے باطن کے سلسلہ میں ہم کس طرح حتمی فیصلہ یا صحیح فیصلہ کر سکتے ہیں۔؟

لہذا کبھی بھی اکثریت حق کی دلیل اور اقلیت باطل کی دلیل نہیں بن سکتی دوسری طرف قرآن نے تقریبا اسی مقامات پر اکثریت کی مذمت کی ہے اور سورہ

---

(۱) سورہ یونس آیہ: ۳۵

انعام کی آیۃ ۱۱۶ میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ اور اگر آپ روئے زمین کی اکثریت کا اتباع کریں گے تو یہ راہ خدا سے بہکا دیں گے یہ صرف گمان کا اتباع کرتے ہیں اور صرف اندازوں سے کام لیتے ہیں۔

اس سے ہٹ کر امامت اور رہبری کا کام فقط دین اور سماجی زندگی کو چلانے کا نام نہیں ہے بلکہ امام دین کا محافظ اور دین و دنیا میں لوگوں کی حفاظت کرنے والا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ وہ ہرگز گناہ وخطا سے معصوم ہو اور تمام لوگوں میں افضل واعلم ہو اور ایسے شخص کو لوگ نہیں چن سکتے کیونکہ لوگوں کو کیا معلوم کہ کون شخص صاحب عصمت اور علوم الٰہی کا جاننے والا اور دوسری فضیلتوں کا مالک ہے تا کہ اسے چنا جائے چونکہ صرف خدا انسان کے باطن اور مستقبل سے باخبر ہے لہٰذا اس کو چاہئے کہ بہترین شخص کو اس مقام کے لئے چنے اور اسے اس کی شایان شان کمال سے نواز کر لوگوں کے سامنے پہچنوائے۔

امام کیسے معین ہوگا؟

رسول کے بعد امامت و پیشوائی یعنی کار رسالت کو انجام دینا، امام اور رسول میں بس فرق یہ ہے کہ رسول بانی شریعت اور صاحب کتاب ہوتا ہے اور امام اس کے جانشین کی حیثیت سے محافظ شریعت اور اصول دین وفروع دین کا بیان کرنے والا اور نبوت کی تمام ذمہ داریوں کو نبھانے والا ہوتا ہے جس طرح نبی کا انتخاب خدا کے

ہاتھ میں ہے اسی طرح امام کا انتخاب بھی خدا کی جانب سے ہونا چاہیے جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیۃ ۱۲۴ میں ہے کہ امامت عہد خداوندی ہے اور خدا کا عہدہ انتخاب اور چناؤ سے معین نہیں ہوسکتا کیونکہ چناؤ اور شوریٰ لوگوں سے مربوط ہے۔

جن دو آیتوں میں مشورت کا ذکر کیا ہے وہاں لفظ امر آیا ہے ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورىٰ بَيْنَهُمْ﴾ ﴿وشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ ان دو آیتوں میں جو مشورت کے لئے کہا گیا ہے وہ معاشرتی امور لوگوں کے لئے ہے اور یہ خدا کے عہد و پیمان میں شامل نہیں ہوگا سورہ قصص کی ۶۸ آیۃ میں ارشاد ہوتا ہے ﴿وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَ يَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾ اور آپ کا پروردگار جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور پسند کرتا ہے۔

ان لوگوں کو کسی کا انتخاب کرنے کا کوئی حق نہیں ہے مرحوم فیض کاشانی تفسیر صافی میں اس آیت مذکورہ کے ذیل میں حدیث نقل کرتے ہیں کہ: جب خداوند عالم کسی کو امامت کے لئے منتخب کردے تو لوگ دوسرے کی طرف ہرگز نہیں جاسکتے اور دوسری حدیث میں ارشاد ہوا:

چناؤ میں خطا کے امکان کی بنا پر اس کی اہمیت کم ہو جاتی ہے صرف خدا کا چنا ہوا اہمیت کا حامل ہوسکتا ہے چونکہ صرف وہ ہمارے باطن اور مستقبل کو جانتا ہے

لَمَّا كَانَ النَّبِيُّ يَعرِضُ نَفسَهُ عَلَىٰ القَبائل جاءَ الىٰ بَنِى كلابٍ فقالوا: نُبايعك علىٰ أن يكون لنا الأمر بعدك فقال: الأمر لله فإن شاء

كان فيكم أو في غيركم ، جس وقت پیغمبر اکرمؐ قبیلوں میں جا کر لوگوں کو دعوت دیتے تھے جب قبیلہ بنی کلاب میں گئے تو ان لوگوں نے کہا ہم اس شرط پر آپ کی بیعت کریں گے کہ امامت آپ کے بعد ہمارے قبیلہ میں رہے حضرت نے فرمایا: امامت کی ذمہ داری خدا کے ہاتھ میں ہے اگر وہ چاہے گا تو تم میں رکھے گا یا تمہارے علاوہ کسی اور میں۔(۱)

سوالات

۱۔ عصمت امام پر قرآن سے دلیل پیش کریں؟

۲۔ قرآن کی نظر میں ظالمین کون لوگ ہیں؟

۳۔ کیوں امام کو انتخاب اور مشورت سے معین نہیں کر سکتے؟

۴۔ امام کا تعین کیسے کریں؟

---

(۱) بحار الانوار جلد ۲۳ ص ۷۴

پچیسواں سبق

امامت خاصہ

مولائے کائنات علیہ السلام اور ان کے گیارہ فرزندوں کی امامت وولایت کا اثبات:

ہم گذشتہ بحثوں میں امام کی صفات اور ضروری خصوصیات سے آگاہ ہو چکے ہیں لہٰذا اب ہم کو یہ تحقیق کرنا چاہئے کہ پیغمبرؐ کے بعد ان کا حقیقی جانشین کون ہے اور یہ صفات کن میں پائے جاتے ہیں تاکہ وہ عقیدہ جو ہمارے پاس ہے اس کا عقلی ونقلی دلیلوں سے اثبات ہو سکے تاکہ جو لوگ حق وحقانیت سے دور ہیں ان کی ہدایت کر سکیں۔

مولائے کائنات علیہ السلام کی امامت اور ولایت پر عقلی دلیل

دو مقدمہ ایک نتیجہ

ا۔ مولائے کائنات تمام انسانی فضائل وکمالات کے حامل تھے جیسے علم تقوی، یقین، صبر، زہد، شجاعت، سخاوت، عدالت، عصمت، اور تمام اخلاق حمیدہ یہاں تک بلا شک وشبہہ (دشمنوں کو بھی اعتراف تھا) تمام کمالات میں سب سے افضل وبرتر ہیں اور یہ فضائل شیعہ اور سنی دونوں کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔

۲۔ عقل کی رو سے مفضول کو فاضل پر ترجیح دینا قبیح ہے اور جو بھی مذکورہ فضائل کا حامل نہیں ہے اس شخص پر جو ان فضائل کا حامل ہے ترجیح دینا قبیح ہے۔

نتیجہ

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ ہی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی جانشین ہیں۔

دوسری دلیل

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ عقلی و نقلی اعتبار سے امام کا معصوم ہونا ضروری ہے اور ہر خطا و غلطی سے پاک اور دور ہونا چاہیئے، آئندہ بحث میں انشاء اللہ قرآن وحدیث سے ہم ثابت کریں گے کہ یہ صفات و خصوصیات صرف اہل بیتؑ سے مخصوص ہیں، لہٰذا حضرت علیؑ اور ان کے گیارہ فرزندوں کے علاوہ کوئی عہدۂ امامت کے لائق نہیں ہے۔

عصمت اور آیہ تطہیر

ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ امام کا معصوم ہونا ضروری ہے، اب یہ دیکھیں کہ معصوم کون ہے؟ ﴿اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذھِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ أَھلَ البَیتِ وَیُطَھِّرَکُم تَطھِیراً﴾(۱) (بس اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ اے اہل بیتؑ تم سے ہر برائی دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

(۱) سورہ احزاب۔ آیۃ:۳۳

اہل بیت سے مراد؟

شیعہ اور سنی کی بہت سی متواتر حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آیۂ تطہیر رسول اکرم اور اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے یہ حدیثیں اہلسنت کی معتبر کتابوں میں موجود ہیں جیسے صحیح مسلم، مسند احمد، درالمنثور، مستدرک حاکم، ینابیع المودۃ، جامع الاصول، الصواعق المحرقہ، سنن ترمذی، نور الابصار مناقب خوارزمی وغیرہ اور شیعوں کی لاتعداد کتب میں موجود ہیں۔

امام حسن علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں فرمایا: ہم اہل بیت ہیں جن کے واسطے خداوند عالم نے قرآن میں فرمایا: ﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ أَهلَ البَيتِ وَيُطَهِّرَكُم تَطهِيرًا ﴾(۱)

انس بن مالک کہتے ہیں کہ: رسول خدا چھ مہینے تک نماز کے وقت جب جناب زہراؑ کے گھر پہونچتے تھے فرماتے تھے اے اہل بیت وقت نماز ہے ﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ أَهلَ البَيتِ وَيُطَهِّرَكُم تَطهِيرًا ﴾(۲)

ابن عباس بیان کرتے ہیں: کہ رسول خدا نو مہینے تک وقت نماز جناب امیر علیہ السلام کے دروازے پر آکر فرماتے تھے سلام علیکم یا أهل البيت:
﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ أَهلَ البَيتِ وَيُطَهِّرَكُم تَطهِيرًا ﴾(۳)

(۱) ینابیع المودۃ ص ۱۲۶۔ (۲) جامع الاصول ج ۲ ص ۱۰۷۔ (۳) الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۸۹۔

مولائے کائنات فرماتے ہیں کہ رسول خدا ہر روز صبح ہمارے گھر کے دروازے پرآ کر فرماتے تھے خدا آپ پر رحمت نازل کرے نماز کے لئے اٹھو:

﴿ اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰهُ لِیُذهِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ أَهلَ البَیتِ وَیُطَهِّرَكُم تَطهِیراً ﴾(۱)

پیغمبر اکرمؐ کافی دن اس پر عمل کرتے رہے تاکہ اہل بیتؑ کی پہچان ہو جائے اور ان کی اہمیت لوگوں پر واضح ہو جائے۔

شریک ابن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا کی وفات کے بعد مولائے کائنات نے اپنے خطبہ میں فرمایا: تم لوگوں کو قسم ہے اس معبود کی بتاؤ کہ کیا میرے اور میرے اہل بیت کے علاوہ کسی اور کی شان میں یہ آیۃ نازل ہوئی ہے:

﴿ اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰهُ لِیُذهِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ أَهلَ البَیتِ وَیُطَهِّرَكُم تَطهِیراً ﴾(۲) لوگوں نے جواب دیا نہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے ابوبکر سے فرمایا تمہیں خدا کی قسم ہے بتاؤ آیۂ تطہیر میرے اور میری شریک حیات اور میرے بچوں کی شان میں نازل ہوئی ہے یا تمہارے اور تمہارے بچوں کے لئے؟ جواب دیا: آپ اور آپ کے اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔(۳)

---

(۱) غایۃ المرام ص ۲۹۵

(۲) غایۃ المرام ص ۲۹۳،

(۳) نور الثقلین ج ۴، ص ۲۷۱

اعتراض:

لوگوں کا کہنا ہے کہ آیۂ تطہیر پیغمبر کی ازواج کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اس کے پہلے اور بعد کی آیات پیغمبر کی ازواج کے سلسلے میں ہے یا کم از کم پیغمبر کی ازواج بھی اس میں شامل ہیں۔ اسی لئے یہ ان کی عصمت کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ کوئی بھی پیغمبر کی ازواج کو معصوم نہیں مانتا ہے۔

جواب

علامہ سید عبدالحسین شرف الدین نے اس کے چند جواب دیئے ہیں۔

۱۔ یہ اعتراض اور شبہ نص کے مقابلہ میں اجتہاد کرنا ہے کیونکہ بے شمار روایتیں اس سلسلے میں آئی ہیں جو تواتر کے حد تک ہیں کہ آیۂ تطہیر پیغمبرؐ فاطمہ زہراؑ علیؑ، و حسنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

۲۔ اگر آیۂ تطہیر پیغمبرؐ کی ازواج کی شان میں ہوتی تو مخاطب مونث ہونا چاہئے نہ کہ مذکر، یعنی آیت اس طرح ہونی چاہئے "اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰهُ لِیُذهِبَ عَنکُنَّ الرِّجسَ أَهلَ البَیتِ وَیُطَهِّرکُنَّ تَطهِیرا"

۳. آیۂ تطہیر اپنے پہلے اور بعد کی آیت کے درمیان جملہ معترضہ کے طور پر ہے اور یہ چیز عربوں میں فصیح مانی جاتی ہے اور قرآن میں بھی آیا ہے: ﴿فَلَمَّا رَأَی قَمِیصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهُ مِنْ کَیدِ کُنَّ اِنَّ کَیدَ کُنَّ عَظِیمٌ یُوسُفُ أَعرِض عَن هَذا وَاستَغفِرِی لِذَنبِکِ انکِ کُنتِ مِنَ الخَاطِئِینَ﴾

"يُوسُفُ أَعرِض عَن هَذَا": مخاطب یوسف ہیں اور یہ جملہ معترضہ ہے اور پہلے اور بعد کی آیۃ میں زلیخا سے خطاب ہے:(۱)

آیۃ تطہیر اور مولائے کائنات اور انکے گیارہ فرزندوں کی عصمت وامامت

مولائے کائنات نے ارشاد فرمایا ہم ام سلمہ کے گھر میں رسول خدا کے پاس بیٹھے تھے کی آیۃ تطہیر ﴿اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ أَهلَ البَيتِ وَيُطَهِّرَكُم تَطهِيرًا﴾ نازل ہوئی۔

رسول خداؐ نے فرمایا: یہ آیت آپ اور آپ کے فرزند حسن و حسین علیہما السلام اور ان اماموں کی شان میں نازل ہوئی ہے جو آپ کی نسل سے آئندہ آئیں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بعد کتنے امام ہونگے۔؟

حضور اکرمؐ نے فرمایا: میرے بعد آپ امام ہوں گے اور آپ کے بعد حسنؑ اور حسنؑ کے بعد حسینؑ اور ان کے بعد ان کے فرزند علیؑ پھر علیؑ کے فرزند محمدؑ اور پھر محمدؑ کے فرزند علی اور علیؑ کے فرزند جعفر اور جعفر کے فرزند موسیٰ، موسیٰ کے فرزند علیؑ، علی کے فرزند محمد، محمدؑ کے فرزند علیؑ، علیؑ کے فرزند حسنؑ، حسنؑ کے فرزند حجتؑ امام ہوں گے ان تمام کے اسماء گرامی اسی ترتیب سے عرش پر لکھے ہیں میں نے خدا سے پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب یہ تمہارے بعد کے امام ہیں جو پاک اور معصوم اور ان کے دشمن ملعون ہوں گے۔(۲)

---

(۱) سورہ یوسف آیۃ: ۲۸-۲۹ (۲) غایۃ المرام ص، ۲۹۳

لہٰذا یہ آیۂ تطہیر چودہ معصوم کی شان میں نازل ہوئی ہے اور رسول خدا نے اپنی بے شمار احادیث کے ذریعہ (انشاء اللہ ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کریں گے) لوگوں کو یہ بتایا کہ یہ عہدہ امامت قیامت تک انہیں مخصوص حضرات سے مربوط ہے کیونکہ یہ صاحب عصمت ہیں اور اس عہدے کے تمام شرائط ان کے اندر پائے جاتے ہیں۔

عصمت کے متعلق دو حدیث

عن ابن عبّاس قال سمعت رسول اللّٰه صلیٰ اللّٰه و آله وسلم یقول: أنا وعليٌ والحسنٌ والحسينٌ وتسعة من ولد الحسينٌ مطهّرون معصومون(۱) ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اور علیؑ، حسنؑ و حسینؑ اور حسینؑ کی نسل سے ان کے گیارہ فرزند پاک اور معصوم ہیں۔

قال امیر المومنین: اِنّ اللّٰه تبارک وتعالیٰ طهّرنا وعصمنا وجعلنا شهداء علیٰ خلقه وحجّته في أرضه وجعلنا مع القرآن وجعل القرآن معنا لانفارقه ولا يفارقنا(۲)

مولائے کائنات نے فرمایا: بیشک خدا نے ہمیں پاک و معصوم بنایا ہے اور اپنی مخلوق کا گواہ اور زمین پر حجت قرار دیا اور ہمیں قرآن کے ساتھ اور قرآن کو

(۱) ینابیع المودۃ ص ۵۳۴ (۲) اصول کافی کتاب الحجۃ

ہمارے ساتھ رکھا ہے نہ ہم قرآن سے الگ ہو سکتے ہیں نہ قرآن ہم سے الگ ہو سکتا ہے۔

سوالات

۱۔ مولائے کائنات کی امامت پر عقلی دلیل بیان کریں؟
۲۔ آیۂ تطہیر سے اہل بیتؑ سے مراد کون لوگ ہیں حدیث سے ثابت کریں؟
۳۔ آیۂ تطہیر میں پیغمبر کی ازواج شامل کیوں نہیں ہو سکتی ہیں؟
۴۔ بارہ اماموں کی امامت کے سلسلہ میں مولائے کائنات کی حدیث بیان کریں؟

چھبیسواں سبق

قرآن اور مولائے کائنات کی امامت

آیۃ ولایت

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ ایمان والوتمہارا ولی بس اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبان ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکاۃ دیتے ہیں۔(۱)

خداوند عالم نے اس آیت میں لفظ ،،انما،، کے ذریعہ جو انحصار پر دلالت کرتا ہے۔ مسلمانوں کا ولی و سرپرست صرف تین شخصیتوں کو قرار دیا ہے خود خدا، پیغمبر اور جو لوگ صاحبان ایمان ہیں کہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔

آیۃ کا شان نزول

آیت سے خدا اور سول کی ولایت میں کسی کو شک نہیں لیکن تیسری ولایت

---

(۱) سورہ مائدہ آیۃ:۵۵

"والذین آمنوا" کے بارے میں شیعہ اور سنی دونوں کے یہاں بے شمار حدیثیں پائی جاتی ہیں کہ یہ آیۃ مولائے کائنات علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اس وقت کہ جب انھوں نے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی سائل کو دے دی شیعوں میں اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں اور اہل سنت کے علماء میں سے فخر رازی نے تفسیر کبیر میں، زمخشری نے کشاف میں، ثعلبی نے الکشف والبیان میں، نیشاپوری بیضاوی، بیہقی، نظیری اور کلبی نے اپنی اپنی تفسیروں میں طبری نے خصائص میں، خورازمی نے مناقب، احمد بن حنبل نے مسند میں، یہاں تک کہ تفتازانی اور قوشجی نے اتفاق مفسرین کا دعوی کیا ہے غایۃ المرام میں ۲۴ حدیثیں اس سلسلے میں اہل سنت سے نقل کی گئی ہیں، مزید معلومات کے لئے الغدیر کی دوسری جلد اور کتاب المراجعات، کی طرف رجوع کریں۔

یہ مسئلہ اس حد تک مشہور و معروف تھا اور ہے کہ (پیغمبر کے زمانے کے مشہور شاعر) حسان بن ثابت نے اسے اپنے شعر کے ذریعہ بیان کیا اور مولا سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

فأنتَ الَّذِي أعطيت اِذ کنت راکعاً	زکاۃً فدتک النفس یا خیر راکع
فانزل فیک اللّٰہ خیر ولا یۃ	وبیّنھا فی محکمات الشرائع

"اے علیؑ آپ نے حالت رکوع میں زکوۃ دی۔ میری جان آپ پر قربان اے بہترین رکوع کرنے والے"۔

خدا نے بہترین ولایت آپ کے لئے نازل کی اور قرآن میں اسے بیان

فرمایا، لہٰذا مولائے کائنات تمام مومنین کے ولی مطلق ہیں اور عقل کی رو سے ایسا شخص ابوبکر وعمر وعثمان کا تابع نہیں ہوسکتا، ہاں اگر یہ افراد مومن تھے تو ان کو مولائے کائنات کی اتباع وپیروی کرنی چاہئے۔

دو اعتراض اور انکا جواب

بعض اہل سنت کا کہنا ہے کہ ولی کے معنی دوست اور ساتھی کے ہیں نہ کہ رہبر وولی مطلق کے۔

جواب:

الف) پہلی بات تو یہ کہنا ہی نص آیۃ اور ظاہر کے خلاف ہے اس سے ہٹ کر ولی کے معنی عرف عام میں ولی مطلق، اور اولی بہ تصرف کے ہیں اور دوسرے معنی میں استعمال کے لئے قرینہ کی ضرورت ہے چونکہ اولی کا لفظ آیت میں ﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾(۱) کا لفظ حدیث غدیر میں ''من کنت مولاہ'' ولایت مطلق پر واضح طور پر دلالت کرتا ہے۔

ب) آیۃ ولایت میں لفظ ''انما'' کے ذریعہ انحصار ہے اور دوستی صرف خدا ورسولؐ اور علیؑ ہی پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ تمام مومنین ایک دوسرے کے دوست ہیں جیسے کہ خداوند عالم نے فرمایا ﴿الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ اب چونکہ دوستی کا انحصار فقط خدا اور رسولؐ وعلیؑ سے مختص نہیں ہے۔(۲)

---

(۱) الاحزاب آیۃ: ۶ (۲) سورہ توبہ آیۃ: ۷۱

بلکہ اس کا تمام مومنین سے ہے آیہ اِنَّما وَلِیُّکُم اللہ (میں انحصار کا حکم ہے لہٰذا ولایت کے معنی رہبر و ولی مطلق کے ہیں۔

بعض متعصب اہل سنت نے اعتراض کیا کہ مولائے کائنات جب نماز میں اتنا محو رہتے تھے کہ حالت نماز میں تیر نکلنے کا بھی انہیں پتہ نہیں چلتا تھا تو کس طرح ممکن ہے کہ سائل کے سوال کو سن کر اس کی طرف متوجہ ہوئے ہوں۔

جواب:

یقیناً مولائے کائنات حالت نماز میں مکمل طور سے خدا کی طرف دھیان رکھتے تھے، اپنے آپ اور ہر مادی شیٔ سے جو روح عبادت کے منافی ہوتی تھی بیگانہ رہتے تھے۔ لیکن فقیر کی آواز سننا اور اس کی مدد کرنا اپنی طرف متوجہ ہونا نہیں ہے بلکہ عبادت میں غرق ہونے کی دلیل ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ آپ کا یہ فعل عبادت میں عبادت ہے اس کے علاوہ عبادت میں غرق ہونے کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ اپنے اختیارات کھو بیٹھیں یا بے حس ہو جائیں بلکہ اپنے اختیار کے ذریعہ اپنی توجہ اور وہ چیز جو راہ خدا میں سد راہ ہے اس سے اپنے آپ کو الگ کرلیں۔

یہاں نماز بھی ایک عبادت ہے اور زکوۃ بھی، اور دونوں خدا کی خوشنودی کے راستے ہیں، لہٰذا مولائے کائنات کو متوجہ ہونا صرف خدا کے لئے تھا اس کی دلیل خود آیت کا نازل ہونا ہے، جو تواتر سے ثابت ہے۔

آیت اطاعت اولی الامر:

﴿یَا أَیُّها الَّذینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللّهَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمرِ مِنکُم﴾ ''ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہیں''۔(۱)

اس آیت میں صاحبان امر کی اطاعت بغیر کسی قید و شرط کے خدا اور رسول کے اطاعت کے ساتھ واجب قرار دیا ہے شیعوں کا نظریہ ہے کہ اولی الامر سے مراد بارہ امام معصوم ہیں اور اہل سنت سے بھی روایت پائی جاتی ہے کہ اس سے مراد امام معصوم ہیں۔

مشہور مفسر، ابوحیان اندلسی مغربی نے اپنی تفسیر بحار المحیط، اور ابوبکر مومن شیرازی نے اپنے رسالہ اعتقادی میں، سلیمان قندوزی نے ینابیع المودۃ میں ان روایتوں کو بطور نمونہ ذکر کیا ہے، شیعوں کی تفسیروں میں بھی اس آیت کے ذیل میں رجوع کریں منجملہ تفسیر برہان، نور الثقلین، تفسیر عیاشی، اور کتاب غایۃ المرام اور دوسری بہت ساری کتابوں میں آپ رجوع کریں۔ یہاں پر بعض احادیث کو نقل کر رہے ہیں جابر بن عبد اللہ انصاری نے پیغمبر اکرمؐ سے سوال کیا کہ اولی الامر جن کی اطاعت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اس سے مراد کون ہیں۔؟

آنحضرت نے جواب میں فرمایا: میرے بعد کے خلیفہ و جانشین جو میری ذمہ داریوں کو سر انجام دینے والے ان میں سب سے پہلے میرے بھائی علیؑ ہیں ان

---

(۱) سورہ نساء آیہ: ۵۹

کے بعد حسن و حسین علیہما السلام پھر علی بن الحسینؑ ان کے بعد محمد باقر (تم اسوقت تک رہو گے اور اے جابر! جب ان سے ملاقات ہو تو انہیں ہمارا سلام کہنا) پھر جعفر صادقؑ ان کے بعد موسیٰ کاظمؑ ان کے بعد علی الرضاؑ انکے بعد محمد جواد پھر علی ہادیؑ ان کے بعد حسن عسکریؑ اور ان کے بعد قائم منتظر مہدیؑ میرے بعد امام اور رہبر ہوں گے۔

اسی حدیث کو امام زمانہؑ کے سلسلے میں تفسیر نور الثقلین کی پہلی جلد میں صفحہ ۴۹۹ میں واضح طور سے بیان کیا ہے، عن أبی جعفر علیهم السلام: أوصیٰ رسول اللّه اِلیٰ علیؑ والحسنؑ والحسین علیهم السلام ،ثم قال فی قول اللّه عزّوجلّ: ﴿يَا أَيُّها الَّذينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأمرِ مِنكُم﴾ قالَ: الأَئِمة مِن وُلِد عليٍّ وفاطمةؑ اِلیٰ أن تقوم الساعة(۱)

امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے مولائے کائنات اور حسن و حسین علیہم السلام کی امامت کے لئے وصیت کی ،پھر خدا کے اس قول کی طرف اشارہ کیا "أَطِيعُوا اللّهَ" اور فرمایا: بقیہ امام علی و فاطمہ کی اولاد سے ہوں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے گی لہٰذا اولی الامر کی اطاعت کا تذکرہ جس آیت میں ہے وہ چند طریقوں سے مولائے کائنات امیر المومنین علیہ السلام اور انکے گیارہ فرزندوں کی امامت پر دلالت کرتی ہے اولی الامر کی اطاعت خدا و رسول کی اطاعت کے ساتھ ہے چونکہ اطاعت مطلق طور پر واجب ہے لہٰذا انہیں پہچاننا ضروری ہے۔

جس طرح خدا نے رسول خدا کی اطاعت کو واجب کر کے خود رسول کو معین

---

(۱) تفسیر نور الثقلین ج ۱ ص ۵۰۵، دلائل امامت ۲۳۱

کردیا اسی طرح جب اولی الامر کی اطاعت کا حکم دے رہا ہے تو ضروری ہے کہ انہیں بھی معین کرے ورنہ تکلیف مالا یطاق ہو جائے گی (یعنی جسے ہم نہیں جانتے اس کی اطاعت ہمارے امکان سے باہر ہے) بے شمار روایتوں نے آیت کے شان نزول کو مولائے کائنات اوران کے گیارہ فرزندوں سے مختص کیا ہے۔

علیؑ کی امامت اور آیت انذار وحدیث یوم الدار

حدیث یوم الدار

پیغمبر اسلام کو بعثت کے تیسرے سال میں حکم ہوا کہ دعوت اسلام کو علی الاعلان پیش کریں:وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ: (۱) (اپنے قریبی رشتے داروں کو انذار کرو، ڈراؤ) اس حکم کے ساتھ پیغمبر اسلام نے اپنے رشتے داروں کو جناب ابوطالب کے گھر میں اکٹھا کیا اور کھانے کے بعد فرمایا: اے عبدالمطلب کے فرزندو! خدا کی قسم میں عرب میں کسی کو نہیں جانتا کہ اپنی قوم وقبیلہ کے لئے اس سے بہتر چیز جو میں پیش کر رہا ہوں اس نے پیش کی ہو، میں دنیا اور آخرت کی فلاح وبہبودی تمہارے لئے لایا ہوں اور خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کی توحید اور اس کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی طرف دعوت دوں، تم میں سے کون ہے؟ جو اس سلسلے میں میری مدد کرے گا تا کہ وہ میرا بھائی میرا ولی وجانشین بن سکے۔

کسی نے اس جانب کوئی توجہ نہیں دی۔ پھر مولائے کائنات کھڑے

---

(۱) سورہ شعراء آیۃ:۲۱۴

ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ میں حاضر ہوں، اس سلسلہ میں آپ کا ناصرو مددگار ہوں یہاں تک تین مرتبہ پیغمبر نے اس جملہ کی تکرار کی، اور علیؑ کے علاوہ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، اس وقت پیغمبرؐ نے حضرت کے گلے میں باہیں ڈال کے فرمایا: اِنَّ ھـــذا أخي وَوصييّ وخليفتي فيكم فاسمعوا له وأطيعوه بیشک یہ میرا بھائی ہے تم لوگوں میں میرا وصی و جانشین ہے اس کی باتوں کو سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

اس حدیث کو اہل سنت کے علماء کرام جیسے ابن ابی جریر، ابو نعیم، بیہقی، ثعلبی ابن اثیر، طبری اور دوسرے بہت سے علماء نے نقل کیا ہے، مزید معلومات کے لئے کتاب المراجعات کے صفحہ ۱۳۰ کے بعد اور احقاق الحق ج ۴ کے ص ۶۲ نیز اس کے بعد ملاحظہ فرمائیں، یہ حدیث واضح طور پر علیؑ کی ولایت و امامت کو ثابت کرتی ہے۔

سوالات

۱۔ آیت ولایت "انـمـا ولـيـكـم الله" کے ذریعہ مولائے کائنات کی امامت کو کیسے ثابت کریں گے؟

۲۔ "انما وليكم" میں ولی کس معنی میں ہے اور اس کی دلیل کیا ہے؟

۳۔ اطاعت اولی الامر کی دلالت کو بیان کریں؟

۴۔ آیۂ انذار اور حدیث یوم الدار سے کس طرح مولائے کائنات کی امامت پر استدلال کریں گے؟

ستائیسواں سبق

مولائے کائنات کی امامت اور آیۂ تبلیغ

﴿یاأیُّھا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَاأُنزِلَ إلیکَ مِنْ رَبِّکَ وَإنْ لَمْ تَفعَل فَمَا بَلَّغتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ یَعصِمُکَ مِنَ النَّاسِ إنَّ اللّٰهَ لَا یَهدِی القَومَ الکَافِرِینَ﴾ اے پیغمبر! آپ اس حکم کو پہنچا دیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا کہ اللہ کافروں کی ہدایت نہیں کرتا۔(۱)

خطاب کا انداز بتا رہا ہے کہ کوئی اہم ذمہ داری ہے کہ جس کے چھوڑنے سے رسالت ناقص ہو جائیگی اور یہ آیت یقیناً توحید یا جنگ یا دوسری چیزوں کے واسطے نہیں تھی چونکہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے یہ تمام مسائل حل ہو چکے تھے کیونکہ یہ آیت پیغمبر کی زندگی کے آخری وقت میں نازل ہوئی ہے بغیر کسی شک کے یہ آیت مسئلہ امامت اور جانشین پیغمبر سے متعلق ہے۔ یہاں تک کہ اہل سنت کے بے شمار علماء، مفسرین اور مورخین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مذکورہ آیت

---

(۱) سورہ مائدہ آیہ: ۶۷

واقعہ غدیر اور مولائے کائنات کے لئے نازل ہوئی ہے مرحوم علامہ امینی نے اپنی کتاب مقدس الغدیر میں حدیث غدیر کو ۱۱۰ اصحابہ سے اور ۳۶۰ بزرگ علماء اور مشہور اسلامی کتابوں سے نقل کیا ہے اور کسی نے اس حدیث کے صدور پر شک نہیں کیا ہے اگر آیۂ تبلیغ اور حدیث غدیر کے علاوہ کوئی دوسری آیت یا حدیث نہ بھی پائی جاتی تب بھی مولائے کائنات کی خلافت بلافصل کو ثابت کرنے کے لئے یہی دو آیتیں کافی تھیں اس کے باوجود بے شمار آیتیں مولائے کائنات اور ان کے فرزندوں کی امامت کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں اور ہمارا اعتقاد ہے کہ پورا قرآن مفسر اہل بیت ہے اور اہل بیت مفسر قرآن ہیں اور حدیث ثقلین کی نظر سے یہ کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے، اس سلسلہ میں روائی تفسیروں میں من جملہ نور الثقلین، تفسیر برہان، تفسیر عیاشی اور کتاب غایۃ المرام اور دوسری بہت سی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں ہم یہیں پر اس بحث پر اکتفا کرتے ہوئے بحث کو مکمل کرنے کے لئے مشہور حدیث غدیر کو نقل کرتے ہیں۔

مولائے کائنات کی امامت اور حدیث غدیر

پیغمبر اسلامؐ ۱۰ھ میں مکہ کی طرف حج کے قصد سے گئے یہ پیغمبرؐ کا آخری حج تھا لہٰذا تاریخ میں اسے حجۃ الوداع بھی کہتے ہیں اس سفر میں پیغمبر کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار صحابی تھے مدینہ کی طرف واپسی پر ۱۸ ذی الحجہ کو غدیر خم (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے) میں جبرئیل نازل ہوئے اور اس آیت کو پیش کیا

﴿یـاأیُّهـاالـرَّسُـولُ بَـلِّـغْ مَـاأُنزِلَ إِلیکَ مِنْ رَبِّکَ وَإِنْ لَمْ تَفعَل فَمَا بَلَّغتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ یَعصِمُکَ مِنَ النَّاس إِنَّ اللّٰه لاَ یَهدِی القَومَ الکَافِرِین﴾

قبل اس کے کہ مسلمان یہاں سے جدا ہوں پیغمبر اسلامؐ نے سب کو رکنے کا حکم دیا جو آگے بڑھ گئے تھے انہیں پیچھے بلایا اور جو پیچھے رہ گئے تھے ان کا انتظار کیا بہت گرم اور جھلسا دینے والی ہوا چل رہی تھی مسلمانوں نے نماز ظہر پیغمبر اسلام کی امامت میں ادا کی، نماز کے بعد آنحضرت نے طویل خطبہ پڑھا اور اس کے ضمن میں فرمایا: میں جلد ہی خدا کی دعوت پر لبیک کہنے والا ہوں اور تمہارے درمیان سے چلا جاؤں گا پھر فرمایا: اے لوگوں! میری آواز سن رہے ہو سب نے کہا، ہاں، پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: یـا أیُّهاالنَّاس مَن أولیٰ النَّاس بالمُؤمنین من أ نفسهم اے لوگو! مومنین کے نفوس پر کون زیادہ حقدار ہے، سب نے ایک آواز ہو کر کہا خدا اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے حضرت نے فرمایا خدا میرا رہبر و مولا ہے اور میں مومنین کا رہبر و مولا ہوں اور مومنین پر ان سے زیادہ میرا حق ہے پھر مولائے کائنات کو ہاتھوں پہ بلند کیا اور فرمایا: "مَنْ کـنـت مولاه فعليٌ مولاه "جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں اس جملہ کو تین بار دہرایا پھر آسمان کی طرف سر کو بلند کیا اور فرمایا: "اللّٰهـمَّ والِ مَن وَالاه وعاد مَنْ عاداه وانصر من نصره واخذل مَن خذلهُ" خدایا! تو اس کو دوست رکھ جو اس (علی) کو دوست رکھے تو اس کی مدد کر جو اس کی مدد کرے تو اس کو رسوا و ذلیل کر جو ان کی عزت نہ کرے پھر فرمایا: تمام

حاضرین غائبین تک یہ خبر پہونچادیں ابھی مجمع چھٹا نہیں تھا کہ جبرئیل نازل ہوئے اوراس آیت کی پیغمبر پر تلاوت کی: ﴿الیومَ اکملتُ لکُم دینکُم وَاتممتُ علیکُم نِعمَتِي وَرَضِیتُ لَکُمُ الاِسلامَ دیناً﴾ ''آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کردیا ہے اوراپنی نعمتوں کوتم پر تمام کردیا ہے اورتمہارے دین اسلام سے راضی ہوگیا''۔(۱)

اسی وقت پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: اللّٰهُ أکبرُ اللّٰه أکبرُ علیٰ إِکمال الدِّین واِتمام النّعمة ورِضیٰ الرّب برسالتي والولایة لعليّ مِن بعدي اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے دین کو کامل کرنے ،اوراپنی نعمتوں کے تمام کرنے اورمیری رسالت پر راضی ہونے ،اورمیرے بعد علیؑ کی ولایت پر راضی ہونے پر، اسی وقت لوگوں کے بیچ ایک خبر گشت کرنے لگی اور تمام لوگ مولائے کائنات کو اس مقام ومنزلت پر مبارک باد پیش کرنے لگے یہاں تک عمر نے لوگوں کے درمیان مولائے کائنات سے کہا:''بخٍ بخٍ لک یابنَ أبي طالب أصبحتَ وأمسیتَ مولاي ومولیٰ کُلّ مُؤمن ومؤمنة''مبارک ہو مبارک اے ابوطالب کے بیٹے آپ کی صبح وشام اس حالت میں ہے کہ میرے اور ہر مومن اورمومنہ کے مولا ہیں اس حدیث کومختلف الفاظ میں کبھی تفصیل کے ساتھ کبھی اختصار سے بے شمار علماء اسلام نے نقل کیا ہے اس حد تک کہ کسی کو بھی اس کے صادر ہونے پر شک نہیں ہے مرحوم بحرانی

(۱)سورہ مائدہ آیۃ:۳

نے اپنی کتاب غایۃ المرام میں اس حدیث کو ۸۹ سند کے ساتھ اہل سنت سے اور ۴۳ سند کے ساتھ شیعہ سے نقل کیا ہے اور اس سلسلہ میں بہترین کتاب جو لکھی گئی ہے وہ "الغدیر" ہے جسے علامہ امینی نے بے انتہا زحمتوں کے بعد لباس وجود عطا کیا ہے۔

لفظ مولا کے معنی پر اعتراض اور اس کا جواب

جب بعض نے یہ دیکھا کہ حدیث کی سند انکار کے قابل نہیں تو لفظ مولا کے معنی میں شک ایجاد کیا اور کہنے لگے کہ یہ دوست کے معنی میں ہے۔

جواب:

دس دلیلوں کی بنا پر لفظ مولی صرف ولایت و رہبری کے معنی میں ہے اور دوست کے معنی ہرگز نہیں ہو سکتے۔

۱۔ خود پیغمبر اسلام نے علیؑ کے تعارف سے قبل فرمایا: "مَنْ أولیٰ النّاس بالمؤمنین مِن أنفسهم" اور پھر یہ جملہ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" فرمایا تو پھر جس طرح پہلا جملہ ولایت کے لئے ہے، دوسرے کو بھی اسی طرح ہونا ضروری ہے تا کہ دونوں جملہ میں ربط باقی رہے۔

۲۔ آیہ تبلیغ جو مولائے کائنات کو پہنچوانے سے قبل نازل ہوئی پیغمبر سے خطاب کرکے فرمایا: اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا، کیا اگر پیغمبرؐ علیؑ سے دوستی کا اعلان نہیں کرتے تو رسالت ناقص رہتی؟ جبکہ متعدد بار رسول اسلام حضرت علیؑ سے بے انتہا محبت اور دوستی کا اظہار کر چکے تھے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔

۳۔ کیا یہ بات معقول ہے کہ وہ پیغمبر جسے "مَا یَنطِقُ عن الهَوىٰ" کا خطاب ملا ہو اس سخت گرمی میں ہزاروں لوگوں کو روک کر کہے: اے لوگوں جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں۔؟

۴۔ جو آیتیں علیؑ کے تعارف کے بعد نازل ہوئیں ہیں جیسے الیوم.. آج دین کامل ہو گیا نعمتیں تم پر تمام کردیں اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنادیا۔(۱) دوسری آیت اَلیَومَ یَئِسَ الَّذِینَ کَفَرُوا.... ..اور کفار تمہارے دین سے مایوس ہو گئے (۲) یہ تمام چیزیں کیا اس بناپر تھیں کہ پیغمبر نے علی کو دوست بنایا تھا۔؟

۵۔ وہ تمام خوشیاں اور حتی عمر کی مبارکبادی صرف پیغمبر اور علیؑ کی دوستی کی وجہ سے تھی کیا یہ کوئی نئی بات تھی۔؟

۶۔ پیغمبر اسلام اور ائمہ معصومینؑ نے یوم غدیر کو مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی عید قرار دیا ہے تا کہ ہر سال یہ واقعہ زندہ رہے کیا صرف دوستی کا اعلان کرنا ان تمام چیزوں کا باعث بنا کہ اسے سب سے بڑی عید قرار دے دیا جائے۔؟

۷۔ تعارف کرانے سے پہلے آیت آئی "وَاللّٰهُ یَعصِمُکَ مِنَ النَّاسِ" کیا پیغمبر اسلام علیؑ سے دوستی کا اعلان کرنے سے ڈر رہے تھے کہ خدا کو کہنا پڑا کہ خدا آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا یا امامت اور جانشینی کا اہم مسئلہ تھا؟

۸۔ شعراء اور ادیبوں نے اس وقت سے لے کر آج تک جو اشعار غدیر کے سلسلہ میں کہے ہیں ان سب نے خطبہ غدیر کو ولایت اور امامت مولائے کائنات

(۱) سورہ مائدہ آیہ۳ (۲) سورہ مائدہ آیہ۳

سے مرتبط مانا ہے اور مولائے کائنات کی جانشینی کو بیان کیا ہے ان اشعار کا تذکرہ علامہ امینی نے اپنی کتاب الغدیر کی پہلی جلد میں کیا ہے۔؟

۹۔ مولائے کائنات اور دوسرے ائمہ معصومین نے بہت سی جگہوں پر حدیث غدیر کے ذریعہ اپنی امامت ثابت کی ہے اور سب نے ان کے کلام سے ولایت ورہبری کو جانا، قائل ہوئے اور قبول کیا۔

۱۰۔ مرحوم علامہ امینی نے الغدیر کی پہلی جلد کے ص ۲۱۴ پر اہل سنت کے مشہور مفسر و مورخ محمد جریر طبری سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اسلام نے آیت تبلیغ کے نازل ہونے کے بعد فرمایا: کہ جبرئیل خدا کی طرف سے حکم لائے ہیں کہ اس جگہ رک کر سبھی اور سب کالے اور گورے کو بتادیں کہ: علی ابن ابی طالب میرے بعد میرے بھائی میرے وصی و جانشین اور امام ہیں۔

سوالات

۱۔ آیۂ تبلیغ مولائے کائنات کی امامت پر کیوں کر دلالت کرتی ہے؟

۲۔ حدیث مقدس غدیر کا خلاصہ بیان کریں؟

۳۔ کیوں لفظ مولا حدیث غدیر میں صرف ولایت اور رہبری کیلئے آیا ہے؟

اٹھائیسواں سبق

حضرت مہدی علیہ السلام (قسم اول)

امامت کی بحث کے بعد، امام زمانہؑ کے سلسلہ میں اب مختصر سی بحث ضروری ہے کچھ روایتیں جو اہل سنت کے یہاں پائی جاتی ہیں پہلے ان کا ذکر کرتے ہیں تا کہ وہ روایتیں ان کے لئے دلیل بن سکیں۔

قال رسول اللہ :یخرجُ فی آخر الزمان رجل من ولدیِ اسمہ کاسمي و کنیتہ ککنیتي یملأ الأرض عدلًا کما ملئت جوراً فذلکَ ھو المھدي: آخر زمانے میں ہماری نسل سے ایک ایسا شخص قیام کرے گا جس کا نام میرے نام پر ہوگا اور جس کی کنیت میری کنیت ہوگی، اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی اور وہی مہدی علیہ السلام ہیں۔(۱)

قال النبی صلی اللہ علیہ و آلہ: "لو لم یبق من الدھر اِلّا یوم لبعث اللہ رجلاً مِن اھل بیتی یملأھا عدلاً کما مُلئت جَوراً" اگر اس دنیا کے ختم ہونے میں ایک دن بھی باقی رہے گا تو اس دن بھی خداوند عالم میرے اہل بیت سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا تا کہ دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے جس

---

(۱) تذکرہ ص ۲۰۴۔ منہاج السنہ ص ۲۱۱۔

طرح ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔(۱)

قال رسول اللّٰہ : "لا تذھب الدنیا حتی یقوم مِن أمتي رجل من ولد الحُسین یملأ الأرض عدلاً کما مُلئت ظلماً" اس دنیا کا اختتام اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ ہماری امت سے ایک شخص قیام نہ کرے جو نسل امام حسینؑ سے ہوگا وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی ہوگی۔(۲)

شیعہ مصنفین نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں بے شمار روایتیں حضرت مہدیؑ کے حوالے سے نقل کی ہیں۔لیکن مطلب روشن ہونے کی خاطر انہیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت مہدی علیہ السلام کی مخفی ولادت

حضرت حجت بن الحسن المہدیؑ کی ولادت پندرہ شعبان ۲۵۵ھ کو ہوئی ماں کا نام نرجس اور باپ کا نام امام حسن عسکریؑ ہے۔مخفی ولادت کا سبب یہ تھا کہ امام کی ولادت ایسے زمانے میں ہوئی جب عباسی دور خلافت کے ظالم وجابر اسلامی حکمران ملکوں پر قابض تھے وہ بہت سی حدیثوں کے ذریعہ جانتے تھے کہ امام حسن عسکریؑ کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوگا جو ظالم اور ستمگر حکومتوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا لہٰذا وہ اس تاک میں تھے کہ قائم آل محمد کی ہر نشانی کو مٹا دیں، اسی لئے متوکل عباسی نے ۲۳۵ھ ق میں حکم دیا کہ حضرت ہادیؑ اور ان کے رشتہ داروں کو مدینہ سے سامرہ

---

(۱) ینابیع المودۃ، ج ۳، ص ۸۹ سنن سجستانی، ج ۴، ص ۱۵۱ مسند، ج ۱، ص ۹۹ نور الابصار، ص ۲۲۹ (۲) مودۃ القربی، ص ۹۶ ینابیع المودۃ ص ۴۵۵

(حکومت کے پایہ تخت) میں لایا جائے اور عسکر نامی محلے میں مستقر کر کے ان پر کڑی نظر رکھی جائے معتمد عباسی امام حسن عسکریؑ کے اس نومولد فرزند کا شدت سے انتظار کر رہا تھا اور اس نے اپنے جواسیس اور دائیوں کو اس امر کے لئے معین کر دیا تھا تا کہ علویوں کے گھروں خاص کر امام حسن عسکریؑ کے گھر کا وقتاً فوقتاً معاینہ کریں اور اگر کوئی بچہ ملے جس پر مبنی بشریت کا گمان ہو تو اسے فوراً قتل کر دیا جائے اسی لئے احادیث معصومین میں امام زمانہؑ کی مخفی ولادت کو جناب موسیٰ کی ولادت سے تشبیہ دی گئی ہے اور اسی خاطر ان کی ماں کا حمل، موسیٰ کی ماں کی طرح ظاہر نہیں ہوا اور کسی کو علم نہیں تھا، حتیٰ حکیمہ خاتون (امام حسن عسکریؑ کی پھوپھی) کو بھی علم نہیں تھا جب نیمہ شعبان کی رات امام نے ان سے کہا، آج رات یہیں ٹھہریں (چونکہ آج وہ بچہ آنے والا ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے) تو انھوں نے تعجب کیا، کیونکہ نرجس خاتون میں حمل کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے جب امام زمانہؑ کی ولادت ہوئی تو ان کے والد انہیں لوگوں کی نظروں سے چھپا کے رکھتے تھے، صرف اپنے مخصوص اصحاب کو انکی زیارت کرائی۔

شیخ صدوق اپنی کتاب اکمال الدین میں احمد بن حسن قمی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ امام حسن عسکریؑ کے یہاں سے ایک خط ہمارے دادا (احمد بن اسحٰق) کے پاس آیا، جس میں لکھا تھا: ہمارے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے لیکن یہ خبر لوگوں سے چھپی رہے کیونکہ اس بات سے ہم صرف اپنے اصحاب اور قریبی رشتہ داروں کو ہی

مطلع کر رہے ہیں۔

امام زمانہؑ کی خصوصیت

۱۔امام زمانہؑ کا نور ائمہ کے نور کے درمیان اس ستارہ کی مانند ہوگا جوکواکب کے درمیان درخشاں ہوتا ہے۔

۲۔شجرہ شرافت، پدر کے ذریعہ ائمہ علیہم السلام اور پیغمبر اکرمؐ تک اور ماں کے ذریعہ قیصر روم اور شمعون الصفا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصی سے ملتا ہے۔

۳۔ولادت کے روز امام زمانہؑ کو عرش لے جایا گیا اور خدا کی جانب سے آواز آئی، مرحبا اے میرے خاص بندے، میرے دین کی مدد کرنے والے، میرے حکم کو جاری کرنے والے، اور میرے بندوں کی ہدایت کرنے والے۔

۴۔نام اور کنیت رسولؐ کے نام اور کنیت پر ہے۔

۵۔وصی کا سلسلہ امام زمانہ پر ختم ہے، جس طرح پیغمبر اسلام خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح امام زمانہ خاتم الاوصیاء ہیں۔

۶۔ابتدائے ولادت سے ہی روح القدس کے سپرد ہیں، مقدس فضا اور عالم انوار میں تربیت ہوئی اٹھنا بیٹھنا مقدس ارواح اور بلند ترین لوگوں کے ساتھ ہے۔

۷۔کسی ظالم و جابر کی بیعت نہ کی تھی، نہ کی ہے اور نہ کریں گے۔

۸۔امام زمانہؑ کے ظہور کی عجیب وغریب، زمینی اور آسمانی نشانیاں ظاہر ہوں گی، جو کسی حجت کے لئے نہیں تھیں۔

۹۔ظہور کے قریب آسمان سے ایک منادی آپ کے اسم گرامی کو پکارے گا۔

۱۰۔وہ قرآن جو امیرالمومنین نے پیغمبر کے انتقال کے بعد جمع کیا تھا اور محفوظ رکھا تھا وہ امام کے ظہور کے وقت ظاہر ہوگا۔

۱۱۔عمر کا طولانی ہونا یا شب و روز کی گردش سے آنجناب کے مزاج یا اعضاء وجوارح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔اور جب سرکار کا ظہور ہوگا تو آپ ایک چالیس سالہ جوان کی مانند نظر آئیں گے۔

۱۲۔ظہور کے وقت زمین اپنے تمام خزانے اور ذخیرے کو اگل دے گی۔

۱۳۔لوگوں کی عقل سرکار کے وجود کی برکت سے کامل ہو جائے گی ،اور آپ لوگوں کے سروں پر ہاتھ پھیریں گے جس سے لوگوں کے دل کا کینہ وحسد ختم ہو جائے گا اور لوگوں کے دل علم سے لبریز ہوں گے۔

۱۴۔آپ کے اصحاب کی عمر کافی طولانی ہوگی۔

۱۵۔مرض ،بلاء ،مصیبت ،کمزوری ،غصہ ،یہ تمام چیزیں آپ کے اصحاب کے جسم سے ختم ہو جائے گی اور ان کے اصحاب میں ہر ایک کی طاقت چالیس جوان کے برابر ہوگی۔

۱۶۔آپ کی حکمرانی اور سلطنت مشرق سے مغرب تک پوری دنیا پر ہوگی۔

۱۷۔پوری دنیا عدل وانصاف سے بھر جائے گی۔

۱۸۔بعض مردے زندہ ہو کر آپ کے ساتھ ہو جائیں گے منجملہ ۱۲۷ افراد

اصحاب موسیٰ سے اور ۷ آدمی اصحاب کہف سے۔ یوشع بن نون، سلمان، ابوذر، مقداد مالک اشتر یہ لوگ تمام شہروں میں حاکم ہوں گے۔ اور جو بھی چالیس صبح دعائے عہد پڑھے گا اس کا شمار امام کے ساتھیوں میں ہوگا اور اگر حضرت کے ظہور سے پہلے انتقال کر گیا تو خداوند عالم اسے زندہ کرے گا تا کہ امام کی خدمت میں حاضری دی سکے۔

۱۹۔ وہ تمام الٰہی احکام جو ابھی تک نافذ نہیں ہو سکے نافذ ہوں گے۔

۲۰۔ علم کے تمام ۲۷ حروف ظاہر ہو جائیں گے۔ اور امام کے ظہور تک صرف دو حرف ظاہر ہوئے ہوں گے۔

۲۱۔ کفار و مشرکین سے تقیہ کا حکم، آپ کے زمانہ میں ہٹا لیا جائے گا۔

۲۲۔ کسی سے گواہی یا دلیل نہیں مانگی جائے گی، امام خود حضرت داود کی طرح اپنے علم امامت سے فیصلہ کریں گے۔

۲۳۔ بارش، درخت، ہریالی، میوہ جات اور دوسری نعمتیں بے شمار ہوں گی۔

۲۴۔ آپ کی مدد کے لئے جناب عیسیٰ آسمان سے اتریں گے اور آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

۲۵۔ ظالموں کی حکومت اور جابروں کی سلطنت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

لِكُلِّ أُناس دولة يرقبونها   ودولتنا فی آخر الدّهر تظهر

روایت میں ہے کہ امام صادقؑ ہمیشہ اس شعر کو زمزمہ کیا کرتے تھے۔

ترجمہ: (تمام لوگوں کے لئے ہر زمانہ میں حکومت ہے جس پر وہ نظر جمائے ہیں اور ہماری حکومت آخری زمانہ میں ہوگی) امام زمانہؑ کی حکومت آنے پر تمام ائمہ معصومینؑ رجعت فرمائیں گے۔(۱)

(۱) بیان خصوصیات کا خلاصہ ہے جنہیں محدث قمی نے منتہی الآمال میں نقل کیا ہے۔

سوالات

۱۔ پیغمبر اسلامؐ سے ایسی روایت بیان کریں جو آپ کے ظہور اور آفاقی عدالت پر دلالت کرتی ہے؟

۲۔ امام زمانہؑ کی ولادت مخفی کیوں تھی؟

۳۔ امام زمانہؑ کی خصوصیات بطور خلاصہ بیان کریں؟

امام زمانہؑ کے شکل وشمائل (دوسری فصل)

روایت میں ہے کہ امام زمانہ رسول اللہ سے بہت زیادہ مشابہ ہوں گے اور آپ کے شکل وشمائل کے حوالے سے جو کچھ تاریخ میں درج ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ سفیدی وسرخی کا سنگم نورانی چہرہ۔

۲۔ رخسار مبارک گندمی لیکن شب زندہ داری کے باعث زردی مائل۔

۳۔ کشادہ اور تابناک پیشانی۔

۴۔ بھویں آپس میں متصل اور ناک ستواں۔

۵۔ دلکش چہرہ۔

۶۔ ریش مبارک اور سر کے بالوں کی سیاہی پر رخ زیبا کا نور غالب ہوگا۔

۷۔ داہنے رخسار پر ایک تل ہوگا۔

۸۔ سامنے کے دندان مبارک میں (رسول خدا کی مانند) شگاف ہوگا (جو حسن کو دوبالا کردے گا)۔

۹۔ آنکھیں سیاہ وسرمئی اور سر پر ایک نشان ہوگا۔

۱۰۔ بھرے اور کشادہ شانے۔

۱۱۔ روایت میں ہے کہ "المهديّ طاووس أهلَ الجنّةِ وجهه كالقمر الدرى عليه جلابيب النور" امام زمانہ اہل بہشت کے لئے طاؤس

(مور) کی طرح ہیں آپ کا چہرہ چاند کی طرح منور اور جسم پر نورانی لباس ہوگا۔

۱۲۔نہ دراز نہ پست بلکہ میانہ قد ہوں گے۔

۱۳۔قد و قامت ایسا اعتدال و تناسب کے سانچہ میں ڈھلا ہوگا کہ چشم عالم نے اب تک نہ دیکھا ہوگا۔''صلی اللّٰہ علیہ وعلی آبائہ الطاھرین''

امام زمانہؑ کی غیبت صغریٰ

غیبت صغریٰ کا آغاز آپ کے پدر بزرگوار کی شہادت اور ان پر نماز پڑھنے کے بعد ہوا۔اس غیبت میں امام زمانہؑ نے اپنے لئے خصوصی نائب چنے جن کے ذریعہ شیعوں کی ضروریات اور ان کے سوالات کا جواب دیتے تھے کچھ دن تک چار نمایندے ایک کے بعد ایک آپ کا حکم اور جواب لے کر شیعوں تک پہنچاتے تھے۔

امام کے پہلے نائب خاص: ابو عمر عثمان بن سعید العمری الاسدی تھے جن کی نیابت ۲۶۰ھ سے شروع ہو کر ۲۸۰ھ پر ختم ہوگئی۔

دوسرے نائب: ان کے بیٹے محمد بن عثمان العمری تھے جو باپ کے انتقال کے بعد ۲۸۰ھ سے ۳۰۵ھ تک نائب تھے۔

تیسرے نائب: ابوالقاسم الحسین بن روح نوبختی جن کی نیابت ۳۰۵ھ سے لے کر ۳۲۶ھ تک تھی۔

چوتھے نائب: ابوالحسن علی بن محمد سمری ۳۲۶ھ سے لے کر ۳۲۹ھ تک تھے اور اسی سال ۱۵ شعبان کو انتقال کر گئے۔

ان حضرات کے نیابت کی جگہ بغداد تھی اور یہ سب بغداد میں ہی مدفون ہیں اس کے بعد غیبت کبریٰ کا آغاز ہوجاتا ہے۔

امام زمانہؑ کی غیبت کبریٰ

امام زمانہ کی غیبت کبری علی بن محمد سری کے انتقال سے چھ دن قبل امام زمانہ کی جانب سے توقیع شریف جاری ہوئی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

يا عليّ بن محمّد السّمرى أعظم اللّه أجر اخوانك فيك فإنّك ميت ما بينك وبين ستة أيام فاجمع أمرك ولا توصي إلىٰ أحد فيقوم مقامك بعد وفاتك فقد وقعت الغيبة التامة فلا ظهور إلّا بعد إذن اللّه تعالىٰ ذكره و ذلك بعد طول الأمد وقسوة القلوب وامتلاء الأرض جوراً وسياتى من شيعتي مَن يدعي المشاهدة الا فمن ادعىٰ المشاهدة قبل خروج السّفياني والصيحة فهو كذّاب مفترٍ ولا حول ولا قوة إلّا باللّه العَلّي العظيم.

اے علی بن محمد سمری! "خدا تمہاری موت پر تمہارے بھائیوں کو صبر اور اجر عظیم عطا کرے اب سے چھ دن کے اندر تمہارا انتقال ہوجائے گا، لہٰذا اب تم اپنے امور کو مرتب کرلو اور آئندہ کے لئے کسی کو اپنا وصی مقرر نہ کرنا، جو تمہارے انتقال کے بعد تمہارا جانشین قرار پائے کیونکہ اب غیبت تامہ (کبری) کا سلسلہ شروع ہورہا ہے اور اب اس وقت ظہور ہوگا جب خدا کا حکم ہوگا اور یہ ایک طویل مدت اور دلوں کے سخت ہوجانے اور زمین کے ظلم سے بھر جانے کے بعد ہی ہوگا۔ آئندہ زمانے میں ہمارے شیعوں میں

سے بعض اس بات کا دعویٰ کریں گے کہ ہم نے امام زمانہ کو دیکھا ہے لیکن جو شخص سفیانی کے خروج اور آسمانی آواز سے پہلے مجھے دیکھنے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور افترا پرداز ہے اور کوئی طاقت وقوت نہیں سوائے بلند و عظیم خدا کے"۔(۱)

لہٰذا اب لوگ غیبت کبریٰ میں علماء مجتہدین کی طرف رجوع کریں جیسا کہ خود امام زمانہ نے اسحاق بن یعقوب کے مسئلہ کے جواب میں جو محمد بن عثمان بن سعید سمری کے ذریعہ امام تک پہنچا تھا۔ آپ نے فرمایا: "وأمّا الحوادث الواقعة فارجعوا فيهاالِيٰ رواة أحاديثنا فأنّهم حُجّتي عليكم وأنا حُجّة اللّهِ عليهم "اب اگر کوئی نیا مسئلہ درپیش ہوجائے تو اس میں راویان حدیث کی جانب رجوع کرنا کیونکہ یہ ہماری طرف سے تم پر حجت ہیں اور ہم خدا کی طرف سے ان کے لئے حجت ہیں۔

"اللّهمّ عَجّل فَرجه واجعلنا من أعوانه وأنصاره"(آمین)(۲)

سوالات

۱۔ امام زمانہؑ کے شمائل کو مختصر طور پر بیان کریں؟

۲۔ غیبت صغریٰ کسے کہتے ہیں اور یہ کب تک جاری رہی؟

۳۔ نواب اربعہ کے نام بتائیں؟

---

(۱) منتخب الاثر نقل از شیخ طوسی وصدوق۔ (۲) بحث امامت کی تدوین وترتیب میں حسب ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے: بحار الانوار، حق الیقین مرحوم مجلسی؛ اثبات الھدیٰ، شیخ الحر عاملی؛ المراجعات شرف الدین، بررسی مسائل کلی امامت ابراہیم امینی اصول اعتقادات این گونہ تدریس کنیم، امامی، آشتیانی، حسنی) کتابہا، عقائد آقایان مکارم شیرازی، سبحانی استادی ری شہری، قرائتی کلمۃ الطیب، مرحوم طیب۔

انتیسواں سبق

ولایت فقیہ

عربی میں ولایت کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں ۱۔رہبری اور حکومت
۲۔سلطنت (۱) جب ولایت کسی فقیہ کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنی معاشرہ کی
راہنمائی اور ان کی رہبری ہے اگر اسلام کے سیاسی نظام کی شرح کی جائے اور اس
کے سیاسی پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے تو اس صورت میں ولایت فقیہ غیبت امام زمانؑ
میں اس مذہب کا ایک اہم رکن ہوگا۔

اہل تشیع کے نزدیک عصر غیبت میں ولایت فقیہ ائمہ معصومین کی ولایت کی
تکمیل واستمرار ہے جس طرح ائمہ کی امامت رسول کی ولایت کا دوام ہے اس عقیدہ
کا اصل مقصد یہ ہے کہ اسلامی حکومت کی کلید باگ ڈور سنبھالنے کے لئے ایک صدر
مقام ہو اور وہ ایک ایسے شخص کے ہاتھوں میں ہو جو اسلام کی صحیح شناخت رکھتا ہو اگر عصر
معصوم ہے تو خود معصوم اس کی نظارت فرمائیں اور ان کی عدم موجودگی میں فقیہ جامع
الشرائط اس عہدہ کو ذمہ دار ہوگا۔چونکہ اسلام کی نظر میں حکومت کا اصل کام ضروریات
اسلام اور احکام اسلامی کو لوگوں کے درمیان نافذ کرنا ہے۔اور اس مقصد تک پہنچنے کے

(۱) قاموس المحیط ص ۱۷۳۲، مصباح المنیر ج ۲،ص ۳۹۶ تاج العروس ج ۱۰،ص ۳۹۸۔

لئے ضروری ہے کہ حکم کو قطعی اور حتمی صورت دینے والا شخص دین کی مکمل شناخت رکھتا ہو۔

ولایت فقیہ پر عقلی دلیل

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر سماج اور ہر حکومت کے لئے رہبر کا ہونا ضروری ہے، اگر کسی سماج میں اسلامی حکومت وسلطنت ہو تو عقل کا تقاضا ہے کہ اس حکومت کی باگ ڈور ایسے ہاتھ میں ہو جو احکام وقوانین اسلامی کو مکمل طور سے جانتا ہو، اب اگر امام معصوم لوگوں کے درمیان ہے تو وہ اس منصب کا حقیقی حقدار ہے۔

لیکن زمانہ غیبت میں معاشرہ کی رہبریت کی صلاحیت رکھنے والا فقیہ عادل اس مقام کا مستحق ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ اسلامی قوانین اور احکام اسلامی کو جاری کرنے والے کے لئے تین شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ ''بہترین قانون شناس ہو'' ۲۔ ''قوانین اسلام کا بہترین مفسر ہو''

۳۔ ''قوانین اسلام کا بہترین عالم اور نافذ کرنے والا ہو اور کسی قسم کے اغراض ومقاصد کے تحت مخالفت کا قصد نہ رکھتا ہو''۔

اس خصوصیت کا حامل اس زمانہ غیبت میں ولی فقیہ ہے۔

ولایت فقیہ: یعنی ایسے اسلام شناس عادل کی طرف رجوع کرنا جو سب سے زیادہ امام معصوم سے قریب ہو۔

دلیل نقلی:

ولایت فقیہ کے اثبات کے لئے بہت ساری روایتیں پائی جاتی ہیں جن

میں بعض کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔

ا۔توقیع شریف جیسا کہ صدوقؒ نے اسحاق بن یعقوب سے نقل کیا ہے کہ امام زمانہ نے ان کے سوال کے جواب میں جو خط لکھا تھا وہ یہ حکم تھا۔

"وأمّا الحوادث الواقعة فارجعوا فيها إلىٰ رواة أحاديثا فانّهم حُجّتي عليكم وأنا حُجّة اللهِ عليهم "اگر کوئی مسئلہ درپیش ہو تو ہمارے راویان حدیث کی طرف رجوع کریں کیونکہ وہ ہماری طرف سے تم پر حجت ہیں اور ہم اللہ کی طرف سے ان پر حجت ہیں۔(۱) مرحوم شیخ طوسیؒ نے بھی کتاب "الغیبۃ" میں اس حدیث کو نقل کیا ہے فقط" أنَا حُجّةُ اللّهِ عليهم" کی جگہ" انا حجة الله عليكم" کا لفظ استعمال کیا ہے کہ (میں تم پر حجت خدا ہوں) اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا جایگا کہ اس حدیث میں امام زمانہؑ نے دو جملوں" فانّهم حُجّتي عليكم وأنا حُجّة اللهِ "اس طرح بیان فرمایا جو بالکل روشن ہے راویان حدیث جو یہی فقہاء ہیں ان کا حکم امام کے حکم کے مانند ہے یعنی فقہاء لوگوں کے درمیان امام کے نائب ہیں۔

۲۔وہ حدیث جو امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے اور مقبولہ محمد بن حنظلہ کے نام سے مشہور ہے "مَنْ كان منكم قد روىٰ حديثنا ونظر في حلالنا وحرامنا وعرف أحكامنا فليرضوا به حكماً فإنّي قد جعلته عليكم

(۱) اکمال الدین صدوق ج۲، ص ۴۸۳

حاکماً فإذا حکم بحکمنا فلم یقبله منه فانما استخف بحکم اللّٰہ وعلینا ردّ والرّاد علینا کالرّاد علیٰ اللّٰہ وھو علیٰ حدّ الشّرک باللّٰہ"(۱)

تم میں جو بھی ہماری حدیثیں بیان کرے اور جو ہمارے حلال وحرام میں صاحب نظر ہو اور ہمارے احکام کو صحیح طریقہ سے جانتا ہو اس کی حاکمیت سے راضی ہو کیونکہ ہم نے ان کو تم سب پر حاکم قرار دیا ہے اگر انھوں نے ہمارے حکم کے مطابق حکم کیا اور قبول نہیں کیا گیا تو حکم خدا کو ہلکا سمجھنا ہے اور ہمارے قول کی تردید ہے اور ہماری تردید حکم خدا کی تردید ہے اور یہ شرک کے برابر ہے۔ آج کی اصطلاح میں فقیہ اس شخص کو کہتے ہیں جو حدیث کی روشنی میں حلال وحرام کو درک کر سکے۔ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب امام معصوم کی موجودگی میں امام تک پہنچنا ممکن نہ ہو اور امام معصوم کی حکومت نہ ہو تو ایسی صورت میں لوگوں کا کام فقیہ جامع الشرائط کی طرف رجوع کرنا ہے اس زمانہ غیبت امام میں جبکہ کوئی امام موجود نہیں ہے تو لوگوں کی یہی ذمہ داری ہوتی ہے کہ فقیہ جامع الشرائط کی طرف رجوع کریں۔

۳۔ شیخ صدوقؒ امیر المومنین علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا: "**اللّھمّ ارحم خُلفائي الّذین یأتون مِن بعدي یرون حدیثي وسنتي**"(۲) خدایا! ہمارے خلفاء پر رحم فرما آپ سے پوچھا گیا آپ کے جانشین کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا جو ہمارے بعد آئیں گے اور ہماری سنت واحادیث کو نقل کریں گے۔ اس حدیث سے ولایت فقیہ کے اثبات میں دو نکتہ پر غور کرنا ضروری ہے۔

(۱) اصول کافی ج۱ص ۶۷ (۲) من لایحضرہ الفقیہ ج۴، ص۳۲۰ وسائل الشیعہ ج۱۸، ص۶۵

الف) رسول اسلام تین چیزوں کے لئے مبعوث کئے گئے تھے۔

۱۔ آیات الٰہی کی تبلیغ احکام شرعی کی توضیح وتفسیر اور لوگوں کی ہدایت کے لئے۔

۲۔ اختلافات اور تنازع کے وقت قضاوت کے لئے۔

۳۔ حکومت اسلامی کی تشکیل اور اس کی حسن تدبیر یعنی ولایت کے لئے۔

ب) جو رسول کے بعد آئیں گے اور ان کی سنت واحادیث کو بیان کریں گے ان سے مراد فقہاء ہیں۔ راویان ومحدثین مراد نہیں ہیں کیونکہ راویان حدیث فقط حدیث نقل کرتے ہیں اور ان کو اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ یہ حدیث یا سنت خود رسول اکرم کی ہے بھی یا نہیں؟ کون سی حدیث میں تعارض (ٹکراؤ) ہے اور کون سی مخصص ہے ان تمام چیزوں کو وہی جانتا ہے جو مقام اجتہاد اور درجہ فقہاہت تک پہنچ چکا ہوتا ہے ان دو نکتوں کی جانب توجہ کرنے کے بعد اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ فقہا پیغمبرؐ کے جانشین ہیں اور وہ تمام چیزیں جو پیغمبر اسلامؐ کے لئے تھیں (جیسے تبلیغ دین، فیصلہ، حکومت وولایت) ان کے لئے بھی ہیں۔

ولی فقیہ کے شرائط

۱۔ اجتہاد وفقاہت: دینی واسلامی حکومت میں سماج ومعاشرہ کی زمامداری اسلامی قوانین کی بناء پر ہوتی ہے لہٰذا جو شخص اس منزل ومقام پر ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی قانون کو اچھی طرح جانتا ہوتا کہ معاشرہ کی رہبری کے وقت اس کے قانون کی مخالفت نہ ہو۔ اور ان قوانین کا علم اجتہادی منزل میں ہونا چاہئے۔

۲۔عدالت وتقوی: اگر عالم وفقیہ عدالت وتقوی سے دور ہوگا تو اقتدار و مسند نشینی اس کو تباہ کردے گی بلکہ اس بات کا امکان ہے کہ ذاتی یا خاندانی منفعت کو سماجی وملی منفعت پر مقدم کردے۔ولی فقیہ کے لئے پرہیزگاری، امانتداری، اور عدالت شرط ہے تاکہ لوگ اعتماد اور اطمینان کے ساتھ مسند ولایت اس کے حوالے کردیں۔

۳۔سماجی مصلحت کی شناخت اور اس کی درجہ بندی: یعنی مدیر و مدبر ہو۔

قال عليٌ: "أيُّها النّاس أنّ أحقّ النّاس بهذا الأمر أقواهم عليه وأعلمهم بأمرِ الله فيه "(۱) اے لوگو! حکومت کا مستحق وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ شجاع ہو اور احکام الٰہیہ کا تم میں سب سے زیادہ جاننے والا ہو۔(۲)

سوالات

۱۔ولایت عربی لغت میں کن معنوں میں مستعمل ہوا ہے اور ولایت فقیہ سے مراد کون ہیں؟

۲۔ولایت فقیہ کے لئے عقلی دلیل بیان کریں؟

۳۔امام زمانہ کی توقیع مقدس جو فقہاء کے طرف رجوع کے سلسلہ میں ہے بیان کریں؟

۴۔مقبولہ عمرو بن حنظلہ سے کس طرح استدلال کیا جائے گا؟

۵۔حدیث "اللّھم ارحم خلفائی" میں ولی فقیہ کا امتیاز کیا ہے؟

۶۔ولی فقیہ کے شرائط کیا ہیں؟

---

(۱) نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۳ (۲) ولایت فقیہ کی بحث کو مصباح یزدی اور ہادوی تہرانی کی بحثوں سے اقتباس کیا ہے۔

تیسواں سبق

معاد

توحید کے بعد اعتقادی امور میں قیامت سے اہم کوئی مسئلہ نہیں ہے، قرآن میں تقریباً بارہ سو آیتیں صرف معاد کے لئے ہیں، اس طرح تقریباً ہر صفحہ پر معاد کا تذکرہ ہے اور تیس مقامات پر خدا پر ایمان کے بعد اس دوسری دنیا پر ایمان کا تذکرہ ہے جیسے "و یؤمنون باللہ والیوم الآخر "خدا اور اس کی حکمت وعدالت اور قدرت پر ایمان، معاد کے ایمان کے بغیر ناممکن ہے۔

اعتقاد معاد کے آثار

۱۔ معاد پر ایمان و اعتقاد انسانی زندگی کو ایک مفہوم عطا کرتا ہے اور اس دنیا کی کھوکھلی زندگی سے رہائی دلاتا ہے۔ ۲۔ معاد کا عقیدہ انسان کو کمال کے راستے پر گامزن کرتا ہے اور اسے ادھر ادھر حیران و سرگردان ہونے سے بچاتا ہے۔ ۳۔ معاد پر ایمان تمام احکام الٰہی کے اجراء کی ضمانت، حقدار کو ان کا حق ملنے کا سبب اور انسان کو مشکلات سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ دیتا ہے۔ ۴۔ معاد پر ایمان کا اصلی مقصد پاکیزگی نفس، احکام شرعی پر عمل پیرا ہونا اور ایثار و قربانی ہے۔ ۵۔ معاد کا عقیدہ

دنیاداری کے اس جڑ کو اکھاڑ پھینکتا ہے جس پر خطا ومظالم کی بنیاد ہے اور یہ فعل خود تمام گناہوں سے دوری کا سبب ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ معاد پر ایمان کے نتیجہ میں انسان کے اعمال میں بہت زیادہ فرق آجاتا ہے اور اس کا گہرا اثر پڑتا ہے، کیونکہ انسان کے اعمال کی بازگشت اس کے اعتقاد کی طرف ہوتی ہے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیں کہ ہر انسان کے کردار اور اعتقاد کا رابطہ دوسری دنیا سے براہ راست ہوتا ہے جو بھی معاد پر اعتقاد رکھتا ہے اپنی اور اپنے اعمال کی اصلاح میں حد سے زیادہ سخت اور حساس ہوتا ہے وہ جب بھی کوئی کام کرتا ہے اس کا قطعی نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے اسی لئے وہ ہمیشہ اپنے اعمال پر نظر رکھتا ہے ان لوگوں کے بہ نسبت جو مرنے کے بعد والی زندگی کی طرف توجہ نہیں کرتے، انکی دنیاوی زندگی عبث، بیکار اور تکراری ہے اگر دنیا کی زندگی کو آخرت پر ایمان رکھے بغیر دیکھیں تو بالکل ویسے ہے جیسے وہ بچہ جو بطن مادر میں ہے اور اس کے لئے یہ دنیا نہ ہو تو وہ ایک تاریک قید خانہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

درحقیقت اگر اس دنیا کا اختتام فقط فنا ونابودی ہے تو کتنا خوفناک اور بھیانک ہے یہاں تک آرام دہ زندگی بھی عبث اور بے فائدہ ہو جائے گی کچھ دن تک سادہ لوح اور ناتجربہ کار پھر ہر طرح سے آمادہ کچھ دن غم وآلام کی زندگی پھر پیری وبڑھاپا اور موت ونابودی یہ سب کیا معنی رکھتا ہے تو پھر کس کے لئے زندہ ہیں؟ صرف کھانے لباس زحمات کا مقابلہ کرنے کے لئے؟ اس تکراری زندگی کو دسیوں سال

کھینچنے سے کیا فائدہ؟ کیا واقعاً اتنا وسیع آسمان اور یہ زمین اور یہ حصول علم کی زحمت اور تجربات یہ اساتید اور مربی یہ سب فقط چند دن کی زندگی کے لئے تھے پھر ہمیشہ کے لئے فنا و نابودی ہے اس جگہ قیامت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے لئے زندگی کا عبث وبیکار ہونا قطعی ہو جاتا ہے لیکن جو لوگ معاد پر اعتقاد رکھتے ہیں دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھتے ہیں اس کسان کی مانند ہے جو فصل اس لئے اگاتا ہے کہ اس سے ایک مدت تک بلکہ ہمیشہ اپنی زندگی بسر کرے گا۔ زندگی ایک پل اور صراط مستقیم کی مانند ہے جس پر چل کر انسان ایک مقصد تک پہنچتا ہے جیسا کہ قرآن نے فرمایا: ﴿وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ﴾(۱) وہاں ان کے لئے وہ تمام چیزیں ہوں گی جس کی دل میں خواہش ہو اور جو آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی ہو اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو اس دنیا جیسی باعظمت (''لا عینٌ رأت و لا أذنٌ سَمِعت'' نہ آج تک کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا) مقام کو پانے کے لئے سختیاں آسان، کوششیں شیریں ہو جاتی ہیں مشکلات کو برداشت کرنا اور سختیوں کو تحمل کرنا بہت آسان لگتا ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں ہمیشہ رہنے والا آرام و آسائش ہے قیامت پر ایمان رکھنے کا پہلا فائدہ با مقصد ہونا ہے کیونکہ قیامت پر اعتقاد رکھنے والوں کی نظر میں موت فنا و نابودی کا نام نہیں بلکہ ایک ابدی زندگی کے لئے ایک روشن دان کی مانند ہے۔

---

(۱) سورہ زخرف آیہ: ۷۱

قیامت پر ایمان رکھنے کا فائدہ قرآن کی نظر میں

قیامت پر ایمان انسان کی تربیت کا اہم سبب، اچھے کام انجام دینے اور معاشرہ کی خدمت کرنے کا محرک نیز گناہوں سے روکنے کا ایک مضبوط ذریعہ ہے قرآن میں اہم تربیتی مسئلہ کو اسی راستہ سے پیش کیا گیا ہے جیسا کہ بعض آیات میں ہے کہ نہ تنہا قیامت پر ایمان اور اعتقاد بلکہ ظن واحتمال بھی مثبت آثار کا باعث ہے۔

۱۔﴿ألا یَظُنُّ أولئِک أنَّهُم مَبعُوثُونَ لِیوم عَظِیم یَومَ یَقُومُ النَّاسُ لِربِّ العَالَمِینَ﴾(۱) کیا انہیں یہ خیال نہیں کہ یہ ایک روز دوبارہ اٹھائے جانے والے ہیں بڑے سخت دن کہ جس دن سب رب العالمین کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔

۲۔دوسری آیت میں اشارہ ہوا ہے کہ صرف اس دوسری دنیا کی امید وتوقع ہی گناہوں سے روکنے اور عمل صالح کرنے کے لئے کافی ہے ﴿فَمَنْ کَانَ یَرجُوا لِقَاءَ رَبّهِ فَلیَعمَلْ عَمَلاً صَالحاً وَلا یُشرِک بِعبادَةِ رَبّه أحداً﴾ "لہٰذا جو بھی اس کی ملاقات کا امیدوار ہے اسے چاہئے کہ عمل صالح کرے اور کسی کو اپنے پروردگار کی عبادت میں شریک نہ بنائے"۔(۲)

۳۔قرآن کا صریحی اعلان ہے کہ انسان کے افعال وکردار ابدیت کا لباس پہن لیتے ہیں اور قیامت میں اس سے الگ نہیں ہوں گے ﴿یَومَ تَجدُ کُلُّ نَفسٍ

---

(۱)سورہ مطففین آیہ:۴تا۶ (۲)سورہ کہف آخری آیت

مَا عَمِلَت مِنْ خَيرٍ مُحضَراً وَمَا عَمِلَتْ مِن سُوءٍ تَوَدُّ لَوأَنَّ بَينَها وَبَينَهُ أَمَداً بَعِيداً﴾(۱) "اس دن کو یاد کرو جب انسان اپنے اعمال نیک کو بھی حاضر پائے گا اور اعمال بد کو بھی جن کو دیکھ کر یہ تمنا کرے گا کہ کاش ہمارے اور ان برے اعمال کے درمیان طویل فاصلہ ہو جاتا"۔

۴۔ قیامت کا معتقد کسی اچھے یا برے کام کو چھوٹا نہیں سمجھتا ہے کیونکہ قرآن کے مطابق چھوٹی چیز کا بھی حساب ہوگا ﴿فَمَنْ يَعمَلْ مِثقَالَ ذَرةٍ خَيراً يَرَهُ وَمَنْ يَعمَل مِثقالَ ذَرةٍ شَراً يَرَهُ﴾(۲) پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے وہ بھی اسے دیکھے گا۔

ایک شخص مسجد نبوی میں آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! ہمیں قرآن کی تعلیم دیں پیغمبر نے ایک صحابی کے حوالے کر دیا تا کہ وہ اس کو قرآن کی تعلیم دے وہ مسجد کے کونے میں بیٹھ کر اسی دن قرآن سیکھنے لگا، معلم نے سورہ زلزال پڑھانا شروع کیا جب اس آیت پر پہنچا تو اس آدمی نے رک کر تھوڑا سوچا اور پوچھتا ہے کیا یہ وحی ہے؟ معلم نے کہا ہاں؛ اس نے کہا بس کیجئے ہم نے اس آیت سے سبق سیکھ لیا جب ہمارے ہر چھوٹے بڑے اچھے برے اعمال کا حساب ہوگا تو اب ہم کو اپنی ذمہ داریوں کا علم ہو گیا یہی جملہ ہماری زندگی کی کایا پلٹنے کے لئے کافی ہے اس نے خدا حافظی کی اور چلا گیا۔ معلم، رسول کے پاس آیا سارا واقعہ بیان کیا، حضرت نے فرمایا: "رجع فقیھاً" گوکہ وہ چلا گیا مگر سب کچھ سمجھ کر گیا ہے۔

(۱) سورۂ آل عمران ر ۳۰ (۲) سورۂ زلزال آخری آیہ

قیامت کا معتقد خدا کی راہ میں تمام سختیاں اور مشکلات برداشت کرتا ہے اور اخروی زندگی کی خاطر اس دنیوی زندگی کو خیر باد کہہ دیتا ہے جیسا کہ جادوگروں نے جب موسیٰ کے معجزہ کو دیکھا اور سمجھ گئے کہ یہ خدا کی جانب سے ہے تو سب ان کی رسالت پر ایمان لے آئے فرعون نے کہا ہم سب کے ہاتھ پیر کاٹ دیں گے اور سولی پر لٹکا دیں گے ان لوگوں نے جواب میں کہا﴿: فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ إِنَّمَا تَقْضِي هَـٰذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطَايَانَا وَمَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ﴾ (۱) "اب تجھے جو فیصلہ کرنا ہے کر لے تو فقط زندگانی دنیا ہی تک کا فیصلہ کر سکتا ہے ہم اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے ہیں کہ وہ ہماری خطاؤں کو معاف کر دے اور اس جادو کو بخش دے جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا اور اللہ سب سے بہتر اور وہی باقی رہنے والا ہے۔

سوالات

۱۔ قیامت پر ایمان رکھنے کے فوائد بیان کریں؟

۲۔ جو قیامت کا معتقد نہیں ہے اس کی زندگی کیسی ہے؟

۳۔ قیامت پر ایمان رکھنے کا فائدہ بطور خلاصہ بیان کریں؟

---

(۱) سورہ طٰہٰ آیہ: ۷۲تا۷۳

اکتیسواں سبق

اثبات قیامت پر قرآنی دلیلیں

پہلی خلقت کی جانب یاد دہانی

﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ (۱)

''اور وہی وہ ہے جو خلقت کی ابتداء کرتا ہے اور پھر دوبارہ بھی پیدا کرے گا اور یہ کام اس کے لئے بے حد آسان ہے'' ﴿كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ﴾ (۲) اس نے جس طرح تمہاری ابتداء کی ہے اسی طرح تم پلٹ کر بھی جاؤ گے ﴿وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ ءَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا﴾ (۳) اور یہ انسان کہتا ہے کہ کیا ہم جب مر جائیں گے تو دوبارہ زندہ کر کے نکالے جائیں گے کیا وہ اس بات کو یاد نہیں کرتا ہے کہ پہلے ہم نے اسے خلق کیا ہے جب یہ کچھ نہیں تھا ﴿فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُعِيدُنَا قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ (۴) عنقریب یہ لوگ کہیں گے کہ ہم کو کون دوبارہ واپس لا سکتا ہے تو کہہ دیجئے جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے۔

---

(۱) سورہ روم، آیہ: ۲۷ (۲) سورہ اعراف، آیہ: ۲۹ (۳) سورہ مریم آیہ: ۶۶۔ ۶۷ (۴) سورہ اسراء آیہ: ۵۱

ایک صحرائی عرب کو ایک انسان کی بوسیدہ ہڈی کا کوئی ٹکڑا ملا وہ اس کو لے کر دوڑتا ہوا شہر کی جانب آیا اور پیغمبر کو تلاش کرتا ہوا حاضر خدمت ہوا اور چیخ کر کہتا ہے کون اس پرانی ہڈی کو دوبارہ زندہ کرے گا؟۔

ارشاد ہوا: ﴿قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ﴾(۱) "آپ کہہ دیجئے جس نے پہلے خلق کیا ہے وہی زندہ بھی کرے گا اور وہ ہر مخلوق کا بہتر جاننے والا ہے"۔

مذکورہ اور ان جیسی آیات کے پیش نظر انسانوں کو تخلیق کی ابتداء کی طرف توجہ دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کو دوبارہ پلٹانا خدا کے لئے بہت آسان ہے یعنی قادر المطلق خدا کے لئے یہ ساری چیزیں بہت آسان ہے (تخلیق کی ابتداء اور دوبارہ قیامت میں واپس پلٹانا ایک ہی چیز ہے۔

قیامت اور خدا کی قدرت مطلقہ

خدا کی قدرت: خدا کی ایک صفت قادر مطلق ہونا ہے جو توحید کے بحث میں گزر چکی ہے یہ وسیع آسمان یہ کہکشاں، منظومہ کثیر اور عظیم کواکب، مختلف النوع مخلوقات یہ سب کے سب اس کے قادر مطلق ہونے پر دلالت کرتے ہیں ان سب کو مان لینے کے بعد سوال کا کوئی مقام نہیں رہتا کہ انسان کیسے دوبارہ زندہ ہوگا ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ

---

(۱) سورہ یٰس آیہ ۷۹۔

بِقَادِرٍ علیٰ أن یُحیِيَ المَوتیٰ بَلیٰ اِنَّهُ علیٰ کُلِّ شَيءٍ قَدِیرٌ﴾(۱) ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اور وہ ان کی تخلیق سے عاجز نہیں تھا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کردے کہ یقیناوہ ہرشئ پر قدرت رکھنے والا ہے'' ﴿أوَ لَیسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰاتِ و الأرضَ بِقَادِرٍ علیٰ أنْ یَخلُقَ مِثلَهُم بَلیٰ وَهُوَ الخَلّاقُ العَلِیمُ﴾(۲) ''تو کیا جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ان کا مثل دوبارہ پیدا کرے یقیناً ہے اور وہ بہترین پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے''۔ ﴿أَیَحسَبُ الانسانُ أنْ لَن نَجمَعَ عِظَامَهُ بَلیٰ قَادِرِینَ علیٰ أن نُسَوِّيَ بَنَانَهُ﴾(۳) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کرسکیں گے یقیناً ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کے انگلیوں کے پورتک درست کردیں۔ ﴿أَیَحسَبُ الانسانُ أنْ یُترَکَ سُدیً أَلَمْ یَکُ نُطفَةً مِنْ مَنِيٍّ یُمنیٰ ثُمَّ کَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَویٰ فَجَعَلَ مِنهُ الزَّوجَینِ الذَّکَرَ وَالأُنثیٰ أَلَیسَ ذٰلِکَ بِقَادِرٍ عَلیٰ أن یُحیِيَ المَوتیٰ﴾(۴) ''کیاانسان کا خیال ہے کہ اسے اسطرح آزاد چھوڑ دیا جائے گا کیا وہ اس منی کا قطرہ نہیں تھا جسے رحم میں ڈالا جاتا ہے پھر علقہ بنا پھر اس کو خلق کرکے برابر کیا پھر اس سے عورت اور مرد کو جوڑا تیار کیا۔ کیا وہ خدا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرسکے''۔ ﴿قُل سِیرُوا فِي الأرضِ فَانظُرُوا کَیفَ بَدَأ

(۱) احقاف آیہ:۳۳ (۲) یٰس آیہ:۸۱ (۳) قیامت آیہ:۳۔۴ (۴) قیامت آیہ:۳۰۔۳۶

الخَلقَ ثُمّ اللّٰهُ ینشيءُ النَّشأَۃَ الأخرِۃَ اَنّ اللّٰہ علیٰ کُلّ شيءٍ قَدِیرٌ﴾ (۱)

"آپ کہہ دیجئے کہ تم لوگ زمین پر سیر کرو اور دیکھو کہ خدا نے کس طرح خلقت کا آغاز کیا ہے اس کے بعد وہی آخرت میں دوبارہ ایجاد کرے گا بیشک وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے"۔

مسئلۂ قیامت اور دلیل عدالت

قیامت اور خدا کی عدالت: خدا کے حکم کے مقابلہ میں دو طرح کے لوگ ہیں کچھ اس کے مطیع اور فرمانبردار کچھ عاصی اور گنہگار۔

اس طرح کچھ لوگ ظالم ہیں کچھ مظلوم (جو سختی کی زندگی گذار رہے ہیں) کچھ زندگی کی ہر آسائش و آرام سے لطف اندوز ہو رہے ہیں کچھ ایسے ہیں جو فقر و فاقہ اور تنگ دستی کی زندگی گذار رہے ہیں۔

لہٰذا خدا کی قدرت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس دنیا کے بعد قیامت اور حساب و کتاب ہو تا کہ ان مسائل کی مکمل تحقیق ہو سکے۔ ﴿أم حَسِبَ الَّذِینَ اجتَرحُوا السَّیئاتِ أَنْ نَجعلَهُم کالَّذِینَ آمنُوا وَعملوا الصَّالِحاتِ سَواءً مَحیاھُم وَمَماتُھُم ساءَ مَا یَحکُمُونَ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّموٰاتِ والأرضَ بِالحقِّ وَلتُجزیٰ کُلُّ نَفسٍ بِما کَسَبت وَھُم لا یُظلَمُونَ﴾ (۲) "کیا برائی اختیار کرنے والوں نے یہ سوچ لیا ہے کہ ہم ان کو ایمان لانے والوں اور نیک کام

(۱) سورہ عنکبوت آیہ: ۲۰ (۲) جاثیہ: ۲۱۔۲۲

انجام دینے والوں کے برابر قرار دیں گے سب کی موت وحیات ایک جیسی ہوگی یہ ان لوگوں نے نہایت بدترین فیصلہ کیا ہے اور اللہ نے زمین وآسمان کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس لئے بھی کہ ہر نفس کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جا سکے اور یہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا" ﴿أفَمَن كَانَ مُؤمِناً كَمَنْ كَانَ فَاسِقاً لَا يَستوُون﴾ (۱) "کیا وہ شخص جو صاحب ایمان ہے اس کے مثل ہو جائے گا جو فاسق ہے ہرگز نہیں، دونوں برابر نہیں ہو سکتے". ﴿أفنجعلُ المُسلمِين كالمُجرِمِينَ مَالكُم كَيفَ تَحكُمُونَ﴾ (۲) "کیا ہم اطاعت گزاروں کو مجرموں جیسا بنادیں تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیسا فیصلہ کر رہے ہو". ﴿أم نَجعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعمِلُوا الصَّالِحاتِ كَالمُفسِدِينَ فِي الأرضِ أم نَجعَلُ المُتَّقِينَ كَالفُجَّار﴾ (۳) "کیا ہم ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والوں کو زمین میں فساد برپا کرنے والوں جیسا قرار دیدیں گے یا صاحبان تقوی کو فاسق وفاجر جیسا قرار دیدیں گے"؟! ﴿إِلَيهِ مَرجِعُكُم جَمِيعاً وَعدَ اللّهِ حَقّاً إِنَّهُ يَبدؤا الخَلقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحاتِ بِالقِسطِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُم شَرابٌ مِن حَمِيمٍ وَعَذابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكفُرُونَ﴾ (۴) اس کی طرف تم سب کی

---

(۱) سورہ سجدہ آیہ: ۱۸

(۲) قلم: ۳۵، ۳۶

(۳) سورہ ص: ۲۸

(۴) سورہ یونس آیہ: ۴

بازگشت ہے یہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہی خلقت کا آغاز کرنے والا ہے اور واپس لے جانے والا ہے تا کہ ایمان اور نیک اعمال کو عادلانہ جزا دے سکے اور جو کافر ہو گیے ان کے لئے تو گرم پانی کا مشروب ہے اور ان کے کفر کے بنا پر دردناک عذاب بھی ہے۔

سوالات

۱۔ پہلی خلقت قیامت پر کس طرح دلیل ہے؟

۲۔ خدا کی قدرت قیامت کے لئے کس طرح دلیل ہے ایک آیت پیش کریں؟

۳۔ دلیل عدالت، قیامت کو کس طرح ثابت کرتی ہے؟

بتیسواں سبق

معاد اور فلسفۂ خلقت

قرآن کی تقریباً سو آیتوں میں خدا کو لفظ حکیم سے یاد کیا گیا ہے۔اور ہم اس کی حکمت کی نشانیوں کو دنیا بھر میں دیکھتے ہیں۔اگر ہم فرض کریں کہ موت زندگی کے خاتمہ کا نام ہے اور مرنے کے بعد قیامت نہیں ہے تو خلقت بیکار و عبث ہو جائے گی اور حکیم خدا کبھی بھی بیکار کام انجام نہیں دیتا، کیا کوئی سوچ سکتا ہے کہ وہ تمام حکمتیں جو خدا نے دنیا کی خلقت کے لئے قرار دی ہیں وہ سب عبث ہیں اور اس دنیا کا اختتام فنا و نابودی ہے؟ کیا یہ یقین کرنے کے قابل ہے کہ خدا اس دنیا کے دستر خوان کو بچھائے اور دنیا کی تمام ضروریات زندگی کو مہیا کرے اور اس کے بعد موت کی وجہ سے یہ ساری چیزیں ختم ہو جائیں اور یہ دنیا کا بچھا ہوا دستر خوان سمٹ جائے ﴿رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هذا بَاطِلاً﴾(۱) خدایا! تونے اس کائنات کو بیکار و عبث خلق نہیں کیا ہے۔

لہٰذا حکیم و علیم خدا پر ایمان رکھنا موت کے بعد کی زندگی پر ایمان رکھنے کے برابر ہے یعنی اگر کوئی وحدانیت کا قائل ہے تو ضروری ہے کہ وہ قیامت پر بھی ایمان

---

(۱) آل عمران ۱۹۱

رکھتا ہو اس سلسلہ میں بہت ساری آیتیں ہیں جن میں سے بعض کو بطور نمونہ پیش کر رہے ہیں۔

﴿أفحسبتم انما خلقناكم عبثاً وانّكم الينا لا ترجعون﴾ " کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم نے تمہیں بیکار خلق کیا ہے اور تم ہماری طرف پلٹ کر نہیں آؤ گے"۔(۱) ﴿وما خلقنا السّماء والأرض وما بينهما باطلاً ذلك ظنّ الّذين كفروا فويلٌ للّذين كفروا من النّار﴾ " میں نے آسمان و زمین اور اس کے درمیان کی چیزوں کو بیکار خلق نہیں کیا ہے یہ ان لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہو گئے ہیں پس کافروں کے واسطے جہنم کی آگ ہے"۔(۲) ﴿وما خلقنا السّموات والأرض وما بينهما الا بالحق وانّ السّاعة لآتيةٌ فاصفح الصّفح الجميل﴾ " میں نے آسمان و زمین اور اس کے درمیان کی چیزوں کو خلق نہیں کیا مگر حق پر اور قیامت یقینی ہے"۔(۳) ﴿أيحسب الأنسان أن يترك سدىً ألم يك نطفةً من منيٍ يمنیٰ ثمّ كان علقةً فخلق فسوّىٰ فجعل منه الزّوجين الذّكر والأنثىٰ أليس ذلك بقادرٍ علىٰ أن يحيى الموتىٰ﴾(۴) " کیا انسان کا خیال ہے کہ اسے اس طرح آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ اس منی کا قطرہ نہیں تھا جسے رحم میں ڈالا جاتا ہے۔ پھر علقہ بنا پھر اس کو خلق کر کے برابر کیا پھر اس سے عورت اور مرد کا جوڑا تیار کیا۔ کیا وہ خدا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر سکے۔؟

(۱) سورہ مومنون آیہ: ۱۱۵ (۲) سورہ ص آیہ: ۲۷ (۳) سورہ حجر آیہ: ۸۵ (۴) سورہ قیامت آیہ: ۳۶-۴۰

قرآن میں قیامت کے عینی نمونہ

عزیر یا ارمیای پیغمبر کا قصہ: ﴿أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (۱) "جناب عزیر کا ایک دیہات سے گزرہوا آپ نے دیکھا کہ وہ تباہ وبرباد پڑا ہوا ہے۔ کہا خدا ان مردوں کو کیسے زندہ کریگا خدا نے انہیں سو سال کی موت دیدی پھر انہیں زندہ کیا پوچھا کتنے دن تک سوئے رہے کہا ایک دن یا اس سے کم خدا نے کہا تم یہاں سو سال تک سوتے رہے ہو ذرا اپنے کھانے اور پینے کی طرف دیکھو جو ختم ہو چکا ہے اپنے گدھے کی طرف دیکھو جو خاک میں مل چکا ہے تا کہ میں تمہیں لوگوں کے لئے نشانی قرار دوں اپنی ہڈیوں کیطرف دیکھو کہ انہیں جمع کر کے ان پر گوشت چڑھایا چونکہ یہ بات ان کے واسطے واضح ہو چکی تھی کہا: جانتا ہوں خدا ہر چیز پر قدرت وطاقت رکھتا ہے" وہ برباد شہر جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ (بیت المقدس) تھا اور یہ تباہی بخت النصر کے ذریعہ ہوئی ہے۔

---

(۱) سورہ بقرہ آیہ: ۲۵۹

حضرت عزیر جب کھانا پانی لے کر اپنے گدھے پر سوار اس شہر سے گذرے دیکھا گھر تباہ اور ان کے رہنے والے مٹی میں مل چکے ہیں ان کی ہڈیاں پرانی ہو کر زمین میں بکھری پڑی ہیں اس المناک منظر نے پیغمبر کو سوچنے پر مجبور کر دیا اور خود سے کہنے لگے خدایا! انہیں کب اور کیسے زندہ کرے گا؟۔

خدا نے انہیں عملی جواب دیا انہیں اور ان کے گدھے کو سو سال تک کے لئے موت دی اس کے بعد پہلے انہیں زندہ کیا تا کہ خدا کی طاقت کا وہ خود اندازہ لگائیں کہ کھانا جو جلدی خراب ہو جاتا ہے تبدیل نہیں ہوا اور مردوں کو زندہ ہوتے وہ خود دیکھ لیں۔

حضرت عزیر نے جیسے ہی اپنی سواری کو زندہ ہوتے دیکھا کہا کہ جانتا ہوں خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے یہ آیۃ اور یہ پیغمبر کا قصہ معاد جسمانی کو ثابت کرنے کے لئے بہترین دلیل ہیں۔

حضرت ابراہیم کا قصہ: ﴿وإذ قَالَ إبراهيمُ رَبِّ أرِنِي كَيفَ تُحيي المَوتىٰ قَالَ أولَم تُؤمِن قَالَ بَلىٰ وَلَكِن لِيَطمَئِنَّ قَلبِي قالَ فَخُذْ أربعةً مِنَ الطَّيرِ فَصُرهُنَّ إليكَ ثُمَّ اجعَلْ علىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِنهُنَّ جُزءاً ثُمَّ ادعُهُنَّ يَأتِينَكَ سَعياً وَاعلَمْ أنَّ اللّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (۱) "جناب ابراہیم نے عرض کیا بارالہا! مجھے دکھا دے کیسے مردوں کو زندہ کرے گا؟ خدا نے کہا مگر تمہیں

(۱) سورہ بقرہ: ۲۶۰

ہم پر ایمان نہیں ہے کہا ہے تو مگر چاہتا ہوں دل کو سکون مل جائے کہا چار طرح کے پرندوں کو جمع کرو (مرغ، مور، کبوتر، کوا،) انہیں ذبح کر کے گوشت پہاڑ پر رکھ دو اور ان کے ہر جزء کو اللہ کے نام پر بلاؤ وہ دوڑے چلے آئیں گے اور جان لو کہ خدا بڑی حکمت والا ہے"۔

مفسرین نے اس آیۃ کے ذیل میں لکھا کہ حضرت ابراہیم دریا کے کنارے سے گذر رہے تھے ایک مردے کو دیکھا کہ جو دریا کے کنارے پڑا ہے مردہ خور جانور اس کے چاروں طرف جمع ہیں اور کھا رہے ہیں جب حضرت ابراہیم نے اس منظر کو دیکھا تو مردوں کے زندہ ہونے کے بارے میں سوچنے لگے کہ وہ کس طرح زندہ کئے جائیں گے (کیونکہ اس مردہ کا گوشت دوسرے کا جزء بن چکا تھا) جبکہ جناب ابراہیم کو علم الیقین تھا کہ خدا مردوں کو زندہ کرے گا لیکن اسے آنکھوں سے زندہ ہوتے دیکھنا چاہتے تھے۔

مقتول بنی اسرائیل کا قصہ:

﴿وإذ قَتَلتُم نَفسًا فَادّارَأتُم فِيهَا واللّٰهُ مُخرِجٌ مَا كُنتُم تَكتُمُونَ فَقُلنَا اضرِبُوهُ بِبَعضِهَا كَذٰلِكَ يُحيِي اللّٰهُ المَوتىٰ وَيُرِيكُم آيَاتِهِ لَعَلَّكُم تَعقِلُونَ﴾(۱) "جب تم لوگوں نے ایک شخص کو قتل کر کے اس کے سلسلے میں اختلاف کیا کہ کس نے قتل کیا ہے جسے تم چھپانا چاہتے تھے خدا اسے ظاہر کرتا ہے پس

---

(۱) سورہ بقرہ آیہ ۷۲ تا ۷۳

ہم نے کہا اس گائے کا کچھ حصہ اس مقتول کے بدن پر مارو خدا مردوں کو اس طرح زندہ کرتا ہے آیت خود تمہیں دکھا رہی ہے شاید عقل سے کام لو"۔

بنی اسرائیل کا ایک آدمی مخفیانہ طور پر قتل کردیا گیا تھا اس کے قاتل کے سلسلے میں اختلاف ہوا ہر قبیلہ دوسرے قبیلے پر الزام لگا رہا تھا قریب تھا کہ ایک جنگ چھڑ جائے ان لوگوں نے جناب موسیٰ سے مدد چاہی جناب موسیٰ نے لطف خدا سے ان کی مدد کی حکم خدا کے مطابق گائے کو ذبح کرکے اس کے گوشت کو مقتول کے جسم پر مارا وہ شخص تھوڑی دیر کے لئے زندہ ہوگیا اور قاتل کی شناخت کی یہ معاد اور مردوں کے زندہ ہونے کے لئے بھی دلیل ہے۔

قوم موسیٰ سے ستر آدمیوں کا زندہ ہونا: ﴿وَاِذ قُلتُم یَامُوسیٰ لَن نُؤمِنَ لَکَ حتیٰ نَرَیٰ اللّٰهَ جَهرَةً فَاَخَذَتکُم الصَّاعِقَةُ وَاَنتُم تَنظُرُونَ ثُمَّ بَعَثنَاکُم مِن بَعدِ مَوتِکُم لَعَلَّکُم تَشکُرُونَ﴾ جب تم لوگوں نے موسیٰ سے کہا کہ ہم اس وقت تک خدا پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں پھر بجلی نے (موت) تم سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور تم دیکھتے رہے پھر ہم نے تم سب کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا تا کہ تم شکر گذار بن جاؤ، بنی اسرائیل کے سرکردہ افراد جناب موسیٰ کے ساتھ کوہ طور پر گئے تھے اور خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی بات دہرائی موت کی بجلی چمکی پہاڑ ریزہ ریزہ ہوا حضرت موسیٰ بے ہوش ہوگئے بنی اسرائیل کے نمائندوں کو موت نے اپنی آغوش میں لیا پھر خدا نے انہیں

زندہ کیا تاکہ اس کی نعمت کا شکریہ ادا کریں۔(۱)

قیامت کو ثابت کرنے کے لئے قرآن کی دوسری دلیل ہے جس میں مردے کو زندہ کیا گیا ہے۔

(۱) سورہ بقرہ آیہ ۵۵

سوالات

۱۔ فلسفہ خلقت کے ذریعہ کس طرح قیامت کو ثابت کریں گے؟

۲۔ جناب عزیر یا ارمیا پیغمبر کا واقعہ بیان کریں؟

۳۔ جناب ابراہیم کا قصہ بیان کریں؟

۴۔ مقتول بنی اسرائیل کا واقعہ بیان کریں؟

تینتیسواں سبق

بقاء روح کی دلیل

روح باقی اور مستقل ہے: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ "جو اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ کی طرف سے انہیں رزق ملتا ہے" (۱) ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ﴾ جو اللہ کی راہ میں قتل ہو گئے ہیں انہیں مردہ ہرگز نہ کہنا بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم انہیں نہیں سمجھ سکتے ہو۔ (۲) ﴿قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ﴾ کہدو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر معین کیا گیا ہے وہ تمہاری روح قبض کر کے تمہارے رب کی طرف پلٹا دے گا۔ (۳)

مذکورہ آیات بقاء روح کی بہترین دلیل ہے اگر موت زندگی کے خاتمہ کا نام ہوتا تو شہداء کے لئے حیات کا مختلف انداز میں ذکر کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا پہلے کی دو آیتیں اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے لئے ہیں اور ان کی روح کی بقاء

---

(۱) آل عمران آیہ ۱۶۹ (۲) بقرہ آیہ ۱۵۴ (۳) سجدہ آیہ ۱۱

کے حوالے سے ہیں۔

تیسری آیت عام ہے کہ تمام لوگ خدا کی طرف پلٹ کر جائیں گے جو تمام انسانوں کے باقی رہنے پر دلیل ہے۔ کتاب مفردات میں راغب کے بقول وافی کے اصل معنیٰ کمال تک پہونچنے کے ہیں لہٰذا توفی کے معنیٰ مکمل گرفت کے ہیں اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ موت فنا کا نام نہیں بلکہ مکمل طور پر دسترسی ہے۔

﴿وَیَسئَلُونَکَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِن أمرِ رَبِّی وَمَا أُوتِیتُم مِنَ العِلمِ إلَّا قَلِیلاً﴾ اے رسول! تم سے روح کے بارے میں سوال ہوتا ہے کہدو روح امر خدا ہے اس کا تھوڑا سا علم آپ کو عطا کیا گیا ہے۔(۱)

انسان خواب وموت کو دیکھتا ہے کہ جسمانی کمی وبیشی کے علاوہ ایک خاص قسم کی تبدیلی پیدا ہوتی ہے یہیں سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کے پاس جسم کے علاوہ بھی کوئی جوہر ہے۔ کسی نے بھی روح کے وجود کا انکار نہیں کیا ہے یہاں تک کہ مادی حضرات نے بھی اس کے وجود کو قبول کیا ہے اسی بناء پر نفسیات ان علوم میں سے ہے جس پر دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں تحقیق ہو رہی ہے۔

وہ واحد بحث جو خدا کے ماننے والوں اور مادی حضرات کے درمیان چل رہی ہے وہ روح کے مستقل ہونے یا نہ ہونے کے سلسلے میں ہے اسلامی مفکرین اسلام کی بھرپور مدد سے اس بات کے قائل ہیں کہ روح باقی ہے اور مستقل ہے روح کے

---

(۱)اسراء آیہ:۸۵

مستقل ہونے پر بہت سی دلیلیں ہیں۔

پہلے عقلی دلیل پھر نقلی دلیل پیش کریں گے اگر چہ قرآن پر اعتقاد رکھنے والے بہترین دلیل کلام خدا کو تسلیم کرتے ہیں اور اسی کو اصل مانتے ہیں۔

روح کے مستقل ہونے پر دلیل

ا۔ہم اپنے اندر یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم متفکر و مدرک و مرید ہیں یہ چیز فکر اور ارادہ اور ادراک سے الگ ہے دلیل یہ ہے کہ بولا جاتا ہے میری فکر میرا ارادہ میرا ادارک اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم فکر سے الگ ہیں ہم ارادہ سے ہنکر ہیں درک اور ہے ہم اور ہیں یہ سب ہم سے ہے اور ہم اسے اپنی ذات میں پاتے ہیں ہم دماغ، دل اور اعضاء سے الگ ہیں یہ (ہم) وہی روح ہے۔

۲۔جب بھی انسان اپنے کو جسم سے جدا فرض کرتا ہے اور تمام اعضاء بدن کا ناطہ اپنے آپ سے توڑ دیتا ہے پھر بھی اپنے کو زندہ محسوس کرتا ہے جبکہ اجزاء بدن نہیں ہیں اور یہ وجود وہی روح ہے جو مستقل رہ سکتی ہے۔

۳۔پوری عمر میں شخصیت ایک ہے۔یہ ''ہم'' ابتداء زندگی سے آخر عمر تک ایک ہے یہ ''ہم'' دس سال پہلے بھی ہے اور پچاس سال بعد بھی، اگر چہ علم وقدرت زندگی کی کمال تک پہونچ جائے لیکن ''ہم'' اپنی جگہ برقرار ہے جبکہ آج کے علم نے ثابت کر دیا کہ انسان کے عمر میں کئی بار جسم میں، رگوں میں، یہاں تک کہ دماغ کی

شریانوں میں تبدیلی ہوتی ہے چوبیں گھنٹے کے اندر کروروں رگیں ختم ہوتی ہیں اور کروڑوں ان کی جگہ پیدا ہوتی ہیں جیسے بڑے حوض میں پانی ایک جگہ سے جاتا ہے اور دوسری طرف سے آتا ہے ظاہر ہے بڑے حوض کا پانی ہمیشہ بدلتا ہے اگرچہ لوگ اس پر توجہ نہیں دیتے ہیں اور اس کو ایک ہی حالت میں دیکھتے ہیں۔

نتیجہ:

اگر انسان صرف اجزاء بدن کا نام ہوتا اور صرف دل و دماغ ہوتا یعنی روح نہ ہوتی تو اپنے اعمال کا ذمہ دار نہیں قرار پاتا، مثلاً اگر کوئی دس سال پہلے کسی جرم کا مرتکب ہوتا ہے تو اس وقت اسے سزا نہیں دے سکتے اس لئے کہ جسم کے تمام خلیئے تبدیل ہو گئے ہیں گویا اب وہ دس سال پرانا جسم نہیں ہے۔ اگر انسان ہمیشہ ذمہ دار ہے یہاں تک کہ وہ خود اس کا اعتراف کر رہا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے اگرچہ تمام اعضاء بدل چکے ہیں مگر وہ خود باقی ہے اور یہ وہی روح ہے۔

روح کی بقاء اور استقلال پر نقلی دلیل

تاریخ اسلام میں بہت سی جگہ موت کے بعد روح سے مربوط چیزیں آئی ہیں جن میں سے بعض یہاں پیش کی جا رہی ہے جنگ بدر کے بعد پیغمبر اسلامؐ نے حکم دیا کہ دشمن کی لاشوں کو ایک کنویں میں ڈال دیا جائے اس کے بعد پیغمبرؐ نے کنویں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: "**هل وجدتم ما وعدكم ربكم حقاً فإنّي قد وجدت ما وعدني ربّي حقاً**" کیا تم لوگوں نے وعدہ خدا کے مطابق سب کچھ

پایا ہے؟ ہم نے تو اللہ کے وعدہ کو حق دیکھا) بعض افراد نے عرض کیا: کیا آپ بے جان لوگوں سے باتیں کر رہے ہیں، وہ سب تو ایک لاش کی شکل میں پڑے ہیں پیغمبر اسلام نے فرمایا: وہ لوگ تم سے بہتر میری آواز سن رہے ہیں دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ تم لوگ ان سے بہتر میری بات نہیں سمجھ رہے ہو۔(۱)

سلمان فارسی مولا امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے والی مدائن تھے اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں: ایک دن سلمان فارسی کی عیادت کو گیا، جب وہ مریض تھے اور مرض میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا یہاں تک کہ موت کی جانب قدم بڑھا رہے تھے مجھ سے ایک دن فرمایا اے اصبغ! رسول خدا نے مجھ سے فرمایا ہے جب موت قریب ہوگی تو مردہ تم سے باتیں کریں گے ہمیں قبرستان کی طرف لے چلو حکم کے مطابق انہیں قبرستان میں لے جایا گیا کہا مجھے قبلہ رخ کرو اس وقت بلند آواز سے کہا:

"السلام علیکم یا اهلَ عرصة البلاء السلام علیکم یا محتجبین عن الدّنیا "میرا اسلام ہو تم پر اے بلاء کی وادی میں رہنے والو میرا اسلام ہو اے اپنے کو دنیا سے چھپا لینے والو۔ اسی وقت روحوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا جو چاہتے ہو سوال کرو جناب سلمان نے پوچھا تم جنتی ہو یا جہنمی؟ مردہ نے کہا خدا نے مجھے دامن عفو میں جگہ عنایت کی ہے اور میں جنتی ہوں جناب سلمان نے موت کی کیفیت اور موت کے بعد کے حالات دریافت کئے اس نے

---

(۱) سیرہ ابن ہشام ج ۱، ص ۶۳۹

سب کا جواب دیا اس کے بعد جناب سلمان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی (۱)

مولا امیر المومنین علیہ السلام جنگ صفین سے واپسی پر شہر کوفہ کے پیچھے قبرستان کے کنارے کھڑے ہوئے اور قبروں کی طرف رخ کر کے فرمایا: اے ہولناک اور تاریک قبروں کے رہنے والو تم اس قافلہ کے پہلے افراد ہو ہم بھی تمہارے پیچھے آرہے ہیں لیکن تمہارے گھر دوسروں کے ہاتھوں میں چلے گئے ہیں اور تمہاری بیویوں نے شادی کر لیں اور تمہارے مال و اسباب تقسیم ہو چکے ہیں یہ سب میری خبر تھی تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ ''ثُمّ التفت اِلیٰ أصحابه فقال أمّا لو أذِن في الکلام لأخبروکم أنّ خیر الزاد التقویٰ'' (۲)

پھر اصحاب کی طرف رخ کیا اور فرمایا جان لو اگر انہیں بولنے کی اجازت ہوتی تو یہ تمہیں بتاتے کہ بہترین زاد راہ تقوی و پرہیز گاری ہے۔

سوالات

۱۔ قرآن بقاء روح کے لئے کیا کہتا ہے آیت کے ذریعہ بیان کریں؟

۲۔ استقلال روح کے لئے عقلی دلیل بیان کریں؟

۳ بقاء روح کے لئے ایک نقلی دلیل بیان کریں؟

---

(۱) بحار الانوار ج ۱، معاد فلسفی ۳۱۵ (۲) نہج البلاغہ، کلمات قصار ۱۲۵

چونتیسواں سبق

معاد جسمانی اور روحانی ہے

کیا موت کے بعد زندگی روحانی ہے؟ یعنی جسم کہنہ ہو کر بکھر جائے گا اور آخرت کی زندگی فقط روح سے مربوط ہے یا فقط جسمانی ہے اور روح کا شمار جسم کے آثار وخواص میں ہے؟ یا یہ کہ آدھی روحانی اور آدھی جسمانی ہے جسم لطیف اس دنیاوی جسم سے افضل ہے یا موت کے بعد زندگی مادی اور روحانی ہے اور دوبارہ دونوں جمع ہو کر حاضر ہوں گے، ان چاروں نظریوں کے حامی اور طرفدار موجود ہیں لیکن شیعوں کا نظریہ (عقیدہ) یہ ہے کہ قرآن کی بہت سی آیتیں اور حدیثیں معاد جسمانی اور روحانی پر دلالت کرتی ہیں اور اس مسئلہ میں کوئی شک وتردید کی گنجائش نہیں ہے۔

ا۔ بہت سی جگہوں پر قرآن نے منکریں معاد کو جو یہ سوال کرتے ہیں کہ "جب ہم خاک میں مل جائیں گے اور ہماری ہڈیاں پرانی ہو کر پھر زندہ ہوں گی" جواب دیا ہے، اور انہیں اس بحث میں بیان کیا جاچکا ہے جہاں معاد پر قرآن کی دلیل پیش کی گئی ہے جیسے (سورہ یس آیۃ ۸۰) میں واضح طور پر معاد جسمانی اور روحانی کو بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ دوسری جگہ (سورہ قیامت آیۃ ۳،۴) میں فرمایا: کیا انسان یہ خیال

کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کریں گے بلکہ ہم قادر ہیں کہ انگلیوں کے نشانات کو بھی ترتیب دیدیں، ہڈیوں کو جمع کرنا انگلیوں کے نشانات کو دوبارہ مرتب کرنا یہ معاد جسمانی اور روحانی کی ایک اور دلیل ہے۔

۳۔ تیسری مثال وہ آیتیں جو کہتی ہیں کہ انسان قبر سے اٹھے گا اس سے ظاہر ہے کہ قبر انسانی جسم کے لئے گھر قرار دیا گیا ہے اور اسلامی منکرین کی نظر میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جسم کے بغیر روح کا پلٹنا ممکن نہیں ہے جسم بغیر روح کے صرف لاش ہے خلاصہ یہ کہ اس طرح کی آیتیں معاد جسمانی اور روحانی کے لئے واضح دلیل ہے۔ ﴿وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ﴾ قیامت کے سلسلے میں کوئی شک نہیں اور خداوند عالم ان تمام افراد کو جو قبروں میں ہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔(۱) سورہ یٰس کی آیۃ :۵۱ اور ۵۲ اور دوسری آیات اس پر شاہد ہیں۔

۴۔ وہ آیتیں جو بہشتی نعمتوں کے سلسلے میں ہیں۔ میوے، غذائیں مختلف کپڑے اور دوسری جسمانی لذتیں وغیرہ، جنت کی لذتیں اور نعمتیں صرف مادیت پر منحصر نہیں ہیں بلکہ معنوی اور روحی لذتیں بھی بہت ہیں جن کا تذکرہ جنت کی بحث میں آئے گا انشاءاللہ...

لیکن سورہ رحمٰن اور اس جیسی آیتوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ معاد جسمانی اور روحانی دونوں ہی اعتبار سے ہے اور جسم اور روح کے لئے لذتیں ہیں یہ

---

(۱) سورہ حج آیۃ ۷

ہے کہ جنت کی نعمتیں دنیاوی نعمتوں سے الگ ہیں اور ان سے بہتر ہیں مگر یہ سب معاد جسمانی اور روحانی کے لئے دلیل ہیں۔

۵۔وہ آیتیں جو مجرموں کے لئے مختلف طرح کے عذاب اور سزا کو بیان کرتی ہیں ان میں سے بہت سی جسم سے مربوط ہیں یہ آیتیں قرآن میں بہت ہیں ان میں بعض کی جانب اشارہ کر رہے ہیں ﴿یَومَ یُحمَیٰ عَلَیها فِی نَارِ جَهَنَّمَ فَتُکویٰ بِها جِبَاهُهُم وَجُنُوبُهُم وَظُهُورُهُم﴾ "جس دن انہیں دوزخ میں کھولایا جائے گا اور جلایا جائے گا اور ان کی پیشانیاں نیز ان کے پہلو اور پشت کو داغا جائے گا" (۱) ﴿یَومَ یُسحَبُونَ فِی النَّارِ عَلیٰ وُجُوهِهِم ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ﴾ "جس دن دوزخ کی آگ ان کے چہرے پر ڈالی جائیگی اور ان سے کہا جائے گا آج دوزخ کی آگ کا مزہ چکھو" (۲) ﴿تَصلیٰ نَاراً حَامِیَةً تُسقیٰ مِن عَینٍ آنِیَةٍ لَیسَ لَهُم طَعَامٌ اِلّا مِن ضَرِیعٍ لا یُسمِن وَلا یُغنِیٰ مِن جُوعٍ﴾ (۳) "بھڑکتی آگ میں داخل ہونگے کھولتے پانی سے سیراب کیا جائے گا، خشک کانٹا کڑوا اور بدبودار کھانے کے علاوہ کچھ میسر نہ ہوگا ایسا کھانا جو نہ انہیں موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے نجات دلائے گا"۔ ﴿کُلَّمَا نَضِجَت جُلُودُهُم بَدَّلنَاهُم جُلُوداً غَیرَهَا لِیَذُوقُوا العَذَابَ اَنَّ اللّٰه کَانَ عَزِیزاً حَکِیماً﴾ (۴) جیسے ہی کافر کی کھال جل کر ختم ہو جائے گی اس کی جگہ دوسری کھال کا اضافہ کیا جائے گا تا کہ عذاب

---

(۱) سورہ توبہ آیہ: ۳۵ (۲) سورہ قمر آیہ: ۴۸ (۳) غاشیہ آیہ: ۴۔۷ (۴) سورہ نساء آیہ ۵۶

کا مکمل مزا چکھ لیں بیشک خدا عزیز اور حکمت والا ہے۔

اس طرح کہ بہت سی آیتیں ہیں جن کا تذکرہ جہنم کی بحث میں آیگا سب کے سب معاد جسمانی اور روحانی کے لئے دلیل ہیں اگر معاد فقط جسمانی ہوتی تو روحانی غذا کا کوئی مفہوم نہ ہوتا؟۔

۲۔ وہ آیتیں جو روز قیامت اعضاء وانسان کے بات کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہیں وہ معاد جسمانی اور روحانی پر واضح دلیل ہیں چونکہ ایسی آیتیں بھی بہت ہیں لہٰذا نمونہ کے طور پر کچھ کا یہاں ذکر کرتے ہیں ﴿الیوم نختم علیٰ أفواھھم وتکلّمنا أیدیھم وتشھد أرجلھم بما کانوا یکسبون﴾ "آج ان کی زبانوں پر تالے لگ جائنگے ان کے ہاتھ باتیں کریں گے ان کے پاؤں جو کئے ہوں گے اس پر گواہی دیں گے"۔(۱) ﴿حتیٰ إذا ما جاءُ وھا شھد علیھم سمعھم وأبصارھم وجلودھم بما کانوا یعملون﴾ "یہاں تک کہ جب پہونچیں گے ان کی آنکھیں اور گوشت و پوست جو عمل انجام دیئے ہیں انکی گواہی دیں گے" ﴿وقالوا لجلودھم لم شھدتم علینا قالوا أنطقنا اللّٰہ الّذی أنطق کلّ شیءٍ﴾ "وہ اپنے جسم سے سوال کریں گے کیوں میرے خلاف گواہی دیتے ہو؟ وہ جواب میں کہیں گے وہ خدا جس نے سب کو قوت گویائی عطا کی ہے اس نے ہمیں بولنے کے لئے کہا"۔(۲)

---

(۱) سورہ یس ۶۵ (۲) سورہ فصلت ،۲۱

۷۔وہ آیتیں جو معاد جسمانی اور روحانی کو بطور نمونہ اس دنیا میں ثابت کرتی ہیں جیسے حضرت ابراہیم کا قصہ اور چار پرندے جو زندہ ہوئے (سورہ بقرہ آیۃ ۲۶۰) مقتول بنی اسرائیل کا واقعہ جو زندہ ہوا (بقرہ آیۃ ۷۳) جناب ''عزیز'' یا ''ارمیا'' پیغمبر کا واقعہ (بقرہ ۲۵۹) جناب حزقیل پیغمبر کا قصہ اور موت کے بعد بہت سارے لوگوں کا زندہ ہونا جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۴۳ میں ملتا ہے، جناب عیسیٰ کا مردوں کو زندہ کرنا (مائدہ ۱۱۰ آل عمران ۴۹) میں آیا ہے جناب موسیٰ کے زمانے میں موت کے بعد ستر آدمیوں کا زندہ ہونا (بقرہ ۵۶/۵۵) یہ سب کے سب واقعے معاد جسمانی اور روحانی پر محکم دلیل ہیں۔

سوالات

۱۔ موت کے بعد کے حیات کی کیفیت کے بارے میں کیا نظریہ ہے؟
۲۔ شیعہ موت کے بعد کی زندگی کو کس طرح جانتے ہیں ایک دلیل قرآن سے ذکر کریں؟
۳۔ معاد جسمانی اور روحانی کا نمونہ جو اسی دنیا میں واقع ہوا ہے بیان کریں؟

پینتیسواں سبق

برزخ یا قیامت صغری

جو بھی اس دنیا میں آتا ہے ان چار مراحل کو اسے طے کرنا ضروری ہے۔

۱۔ پیدائش سے لے کر موت تک کیونکہ یہ دنیا کی زندگی ہے۔

۲۔ موت کے بعد سے قیامت تک کی زندگی اسے عالم برزخ کہتے ہیں۔

۳۔ قیامت کبری

۴۔ جنت یا دوزخ

برزخ

برزخ: دو چیز کے درمیان کے فاصلے کا نام ہے یہاں برزخ سے مراد وہ دنیا ہے جو اس دنیا اور آخرت کے درمیان ہے جب روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے (قبل اس کے کہ یہ روح قیامت کے لئے دوبارہ اصل بدن میں واپس آئے) ایک ایسے نازک جسم میں رہتی ہے جسے جسم مثالی کہتے ہیں تا کہ قیامت کے وقت وہ اسی کے ساتھ ہو۔

موت کے وقت انسان دنیا اور آخرت کے درمیان ہوتا ہے مولا امیر

المومنینؑ نے فرمایا: لِـكـلّ دار باب وباب دار الآخرة الموت ہر گھر کا ایک دروازہ ہوتا ہے اور آخرت کا دروازہ موت ہے(۱) جیسا کہ بعض احادیث میں واضح طور پر ملتا ہے کہ موت کے وقت بہت سی چیزیں ہمارے لئے واضح اور روشن ہوجاتی ہیں۔

ا۔ ملک الموت اور دوسرے فرشتوں کو دیکھنا

(۲) پیغمبر اکرمؐ اور دوسرے ائمہ علیہم السلام کی زیارت

(۳) جنت یا دوزخ میں اپنی جگہ کا دیکھنا

(۴) اعمال کا مجسم ہونا اور اپنے گذرے ہوئے اعمال کو دیکھنا

(۵) دولت کا مجسم ہونا جو جمع کر رکھی ہے

(۶) اولاد رشتہ دار اور دوستوں کا مجسم ہونا

(۷) شیطان کا مجسم ہونا

یہ کیفیت جس سے اچھے اعمال انجام دینے والے بھی ڈرتے ہیں اور خدا سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس وقت انسان بعض پس پردہ رموز واسرار کو دیکھتا ہے اور اس کا اعمال اس کے سامنے ہوتا ہے اور اپنے ہاتھوں کو نیکیوں سے خالی اور گناہ کے بوجھ تلے محسوس کرتا ہے اپنے کئے پر نادم وپشیمان ہوکر پلٹنے کی التجا کرتا ہے تا کہ اپنے کئے کا جبران کر سکے۔ ﴿حَتّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحاً فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا﴾" جب ان

---

(۱) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید

میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے فریاد کرتے ہیں بارالٰہا! مجھے پلٹا دے تا کہ جو کچھ چھوٹ گیا ہے اسے پورا کرلیں اوراچھے اعمال انجام دے لیں اس سے کہا جائے گا ایسا نہیں ہو سکتا یہ فریاد ہے جو وہ کریں گے''۔(۱)

یہ باتیں زبان پر ہوں گی اور اگر پلٹا دیا جائے تو اعمال پہلے کی طرح ہوں گے جس طرح جب مجرم گرفتار ہوتا ہے اور اسے سزا دی جاتی ہے تو یہی کہتا ہے لیکن جیسے ہی اس کی گرفتاری اور سزا ختم ہو جاتی ہے اکثر پھر وہی اعمال دہراتا ہے۔

قَال لقمان لابنه: يَا بُنيِ اِنَّ الدُّنيا بحر عميق وقد هلکَ فيها عالم کثير فاجعل سفينتکَ فِيهَا الايمان بِاللّه واجعل زادک فيها تقویٰ اللّه واجعل شراعها التوکّل علیٰ اللّه فَاِنْ نجوّت فبرحمة اللّه وان هلکت فيه فبذنوبکَ وأشد ساعاته يوم يولد ويوم يموت ويوم يُبعث. " جناب لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے میرے لخت جگر! یہ دنیا بہت گہرا سمندر ہے کتنے لوگ اس میں ڈوب چکے ہیں لہٰذا تم خدا پر ایمان، اپنے لئے کشتی نجات اور زادراہ، پرہیزگاری نیز لنگر خدا پر بھروسہ کرو اب اگر ڈوبنے سے بچ گئے تو یہ خدا کی رحمت ہے اور اگر غرق ہو گئے تو یہ تمہارے گناہ کے باعث ہوگا اور سخت ترین لمحۂ زندگی انسان کے لئے وہ ہے جب وہ اس دنیا میں قدم رکھتا ہے یا وہ دن ہے جب اس دنیا کو خدا حافظ کہتا ہے یا پھر وہ دن ہوگا جب پلٹایا جائے گا''۔(۲)

---

(۱) سورہ مومنون آیہ، ۹۹۔۱۰۰ (۲) بحار الانوار جلد ۶، ص ۲۵۰

عالم برزخ کے اثبات کے سلسلہ میں بہت سی آیتیں وروایتیں پائی جاتی ہیں اگرچہ یہ بات عقل ومحسوسات کے ذریعہ بھی ثابت ہوچکی ہے۔

برزخ کے سلسلے میں قرآنی آیات

﴿حَتیٰ اِذَا جَاءَ أحدَهُمُ المَوتُ قالَ رَبِّ ارجِعُونِ لَعلّی أعمَلُ صَالِحاً فِیما تَرکتُ کَلّا اِنّها کَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُها وَمِن وَرائِهِم بَرزَخٌ اِلیٰ یَوم یُبعثُونَ﴾(۱) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آگئی تو کہنے لگا کہ پروردگار مجھے پلٹادے شاید میں اب کوئی نیک عمل انجام دوں، ہرگز نہیں یہ ایک بات ہے جو یہ کہہ رہا ہے اوران کے پیچھے ایک عالم برزخ ہے جو قیامت کے دن تک قائم رہنے والا ہے یہ آیت واضح طور پر برزخ کی طرف اشارہ کررہی ہے۔

﴿وَلاتَحسَبَنّ الّذِینَ قُتِلُوا فِی سَبِیلِ اللّهِ أمواتاً بَل أحیاءٌ عِندَ رَبِّهِم یُرزَقُونَ﴾(۲) خبردارراہ خدا میں قتل ہونے والوں کومردہ خیال نہ کرنا وہ زندہ ہیں اوراپنے پروردگار کے یہاں سے رزق پارہے ہیں۔﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ یُقتَلُ فِی سَبِیلِ اللّهِ أمواتٌ بَل أحیاءٌ ولٰکِن لَا تَشعُرُونَ﴾ (۳)''اور جولوگ راہ خدا میں قتل ہوجاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کاشعور نہیں ہے''۔

یہ دوآیتیں برزخ کی زندگی اور شہداء کے رزق کو ثابت کرتی ہیں۔

---

(۱)سورہ مومنون ۹۹۔۱۰۰ (۲)آل عمران آیہ ۱۶۹، (۳)بقرہ آیہ:۱۵۴

برزخ میں کافروں پر عذاب

﴿النَّارُ يَعرِضُونَ عَليها غُدُوّاً وَعَشِيّاً وَيَومَ تَقومُ السَّاعَةُ أدخِلُوا آلَ فِرعَونَ أشَدَّ العَذَابِ﴾ ہر صبح وشام آگ انہیں پیش کی جاتی ہے اور جب قیامت آئے گی اس وقت حکم دیا جائے گا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب سے گذارا جائے۔(۱)

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ دنیا میں آل فرعون ہر صبح وشام آگ کے سامنے پیش کئے جائیں گے لیکن قیامت میں (یوم تقوم الساعة) ہے(۲) آیت نے واضح طور پر عذاب کو دو حصوں میں آل فرعون کے لئے تقسیم کیا ہے۔

۱۔ برزخ میں صبح وشام آگ۔ ۲۔ قیامت میں سخت ترین عذاب۔

قبر دوسری دنیا کی پہلی منزل

سوال قبر:

جب انسان کو قبر میں رکھ دیا جائے گا اور خدا کے دو فرشتے جنہیں نکیر ومنکر یا ناکرونکیر کہا جاتا ہے اس کے پاس آئیں گے اور اس سے خدا کی وحدانیت، نبوت، وولایت اور نماز وغیرہ کے بارے میں سوال کریں گے۔

عن أبي عبدالله قال: "مَن أنكر ثلاثة أشياء فليس من شيعتنا المعراج والمسألة فى القبر و الشفاعة"

(۱) غافر آیۃ: ۴۶ (۲) بحار الانوار ج ۶، ص ۲۸۵

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص تین چیز کا منکر ہے وہ میرا شیعہ نہیں ہے معراج رسولؐ، قبر میں سوال اور شفاعت۔

امام زین العابدین علیہ السلام ہر جمعہ کو پیغمبر اکرمؐ کی مسجد میں لوگوں کو نصیحت کرتے تھے لوگ اسے حفظ بھی کرتے تھے اور تحریر بھی کرتے تھے، امام فرماتے ہیں:

أيها النّاس اتقوا اللّه واعلموا أنكم اليه تُرجعون فتجد كُلّ نفس ما عملت في هذه الدنيا من خير محضراً وما عملت من سوء تودُّ لو أنّ بينها و بينه أمداً بعيداً و يحذّركم اللّه نفسه و يحك ابن آدم الغافل و ليس بمغفول عنه ابن آدم أنّ أجلك أسرع شيءٍ إليك قد أقبل نحوكَ حثيثاً يطلبكَ و يوشكَ أنْ يدرككَ وكان قد أُوفيت أجلكَ و قبض الملكَ روحكَ وصرت إلىٰ منزل وحيداً فردّ إليكَ فيه روحكَ واقتحم عليكَ فيه ملكا كمنكر ونكير لمسئلتكَ وشديد امتحانكَ ألا وأنّ أوّل مايسئلا نكَ عن ربّكَ الّذي كنت تعبده وعن نبيّكَ الذي أرسل إليكَ وعن دينكَ الّذي كنت تدين به وعن كتابكَ الّذي كنت تتلوه وعن إمامكَ الذي كنت تتولاه ثم عن عمركَ فيما أفنيته و مالكَ من أين اكتسبته؟ وفيما أتلفته فخذ حذركَ و انظر لنفسكَ واعد للجواب قبل الامتحان والمسألة والاختبار"

اے لوگو! تقویٰ الٰہی اختیار کرو اور یہ جان لو کہ اسی کی طرف پلٹ کے جانا ہے اب جس نے اس دنیا میں نیک کام انجام دیا وہ اس کا صلہ پائے گا۔ اسی طرح

برائیاں بھی ہیں کہ جس کے لئے تمنا کرے گا اے کاش! میرے اوران گناہوں کے درمیان ایک لمبا فاصلہ ہوتا۔اور خدا آپ کو ڈرا رہا ہے کہ اے غافل انسان تجھ سے غفلت نہیں برتی گئی ہے۔

اے فرزند آدم موت تجھ سے سب سے زیادہ قریب ہے اور عنقریب وہ تجھے اپنی آغوش میں لے لیگی گویا موت آچکی ہے اور فرشتہ نے تمہاری روح کو قبض کرلیا ہے اور تم ایک گوشہ تنہائی میں داخل ہو گئے ہو اور تمہاری روح پلٹا دی گئی ہے اور نکیر و منکر تمہارے سوال اور سخت امتحان کے لئے حاضر ہو گئے ہیں جاگ جاؤ سب سے پہلا سوال جو تم سے کیا جائے گا، اس خدا کے سلسلہ میں ہوگا جس کی تم عبادت کرتے تھے اور اس پیغمبر کے بارے میں پوچھا جائے گا جو تمہاری طرف بھیجا گیا تھا اس دین کے بارے میں ہوگا جس کے تم معتقد تھے اور اس قرآن کے بارے میں ہوگا جس کی تم تلاوت کرتے تھے اور اس امام کے بارے میں جس کی ولایت کو تم نے مانا تھا پھر تمہاری عمر کے سلسلہ میں سوال ہوگا کہ کس چیز میں گذاری اور مال کے بارے میں کہ تم نے اسے کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا؟ لہٰذا احتیاط کا دامن نہ چھوڑو اور اپنے سلسلہ میں سوچو، امتحان اور سوالات سے پہلے اپنے کو تیار رکھو۔(۱)

---

(۱) بحارالانوار جلد ۶ص ۳۲۲

سوالات

۱۔ انسان موت کے وقت کس چیز کا مشاہدہ کرے گا؟

۲۔ ہر شخص ولادت کے بعد کتنے مراحل طے کرتا ہے؟

۳۔ برزخ کیا ہے اور کس مرحلے کا نام ہے؟

۴۔ قرآن برزخ کے لئے کیا فرماتا ہے آیت لکھیں؟

چھتیسواں سبق

صور کا پھونکنا، اور نامۂ اعمال

اس دنیا کا اختتام اور دوسری دنیا کا آغاز ایک قیامت خیز چیخ کے ساتھ ہوگا قرآن کی بہت سی آیتوں میں صور پھونکنے کی طرف اشارہ ہے ان تمام آیتوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دو بار صور پھونکا جائے گا۔

ا۔اس دنیا کے خاتمہ کے وقت جس سے تمام مخلوق خدا فنا ہو جائے گی یہ صور موت ہے۔

۲۔قیامت کے وقت جب تمام مخلوق کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور یہ صور قیامت ہے ان دو اہم واقعہ کو قرآن نے مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے "نفخ صور" صیحہ، نقر درناقور" "صاخہ"، "قارعہ" "زجرة". ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي السَّمٰواتِ وَمَن فِي الْأَرضِ اِلا مَن شاء اللّٰه ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخرىٰ فَاِذاهُم قِيامٌ يَنظُرُونَ﴾ "اور جب صور پھونکا جائے گا اس وقت تمام مخلوق جو آسمان و زمین میں ہیں سب کے سب فنا ہو جائیں گے مگر صرف وہ لوگ بچیں گے جنہیں خدا چاہے گا پھر دوبارہ صور پھونکا جائیگا کہ اچانک سبھی اٹھ کھڑے ہو نگے اور حساب اور جزاء کے منتظر ہوں گے"۔

سورہ یٰس کی ۵۳ آیت میں اس واقعہ کو "صیحہ" چنگھاڑ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

﴿اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَاحِدَۃً فَاِذَا ھُمْ جَمِیْعٌ لَدَیْنَا مُحضَرُونَ﴾ یٰسٓ:۵۳) قیامت تو صرف ایک چنگھاڑ ہے اس کے بعد سب ہماری بارگاہ میں حاضر کر دیے جائیں گے اور سورہ مدثر کی آیت ۸ میں نقر و ناقور کے نام سے جانا جاتا ہے ﴿فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُورِ فَذلِکَ یَومَئِذٍ یَوم عَسِیر﴾ پھر جب صور پھونکا جائے گا تو وہ دن انتہائی مشکل دن ہوگا اور سورہ عبس کی آیۃ ۳۳ میں (فَاِذَا جاءَتِ الصَّاخَۃُ) پھر جب کان کے پردے پھاڑنے والی قیامت آجائے گی۔

اور سورہ قارعۃ کی ایک سے تین تک کی آیتوں میں اس اہم واقعہ کو قارعہ سے یاد کیا ہے. ﴿القَارِعَۃُ مَا القَارِعَۃُ وَمَا اَدرَاکَ مَا القَارِعَۃُ﴾ کھڑکھڑانے والی اور کیسی کھڑکھڑانے والی اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ کیسے کھڑکھڑانے والی ہے اور سورہ صافات کی آیۃ ۱۹ میں زجر کے نام سے یاد کیا گیا ہے ﴿فَاِنَّمَا ھِیَ زَجْرَۃٌ وَاحِدَۃٌ فَاِذَا ھُم یَنظُرُونَ﴾ یہ قیامت تو صرف ایک للکار ہوگی جس کے بعد سب دیکھنے لگیں گے ان تمام آیات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس دنیا کا خاتمہ اور دوسری دنیا کا آغاز اچانک اور ایک چنگھاڑ "صیحہ" کے ذریعہ ہوگا یہ تمام عنوان جو ذکر کئے گئے ہیں یہ سب کنایہ ہیں نفخ چاہے پھونکنے کے معنی میں ہو یا صور کے البتہ یہ بات ظاہر ہے کہ یہ واقعہ سخت ہوگا اور صور کا پھونکا جانا عام طرح سے نہیں ہوگا بلکہ ایک سخت دن ہوگا اور عجیب طریقہ کی چنگھاڑ ہوگی جس سے ایک سکنڈ میں تمام زمین اور آسمان

والے نابود ہو جائیں گے خدا اپنے دوسرے حکم سے قیام قیامت کی خاطر سب کو دوبارہ زندہ کرے گا ان دو حکم کے درمیان کا فاصلہ ہمیں معلوم نہیں۔

صحیفہ یا نامۂ اعمال

قرآن اور احادیث معصومین علیہم السلام میں نامہ اعمال کے متعلق بہت طویل بحث ہے ایسا نامہ اعمال جس میں انسان کے تمام اعمال ثبت ہوں گے اور قیامت کے دن ظاہر ہوں گے۔

ا۔اعمال کا ثبت ہونا: ﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُم وَكُلَّ شَيءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ﴾ اور ہم ان گزشتہ اعمال اور ان کے آثار کو لکھتے جاتے ہیں اور ہم نے ہر شی کو ایک روشن امام میں جمع کر دیا ہے۔(۱) ﴿وَكُلُّ شَيءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ﴾ اور ان لوگوں نے جو کچھ بھی کیا ہے سب نامۂ اعمال میں محفوظ ہے اور ہر چھوٹا اور بڑا عمل اس میں درج کر دیا گیا ہے۔(۲)﴿إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ﴾ اور ہمارے نمایندہ تمہارے مکر کو برابر لکھ رہے ہیں۔(۳)﴿أَم يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوَاهُم بَلَىٰ وَ رُسُلُنَا لَدَيهِم يَكْتُبُونَ﴾ یا ان کا خیال ہے کہ ہم ان کے راز اور خفیہ باتوں کو نہیں سن سکتے ہیں تم ہم کیا ہمارے نمایندہ سب کچھ لکھ رہے ہیں۔(۴)

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ وَإِنَّا لَهُ

(۱)سورہ یٰس آیہ:۱۲ (۲)سورہ قمر آیہ:۵۲۔۵۳ (۳)سورہ یونس آیہ:۲۱ (۴)سورہ زخرف آیہ:۸۰

كَاتِبُونَ ﴾ پھر جو شخص صاحب ایمان رہ کر عمل کرے گا اس کی کوشش برباد نہ ہوگی اور ہم اس کی کوشش کو برابر لکھ رہے ہیں۔(۱)

اعمال کا ظاہر ہونا: ﴿وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَت عَلِمَت نَفسٌ مَا أَحضَرَت ﴾ اور جب نامۂ اعمال منتشر کردیے جائیں گے تب ہر نفس کو معلوم ہوگا کہ اس نے کیا حاضر کیا ہے۔(۲) ﴿بَل بَدَا لَهُم مَا كَانُوا يُخفُونَ مِن قَبلُ﴾ بلکہ ان کے لئے وہ سب واضح ہوگیا جسے پہلے سے چھپا رہے تھے۔(۳) ﴿يُنَبَّؤا الأنسَانُ يَومَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ﴾ اس دن انسان کو بتایا جائے گا کہ اس نے پہلے اور بعد کیا کیا اعمال کیے ہیں۔(۴) ﴿وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلزَمنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخرِجُ لَهُ يَومَ القِيَامَةِ كِتَاباً يَلقَيهُ مَنشُوراً﴾(۵) اور ہم نے ہر انسان کے نامۂ اعمال کو اس کی گردن میں آویزاں کردیا ہے اور روز قیامت اسے ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح پیش کردیں گے ﴿وَوُضِعَ الكِتَابُ فَتَرىٰ المُجرِمِينَ مُشفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يا وَيلَتَنَا مَالِ هَذا الكِتَابِ لا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلا كَبِيرَةً إلاَّ أَحصيها وَ وجدُوا مَا عَمِلوا حَاضِراً وَلا يَظلِمُ رَبُّكَ أَحداً﴾ اور جب نامہ اعمال سامنے رکھا جائے گا تو دیکھو گے کہ مجرمین اس کے مندرجات کو دیکھ کر خوفزدہ ہوں گے اور کہیں گے ہائے افسوس اس کتاب نے چھوٹا بڑا کچھ نہیں چھوڑا ہے اور سب کو جمع کرلیا ہے اور سب اپنے اعمال کو بالکل حاضر پائیں گے اور تمہارا پروردگار

(۱) سورہ انبیاء آیۃ:۹۴ (۲) تکویر آیۃ:۱۰۔۱۴ (۳) سورہ انعام آیۃ:۲۸ (۴) سورہ قیامت آیۃ:۱۳

(۵) سورہ اسراء آیت ۱۳

کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرتا ہے۔(۱)

نامۂ اعمال احادیث معصومین علیہم السلام کی نظر میں

امام محمد باقر علیہ السلام سورہ اسراء کی آیۃ ۱۴ کی تفسیر میں فرماتے ہیں ہر انسان کا نامہ اعمال اس کی گردن میں لٹکا دیا جائیگا۔

﴿خیره وشره معه حیث کان لا یستطیع فراقه حتیٰ یعطیٰ کتابه یوم القیامة بما عمل﴾ انسان کی اچھائیاں اور برائیاں نہ الگ ہونے والے ساتھی کی طرح ہمیشہ اس کے ساتھ ہیں یہاں تک (نامہ اعمال) وہ کتاب ان کے کئے ہوئے اعمال کے ساتھ اس کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔(۲)

عن أبی عبد اللّه علیه السلام: اذا کان یوم القیامة دفع الانسان کتابه ثم قیل له اقرأ فقال الراوی فیعرف ما فیه :فقال أنَّ اللّٰهَ یُذکّره ، فما من لحظة و لا کلمة و لانقل قدم و لا شیء فعله الاذکره کأنه فعله تلک الساعة فلذلک قالوا یا وَیلتَنا مالِ هَذَا الکِتَابِ لَایُغادِرُ صَغیرةً و لا کَبیرةً اِلَّا أحصیهَا.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب قیامت آئے گی انسان کے نامہ اعمال کو اس کے ہاتھ میں دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا پڑھو راوی کہتا ہے کیا ان

---

(۱) سورہ کہف آیۃ ۴۹

(۲) نور الثقلین ج۳، ص۱۴۳،

مطالب کو وہ جانتا ہوگا؟ امام نے فرمایا: خداوند عالم اسے یاد دلائے گا اس طرح کہ جو بھی اس نے وقت گذارا جو کہا، جو قدم اٹھایا، یا دوسری چیزیں جس پر عمل کیا ہوگا خدا اسے ان تمام لحات کو اسے اس طرح یاد دلائے گا جیسے اس نے اسی وقت انجام دیا ہو اور وہ کہیں گے ہائے افسوس یہ کیسی کتاب ہے کہ جس میں ہر چھوٹا، بڑا سب کچھ لکھ دیا گیا ہے۔(۱)

نامۂ اعمال کسے کہتے ہیں

جو چیز یقینی اور مسلّم ہے وہ یہ کہ انسان کے تمام اعمال اور کردار لکھے جاتے ہیں، اب کیا یہ کاغذ، ورق یا کتاب ہے یا دوسری چیز ہے؟ اس کی مختلف تفسیریں کی گئیں ہیں تفسیر صافی میں مرحوم فیض کاشانی کہتے ہیں نامہ اعمال روح انسان کے لئے کنایہ ہے کہ اس میں تمام اعمال کے آثار چھپ جاتے ہیں۔

تفسیر المیزان میں علامہ طباطبائی مرحوم فرماتے ہیں نامہ اعمال انسان کے تمام حقیقت کو اپنے اندر شامل کئے ہوگا اور اس کے خطوط دنیاوی کتاب سے مماثلت نہیں رکھتے ہوں گے بلکہ وہ خود اعمال انسان ہے، کہ جس سے خدا بالکل واضح طور پر انسان کو بتا دے گا اور مشاہدہ سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں ہے انھوں نے سورہ آل عمران کی آیت ۳۰ سے استفادہ کیا جس میں ارشاد ہوا (جس دن انسان اپنے اچھے اور برے اعمال کو سامنے دیکھے گا)(۲) اور بعض نے نامۂ اعمال کو

(۱) پیام قرآن ج۶،ص ۱۰۱ (۲) المیزان ج۳،ص ۵۸،

ویڈیو کیسٹ کی تصویر یا ٹیپ کی کیسٹ سے مشابہ بتایا ہے بہر حال چونکہ نامۂ اعمال کا قرآن واحادیث میں کافی ذکر ہے ہم اس پر ایمان رکھیں ہر چند اس کی حقیقی کیفیت کا ہمیں علم نہیں ہے۔

سوالات

۱۔ نفخ صور سے کیا مراد ہے اور یہ کب واقع ہوگا؟
۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے نامۂ اعمال کے سلسلے میں کیا فرمایا ہے؟
۳۔ نامہ اعمال کسے کہتے ہیں واضح کیجیے؟

ستیئیسواں سبق

قیامت کے گواہ اور اعمال کا ترازو

خداوند عالم لوگوں کی تمام اچھائیاں اور برائیاں اچھی طرح سے جانتا ہے چاہے انہیں ظاہر میں انجام دیا ہو یا چھپ کر لیکن خدا کی مصلحت اور حکمت اس چیز پر قائم ہوگی کہ قیامت میں لوگوں سے سوالات ان کے اعمال کے کارنامہ اور گواہوں کی گواہی کے اعتبار سے ہوگی اور وہ گواہ یہ لوگ ہیں۔

ا۔ خداوند عالم: جو پہلا گواہ ہے ﴿إِنَّ اللهَ عَلىٰ كُلِّ شَيءٍ شَهِيدٌ﴾ بیشک خدا ہر چیز پر گواہ ہے۔(۱) ﴿إِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيكُم رَقيباً﴾ اللہ تم سب کے اعمال کا نگراں ہے۔(۲) ﴿فَإلَينَا مَرجِعُهُم ثُمَّ اللهُ شَهِيدٌ عَلىٰ مَايَفعَلُونَ﴾ بہر حال پلٹ کر ہماری ہی بارگاہ میں آنا ہے اس کے بعد خدا خود ان کے اعمال کا گواہ ہے۔(۳)

۲۔ انبیاء اور ائمہ علیہم السلام: ﴿وَ يَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيكُم شَهِيداً﴾ اور پیغمبر آپ پر گواہ ہونگے۔(۴) ﴿وَ جِئنَا بِكَ عَلىٰ هٰؤلاءِ شَهِيداً﴾ اور پیغمبر آپ کو ان سب کا گواہ بنا کر بلائیں گے۔(۵) ﴿وَيَومَ نَبعَثُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ

---

(۱) سورہ حج آیہ: ۱۷ (۲) سورہ نساء آیہ: ۱ (۳) سورہ یونس آیہ: ۴۶

(۴) سورہ بقرہ آیہ: ۱۴۳ (۵) سورہ نساء آیہ: ۴۱

شَہِیداً ﴾ اور قیامت کے دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے۔(۱)

ابو بصیر کے بقول امام صادق علیہ السلام سے اس قول خدا کی تفسیر میں:

﴿وَ کَذٰلِکَ جَعَلنَاکُم اُمَّةً وَسَطاً لِتَکُونُوا شُہَدَاءَ عَلیٰ النَّاسِ وَیَکُونَ الرَّسُولُ عَلَیکُم شَہِیداً ﴾ فرماتے ہیں: "نحن الشھداء علیٰ الناس بما عند ھم من الحلال والحرام وبما ضیعوا منه" (ہم لوگوں پر گواہ ہونگے اس چیز کے لئے جو حلال اور حرام ان کے پاس ہے اور جو انھوں نے ضائع کیا ہے۔(۲)

اور دوسری روایت میں ہے کہ ہم امت وسط ہیں اور ہم خدا کی طرف سے امت کے گواہ ہیں اور خدا کی زمین پر حجت ہیں۔ (۳)

۳۔ فرشتے: ﴿وَجَاءَ ت کُلُّ نَفسٍ مَعَھا سَائِقٌ وَ شَہِیدٌ ﴾ اور ہر انسان آئے گا اس حال میں کہ فرشتے اسے لے جائیں گے اور فرشتے ان کے کاموں پر گواہ ہوں گے ﴿مَا یَلفَظُ مِن قَولٍ اِلَّا لَدَیهِ رَقِیبٌ عَتِیدٌ ﴾ وہ کوئی بات منھ سے نہیں نکالتا ہے مگر یہ کہ ایک نگہبان اس کے پاس موجود رہتا ہے۔ (۴)

امیر المومنینؑ دعائے کمیل میں فرماتے ہیں: "وکلّ سیئة أمرت باثباتھا الکرام الکاتبین الذین وکلّتھم بحفظ مایکون منی وجعلتھم شھوداً علیّ مع جوارحی "بارالہا! میرے ان گناہوں کو معاف کردے جنہیں لکھنے کے لئے اپنے

(۱) سورہ نحل آیہ: ۸۹ (۲) تفسیر نور الثقلین ج۱، ص۱۳۴ (۳) حوالہ سابق (۴) سورہ ق آیہ: ۲۱، ۱۸

محبوب فرشتوں کو حکم دیا ہے اور انہیں ہمارے اعضاء جسمانی کے ساتھ گواہ بنایا ہے۔

۴۔ زمین: ﴿یومئذٍ تُحدّث أخبارَها﴾ (زمین) اس دن وہ اپنی خبریں بیان کریگی (۱) پیغمبر اسلامؐ نے جب اس آیت کو پڑھا فرمایا: ''اتدرون ما اخبارها؟ جاء ني جبرئيل قال خبرها إذا كان يوم القيامة أخبرت بكلّ عمل علىٰ ظهرها'' جانتے ہو زمین کی خبریں کیا ہیں؟ جبرئیل نے مجھ سے بتایا ہے کہ زمین اس چیز کے بارے میں بتائے گی جو اس پر انجام دیا گیا ہے۔ (۲)

مولائے کائنات فرماتے ہیں: ''صلوا المساجد فی بقاع مختلفة فإنّ كُلّ بقعة تشهد للمصلی علیها یوم القیامة'' مسجد میں ہر جگہ نماز پڑھو چونکہ ہر جگہ قیامت کے دن نماز پڑھنے والے کے لئے گواہی دے گی۔ اسی طرح جب مولائے کائنات بیت المال کو مستحقین میں تقسیم کردینے کے بعد جب زمین خالی ہوجاتی تھی تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور بیت المال کی زمین سے خطاب کر کے کہتے تھے قیامت میں گواہ رہنا حق کے ساتھ یہاں مال جمع کیا اور حق کے ساتھ تقسیم کیا۔ (۳)

۵۔ زمان (رات و دن) قال أبو عبدالله علیه السلام: ما مِن یوم یأتی علىٰ إبن آدم إلّا قال ذلک الیوم: یا بن آدم أنا یوم جدید وأنا علیک شهید فقل فِيَّ خيراً أشهد لک یوم القیامة فإنّک لن ترانی بعدها أبداً'' امام صادقؑ

(۱) سورہ زلزال آیۃ:۴ (۲) درالمنثور ج۶، معاد فلسفی ۳۳۴ (۳) امالی الاخبار ص ۳۶۲

نے فرمایا: کوئی دن انسان کے لئے نہیں گذرتا مگر وہ دن انسان سے کہتا ہے اے فرزند آدم! میں نیا دن ہوں اور ہم تمہارے اوپر گواہ ہیں لہٰذا آج اچھائی انجام دو تا کہ قیامت کے دن تمہارے لئے گواہی دیں اور اس کے بعد تم مجھے کبھی نہیں دیکھو گے۔

وعنه عن أبيه عليه السلام :قال اللّيل إذا اقبل نادىٰ منادٍ بصوت يسمعه الخلائق إلّا الثقلين :يا ابن آدم !أنّي علىٰ ما فيّ شهيد فخذ مني فانّي لو طلعت الشمس لم تزد فيّ حسنه ولم تستعتب فيّ من سيئة و كذلك يقول النهار إذا ادبر اللّيل" امام صادق علیہ السلام اپنے والد بزرگوار امام باقرؑ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا جب رات آتی ہے تو آواز دینے والا آواز لگاتا ہے جس کو انسان اور جنات کے علاوہ بھی سنتے ہیں کہتا ہے: اے فرزند آدم! جو کچھ ہم میں انجام پایا ہے اس پر گواہ ہیں لہٰذا زادراہ کو مجھ سے حاصل کرلو کیونکہ اگر سورج نکل آیا تو پھر مجھ میں اچھائیوں کا اضافہ نہیں کر سکتے اور گناہ کو واپس نہیں لے سکتے اور یہی فریاد دن کی ہوتی ہے جب رات گذر جاتی ہے۔(۱)

۶۔انسان کے اعضاء وجوارح: ﴿يوم تشهد عليهم ألسنتهم و أيديهم و أرجلهم بما كانوا يعملون﴾ قیامت کے دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں سب گواہی دیں گے کہ یہ کیا کر رہے تھے۔(۲) ﴿اليوم نختم علىٰ أفواههم و تكلّمنا أيديهم وتشهد أرجلهم بما كانوا يكسبون﴾ آج

(۱) بحارالانوار ج۷، ص۳۲۵ (۲) سورہ نور آیہ:۲۴۔

ہم ان کے منھ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ یہ کیسے اعمال انجام دیا کرتے تھے۔(۱) ﴿شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ أَبْصَارُهُمْ وَ جُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ان کے کان اور انکی آنکھیں اور جلد سب ان کے اعمال کے بارے میں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔(۲)

۷۔ خود عمل کا حاضر ہونا: عمل کا مجسم ہو کر سامنے آنا سب سے بڑا گواہ ہے ﴿يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتاً لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُ﴾ اس روز سارے انسان گروہ در گروہ قبروں سے نکلیں گے تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ سکیں پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے وہ اسے بھی دیکھے گا۔(۳) ﴿وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِراً وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَداً﴾ اور سب اپنے اعمال کو بالکل حاضر پائیں گے اور تمہارا پروردگار کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرتا ہے۔(۴) ﴿يَومَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَراً وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْأَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَداً بَعِيداً﴾ اس دن کو یاد کرو جب ہر نفس اپنے نیک اعمال کو حاضر پائے گا اور اعمال بد کو بھی کہ جن کو دیکھ کر یہ تمنا کرے گا کہ کاش ہمارے اور ان برے اعمال کے درمیان طویل فاصلہ ہو جاتا۔(۵)

---

(۱) سورہ یٰس آیہ: ۶۵ (۲) سورہ فصلت آیہ: ۲۰

(۳) سورہ زلزال آیہ: ۶ تا آخر۔ (۴) سورہ کہف آیہ ۴۹ (۵) سورہ آل عمران آیہ ۳۰۔

اعمال کے مجسم ہونے اور حاضر ہونے کے سلسلے میں بہت سی حدیثیں ہیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ شیخ بہائی مرحوم کہتے ہیں: "تُجسّم الأعمال فی النشأة الأخروية قد ورد في أحاديث مُتكثرة من طرق المخالف والمؤالف" اعمال کا دوسری دنیا میں مجسم ہونا بہت سی حدیثوں میں سنی اور شیعہ دونوں کے یہاں موجود ہے۔(۱)

نمونہ کے طور پر پیغمبر کی ایک حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں .....و إذا جاء أخرجوا من قبورهم خرج من كلّ إنسان عمله الذي كان عمله في الدنيا لأن عمل كلّ إنسان يصحبه في قبره "جب تمام لوگ اپنی قبروں سے باہر آئیں گے ان کے اعمال بھی ان کے ساتھ آئیں گے کیونکہ ہر انسان کا عمل اس کی قبر میں اس کے ساتھ رہتا ہے۔(۲)

قیامت میں میزان اعمال

قرآن اور احادیث معصومینؑ میں قیامت کے ترازو کے بارے میں بہت زیادہ تذکرہ ہے، ترازو تولنے کا ذریعہ ہے ہر چیز کا ترازو اسی کے لحاظ سے ہوتا ہے سبزی بیچنے کے لئے مخصوص ترازو ہے، لائٹ اور پانی کا ترازو مخصوص میٹر ہے، ٹھنڈی اور گرم ہوا کا پتہ لگانے کے لئے تھرمامیٹر ہے اور قیامت کا ترازو اعمال کو تولنے کا ذریعہ ہوگا۔

قبل اس کے کہ قیامت کے میزان (ترازو) کے معنی اور اس کی تفسیر بیان کریں

---

(۱) بحار الانوار ج ۷، ص ۲۲۸ (۲) تفسیر برہان ج ۴، ص ۸۷

اس سلسلے میں قرآن کی آیتوں کو ملاحظہ فرمائیں ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئاً وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِن خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ﴾ اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے اور کسی نفس پر ادنیٰ ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر کسی کا عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہے تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم سب کا حساب کرنے کے لئے کافی ہیں۔(۱)

﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُم بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ﴾ آج کے دن اعمال کا وزن ایک برحق شئی ہے پھر جس کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہوگا وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔(۲)

﴿فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ﴾ تو اس دن جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا مرکز جہنم ہے۔(۳)

میزان قیامت کسے کہتے ہیں؟

مرحوم طبری فرماتے ہیں: آخرت میں انصاف کا نام ترازو ہے اور وہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا، وزن سے مراد عظمت مومن اور اس کی فضیلت کا اظہار ہے اور کفار کو ذلیل اور رسوا کرنا ہے جیسا کہ سورہ کہف کی آیۃ ۱۰۵ میں مشرکین کے سلسلہ میں آیا

---

(۱) سورہ انبیاء آیۃ ۴۷ (۲) سورہ اعراف آیۃ ۸۔۹ (۳) سورہ قارعۃ آیت ۶۔۹

ہے "فلا نقيم لهم يومئذٍ وزنا" اور ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے اور آیۃ "ثَقُلَت مَوازِينُهُ" سے مراد یعنی ان کی خوبیاں بھاری ہوں گی اور نیکیاں زیادہ ہوں گی اور "خفت موازينه" سے مراد یعنی خوبیاں ہلکی اور اطاعتیں کم ہوں گی۔(۱) اور جو چیز مرحوم طبرسی نے بیان کیا ہے اس روایت کے ذیل میں ہے جو ہشام بن حکم نے امام صادقؑ نے نقل کیا ہے۔(۲)

میزان قیامت کون لوگ ہیں؟

بحارالانوار کی ساتویں جلد کے ص ۲۴۲ کے ذیل میں جو بیان ہوا ہے اور تفسیر صافی میں جو میزان کے معنی بیان کئے گئے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے آخرت میں لوگوں کا ترازو وہ چیز ہے جس کے ذریعہ ہر شخص کی قیمت ومنزلت کو اس کے عقیدہ اور اخلاق وعمل کے اعتبار سے تولا جائے گا تاکہ ہر انسان کو اس کی جزامل سکے، اور اس کے میزان انبیاء اور اوصیاء ہوں گے کیونکہ ہر انسان کی قدر ومنزلت انہیں انبیاء کا اتباع اور ان کی سیرت سے قربت کے مطابق ہوگا اور اس کا سبک وہلکا ہونا انبیاء اور اوصیاء سے دوری کے باعث ہوگا، کافی اور معانی الاخبار میں امام صادقؑ نے اس آیت کی تفسیر میں "ونضع الموازين القسط ليوم القيامة" اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے فرمایا: "هُم الأنبياء والأوصياء" یعنی میزان عمل انبیاء اور اوصیاء ہوں گے دوسری روایت میں فرمایا: "نحن موازين القسط" ہم میزان عدالت ہیں۔(۳)

(۱) بحارالانوار ج ۷، ص ۲۴۷ و ۲۴۳ (۲) بحارالانوار ج ۷، ص ۲۴۸ (۳) بحارالانوار ج ۷، ص ۲۴۷ و ۲۴۳

مرحوم علامہ مجلسی ،شیخ مفید سے نقل فرماتے ہیں کہ روایت میں آیا ہے کہ: ''ان أمیر المؤمنین والأئمۃ مِن ذریتہ هم الموا زین ''بیشک امیر المومنینؑ اوران کی آل پاک ائمہ اطہار علیہم السلام قیامت میں میزان عدالت ہوں گے۔(۱)

امیر المومنین علیہ السلام کی پہلی زیارت مطلقہ میں آیا ہے:''السلام علیک یــامیـزان الاعـمـال'' میرا اسلام ہو آپ پر اے میزان اعمال۔لہٰذا جو کچھ اب تک بیان کیا گیا ہے وہ میزان عدل الٰہی ہے پیغمبر اکرمؐ اور ہمارے ائمہ معصومین علیھم السلام اس کی عدالت کے مظہر اور نمونہ ہیں،بعض محققین کے بقول معصوم امام ترازو کے ایک پلڑے کے جیسے ہیں اور تمام لوگ اپنے اعمال وعقیدہ کیساتھ ترازو کے دوسرے پلڑے کی مانند ہیں اب ایک دوسرے کے ساتھ تولا جائیگا اب ہمارا عمل اور عقیدہ جتنا ان کے عقیدہ اور عمل سے قریب اور مشابہ ہوگا اتنا ہی ہمارا وزن بھاری ہوگا جیسا کہ مرحوم طبرسی مجمع البیان میں سورہ کہف کی آیۃ ۱۰۵ کے ذیل میں فرماتے ہیں روایت صحیحہ میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

''انــہ لیأتِی الـرجـل الـعـظـیـم الـسـمـین یوم القیامۃ لایزن جناح بعوضۃ'' قیامت کے دن ایک فربہ اور بھاری بھرکم آدمی کو لایا جائیگا اور اس کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا۔یعنی وہ انتہائی معمولی اور ہلکا ہوگا کیونکہ اس کے اعمال افکار اور اس کی شخصیت اس کے ظاہری قیافہ کے بالکل خلاف چھوٹی اور ہلکی ہوگی۔

---

(۱)بحار الانوار ج ۷ ،ص ۲۴۸

سوالات

۱۔ قیامت میں گواہ کون لوگ ہوں گے بطور خلاصہ بیان کریں؟

۲۔ میزان کے کیا معنی ہیں اور قیامت میں میزان کیسا ہوگا؟

۳۔ قیامت میں میزان عمل کون لوگ ہوں گے؟

اڑتیسواں سبق

قیامت میں کس چیز کے بارے میں سوال ہوگا؟

روز قیامت سب سے پہلے اس چیز کے بارے میں پوچھا جائے گا جس کی طرف توجہ دینا بہت اہم اور زندگی ساز ہے عن الرّضا عن آبائه عن عليٌّ عليه السلام قال: "قال النّبيّ أوّل ما يسأل عنه العبد حبنا اهل البيت "امام رضا علیہ السلام نے اپنے والد اور انھوں نے مولائے کائنات سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: سب سے پہلا سوال انسان سے ہم اہل بیت کی محبت کے بارے میں ہوگا۔(۱)

عن أبي بصير قال : سمعتُ أبا جعفر عليه السلام يقول: "اوّل ما يُحاسب العبد الصلاة فإنْ قُبِلت قُبِلَ ما سواها "ابو بصیر کہتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام کو میں نے فرماتے سنا ہے کہ سب سے پہلے جس کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اگر یہ قبول تو سارے اعمال قبول ہو جائیں گے۔(۲)

پہلی حدیث میں عقیدہ کے متعلق پہلا سوال ہے اور دوسری حدیث میں عمل کے متعلق پہلا سوال ہے عن أبي عبدالله عليه السلام في قول الله:

---

(۱) بحارالانوار ج۷، ص۲۶۰ (۲) بحارالانوار ج۷، ص۲۶۷

”إنّ السمع والبصر والفؤاد كُلّ أولئك كان عنه مسئولا قال يُسأل السمع عمّا يسمع والبصر عما يطرف والفؤاد عمّا عقد عليه“ امام صادق علیہ السلام نے خداوند عالم کے اس قول کی تفسیر میں جس میں کہا گیا ہے کہ کان آنکھ اور دل سے سوال ہوگا فرمایا: جو کچھ کان نے سنا اور جو کچھ آنکھوں نے دیکھا اور جس سے دل وابستہ ہوا سوال کیا جائے گا(۱) عن أبي عبدالله علیہ السلام قال، قال: رسول الله أنا أوّل قادم علیٰ الله ثُمّ يُقدَم عليّ كتاب الله ثُمّ يُقدم عليّ أهل بيتي ثُمّ يقدم عليّ أمتي فيقفون فيسألهم ما فعلتم في كتابي وأهل بيت نبيّكم؟ امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: میں وہ شخص ہوں جو سب سے پہلے خدا کی بارگاہ میں جاؤں گا پھر کتاب خدا (قرآن) اس کے بعد میرے اہل بیت پھر میری امت آئے گی، وہ لوگ رک جائیں گے اور خدا ان سے پوچھے گا کہ میری کتاب اور اپنے نبی کے اہل بیت کے ساتھ تم نے کیا کیا؟ (۲) عن الكاظم عن آبائه قال: قال رسول الله: لا تزول قدم عبد يوم القيامة حتیٰ يسأل عن أربع عن عمره فيما أفناه وشبابه فيما ابلاه وعن مالِه من اين كسبه وفيما أنفقه وعن حبنا اهل البيت. امام کاظم نے اپنے آباء واجداد سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ روز قیامت کسی بندے کا قدم نہیں اٹھے گا مگر یہ کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں پوچھا جائے گا اس کی عمر کے بارے میں کہ

---

(۱) بحار الانوار ج ۷، ص ۲۶۷ (۲) بحار الانوار ج ۷، ص ۲۶۵

کس راہ میں صرف کی؟ اس کی جوانی کے متعلق کہ کس راہ میں برباد کیا؟ اور مال کے بارے میں کہ کہاں سے جمع کیا اور کہاں خرچ کیا؟ اور ہماری کی محبت کے بارے میں۔(۱)

روز قیامت اور حقوق الناس کا سوال

جس چیز کا حساب بہت سخت دشوار ہوگا وہ لوگوں کے حقوق ہیں جو ایک دوسرے پر رکھتے ہیں اس حق کو جب تک صاحب حق نہیں معاف کرے گا خدا بھی نہیں معاف کرے گا اس سلسلہ میں بہت سی روایتیں پائی جاتی ہیں ان میں سے بعض بطور نمونہ پیش خدمت ہے۔

قال علیؑ علیه السلام: أمّا الذنب الذي لا يغفر فمظالم العباد بعضهم لبعض أنّ الله تبارک وتعالیٰ إذا برز لخلقه أقسم قسماً علیٰ نفسه فقال: وعزتي وجلالي لا يجوزني ظلم ظالم ولو کف بکف... فيقتص للعباد بعضهم من بعض حتیٰ لا يبقی لأحد علیٰ أحد مظلمة

مولائے کائنات نے فرمایا وہ گناہ جو قابل معافی نہیں ہیں وہ ظلم ہے جو لوگ ایک دوسرے پر کرتے ہیں خداوند عالم قیامت کے دن اپنے عزت وجلال کی قسم کھا کر کہے گا کہ آج کسی کے ظلم سے درگذر نہیں کیا جائے گا چاہے کسی کے ہاتھ پر ہاتھ مارنا ہی کیوں نہ ہو پھر اس دن لوگوں کے ضائع شدہ حقوق کو خدا واپس پلٹائے گا تا کہ کوئی

(۱) بحار الانوار ج ۷، ص ۲۵۸

مظلوم نہ رہ جائے۔(۱) مولائے کائنات نے فرمایا ایک دن رسول خداؐ نے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی اور پھر فرمایا: یہاں قبیلہ بنی نجار کا کوئی ہے؟ ان کا دوست جنت کے دروازے پر روک لیا جائے گا اسے داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی صرف ان تین درہم کے لئے جو فلاں یہودی کا مقروض ہے جبکہ وہ شہداء کے مرہون منت ہے۔(۲) قال ابو جعفرؑ: "کُلُّ ذَنب یُکفرّہ القتل فی سبیل اللّٰہ اِلّا الدین فانّہ لا کفّارۃ لہ اِلّا أدائہ أو یقضی صاحبہ أو یعفو الذی لہ الحق" امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی راہ میں شہید ہونا ہر گناہ کے لئے کفارہ ہے سوائے قرض کے چونکہ قرض کا کوئی کفارہ نہیں ہے صرف ادا ہے چاہے اس کا دوست ہی ادا کرے یا قرض دینے والا معاف کردے۔(۳)

رسول خداؐ نے ایک دن لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: جانتے ہو فقیر کون ہے، مفلس کون ہے؟ انھوں نے کہا جس کے پاس دولت و ثروت نہ ہو ہم اسے مفلس کہتے ہیں حضرت نے فرمایا: میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو روزہ، نماز اور زکوۃ کے ساتھ محشر میں آئے گا لیکن کسی کو گالی دی ہو یا غلط تہمت لگایا ہو اور کسی کے مال کو غصب کیا ہو اور کسی کو طمانچہ مارا ہو اس کے گناہ کو ختم کرنے کے لئے اس کی اچھائیوں کو بانٹ دیا جائے گا اگر اس کی نیکیاں تمام ہو گئیں تو صاحبان حق کے گناہوں کو اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔(۴)

(۱) معاد فلسفی ج ۲، ص ۱۷۶ از کافی (۲) معاد فلسفی ج ۲، ص ۱۹۴ احتجاج طبرسی (۳) سابق حوالہ ۱۹۵ از وسائل الشیعہ (۴) معاد فلسفی ج ۱۳ از مسند احمد و صحیح مسلم

قال أبو عبدالله علیہ السلام: "أما أنه ما ظفر أحد بخير من ظفر بالظلم أما أن المظلوم يأخذ من دين الظالم أكثر مما يأخذ الظالم من مال المظلوم "امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ جان لو کہ کوئی شخص ظلم کے ذریعہ کامیاب نہیں ہوسکتا اور مظلوم ظالم کے دین سے اس سے زیادہ حاصل کرے گا جتنا اس نے مظلوم کے مال سے حاصل کیا ہے۔(۱)

صراط دنیا یا آخرت کیا ہے؟

صراط کے معنی لغت میں راستہ کے معنی ہیں قران اور احادیث پیغمبر کی اصطلاح میں صراط دو معنی میں استعمال ہوا ہے ایک صراط دنیا اور دوسرا صراط آخرت

صراط دنیا: نجات وکامیابی اور سعادت کی راہ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے ﴿وأنّ هـذا صِراطي مُستقيماً فاتّبِعُوه ولا تتّبِعُوا السُّبُلَ فتفرّق بِكُم عَن سبيلِهِ﴾ اور یہ ہمارا سیدھا راستہ ہے اس کا اتباع کرو اور دوسرے راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ راہ خدا سے الگ ہوجاؤ گے۔(۲) ﴿وهـذا صِـراطُ ربِّك مُستقِيماً﴾ اور یہی تمہارے پروردگار کا سیدھا راستہ ہے۔(۳)

یہ صراط دنیا حدیثوں میں مختلف طریقوں سے آیا ہے من جملہ خدا کو پہچانے کا راستہ اسلام، دین، قرآن، پیغمبر، امیر المومنین، ائمہ معصومینؑ اور یہ سب کے سب ایک معنی کی طرف اشارہ ہیں وہ ہے سعادت اور کامیابی کا راستہ۔ اس راستہ

(۱) کافی جلد ۳، از مسند احمد وصحیح مسلم (۲) سورہ انعام آیہ ۱۵۳ (۳) سورہ انعام آیہ ۱۲۶

کو پار کرنے کا مقصد عقائد حقہ کا حاصل کرنا ہے (خداوند عالم کو پہچاننے سے لے کر اس کے صفات اور انبیاء اور ائمہ کی معرفت اور تمام اعتقادات کی شناخت نیز دین کے احکام پر عمل کرنا اور اخلاق حمیدہ کا حصول ہے)۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے اور جو بھی دقت اور غور وفکر کے ساتھ اس سے گزر جائے گا وہ راہ آخرت طے کرلے گا۔صراط آخرت: اس پل اور راستہ کو کہا جاتا ہے جو جہنم پر سے گذرا ہے اور اس پل کا دوسرا سرا جنت کو پہنچتا ہے جو بھی اسے طے کرلے گا وہ ہمیشہ کی کامیابی پالے گا اور جنت میں اس کا ٹھکانہ جاودانی ہوگا اور جو بھی اس سے عبور نہیں کرپائے گا آگ میں گر کر مستحق عذاب ہوجائے گا ﴿وَاِن مِنکُم اِلَّا وَارِدُهَا کَانَ علیٰ رَبِّکَ حَتماً مَقضِیاً ثُمَّ نُنجِی الَّذِینَ اتَّقَوا وَ نَذَرُ الظَّالِمِینَ فِیهَا جِثِیاً﴾ اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ اسے جہنم میں وارد ہونا ہے ہو کہ یہ تمہارے رب کا حتمی فیصلہ ہے اس کے بعد ہم متقی افراد کو نجات دے دیں گے اور ظالمین کو جہنم میں چھوڑ دیں گے۔(۱)

اس آیت کے ذیل میں پیغمبر اکرمؐ کی حدیث ہے جس میں فرمایا ہے:

بعض لوگ بجلی کی طرح پل صراط سے گذر جائیں گے، بعض لوگ ہوا کی طرح اور بعض لوگ گھوڑے کی طرح اور بعض دوڑتے ہوئے اور بعض راستہ چلتے ہوئے اور یہ ان کیا عمال کے لحاظ سے ہوگا۔

---

(۱) سورہ مریم آیۃ ۷۲،۷۱

جابر ابن عبداللہ انصاری کہتے ہیں: میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: کوئی نیک یا گنہگار نہیں بچے گا مگر یہ کہ اسے دوزخ میں ڈالا جائے گا لیکن مومن کے لئے ٹھنڈی اور سالم ہوگی جیسے جناب ابراہیم کے لئے آگ تھی پھر متقی اس سے نجات پا جائے گا اور ظالم وستم گر اسی آگ میں رہیں گے۔(۱)

جو بھی دنیا کے راستے پر ثابت قدم رہے گا وہ آخرت میں لڑکھڑائے گا نہیں

عن مفضل بن عمر قال :سألت أبا عبد اللّهِ عليه السلام عن الصّراط فقال:هو الطريق اِلىٰ معرفة اللّه عزّوجلّ وهما صراطان صراط في الدّنيا وصراط في الآخرة فأمّا صراط الذي في الدنيا فهو الأمام المفروض الطاعة من عرفه في الدنيا واقتدىٰ بهداه مرّ علىٰ الصّراط الذي هو جسر جهنم في الآخرة ومن لم يعرفه في الدنيا زلت قدمه علىٰ الصّراط فِي الآخرة فتردىٰ في نار جهنم .

مفضل بیان کرتے ہیں میں نے امام صادقؑ سے صراط کے بارے میں پوچھا: امام نے فرمایا: وہی خدا کو پہچاننے کا راستہ ہے اور یہ دو راستے ہیں ایک دنیا میں اور ایک آخرت میں لیکن دنیا میں صراط امام ہے جس کی اطاعت واجب ہے اور جو بھی اسے پہچان لے اور اس کی اتباع کرے تو اس پل سے جو جہنم پر ہے آسانی سے گذر جائے گا اور جس نے بھی اسے نہیں پہچانا اس کے قدم صراط آخرت پہ

(۱) تفسیر نور الثقلین ج۳، ص ۳۵۳

لڑکھڑائیں گے اور جہنم میں گر جائے گا۔(۱)

سورہ الحمد کے اِهدنا الصّراط المُستقيمَ کے ذیل میں بہت سے حدیثیں تفسیر روائی میں بیان کی گئی ہیں، تفسیر نور الثقلین سے، ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں "قال رسول اللّه: اِهدنا الصّراط المُستقيمَ صراط الأنبيّاء و هم الّذين أنعم اللّه عليهم" رسول اللہ نے فرمایا صراط مستقیم انبیاء کا راستہ ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جن پر خدا نے نعمت نازل کی ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: صراط مستقیم امام کو پہچاننے کا راستہ ہے اور دوسری حدیث میں فرمایا: واللّه نحن الصّراط المستقيم خدا کی قسم ہم ہی صراط مستقیم ہیں۔ صِراط الّذين أنعمتَ عَليهم کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے محمد اور ان کی ذریۃ (صلوات اللہ علیہم) مراد ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے آیت کی تفسیر میں فرمایا: ہم خدا کی طرف سے روشن راستے اور صراط مستقیم ہیں اور مخلوقات خدا کے لئے نعمات الٰہی ہیں۔(۱)

دوسری حدیث میں امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: الصّراط المستقيم أميرُ المؤمنين ؑ۔ امیر المومنینؑ صراط مستقیم ہیں۔ قال النبّي: إذا كان يوم القيامة ونصب الصّراط علىٰ جهنم لم يجز عليه إلّا مَن كان معه جواز فيه ولاية على بن أبى طالب عليه السلام وذلك قوله:

---

(۱) تفسیر نور الثقلین ج۱، ص۲۰ تا ۲۴

﴿وَقِفُوهُم اَنَّهُم مَسئُولُونَ﴾ یعنی عن ولایة علی بن ابی طالب ؛ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا جب قیامت آئے گی اور پل صراط کو جہنم پر رکھا جائے گا کوئی بھی اس پر سے گذر نہیں سکتا مگر جس کے پاس اجازت نامہ ہوگا جس میں علی علیہ السلام کی ولایت ہوگی اور یہی ہے قول خدا: کہ روکو انہیں ان سے سوال کیا جائے گا یعنی علی ابن ابی طالب کی ولایت کے سلسلے میں سوال کیا جائے گا۔

دوسری حدیث میں پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: پل صراط پر وہ اتنا ہی ثابت قدم ہوگا جو ہم اہل بیت سے جتنی محبت کرے گا۔(۱)

(۱) بحار الانوار ج ۸، ص ۶۸۔۶۹

سوالات

۱۔ قیامت میں کس چیز کے بارے میں سوال ہوگا؟

۲۔ پیغمبر کی نظر میں فقیر اور مفلس کون ہے؟

۳۔ صراط دنیا اور صراط آخرت کسے کہتے ہیں؟

۴۔ امام صادق علیہ السلام نے صراط کے سلسلے میں مفضل سے کیا فرمایا؟

انتالیسواں سبق

بہشت اور اہل بہشت، جہنم اور جہنمی

انسان کا آخری مقام جنت یا دوزخ ہے یہ قیامت کے بعد اور ابدی زندگی کی ابتداء ہے جنت یعنی جہاں تمام طرح کی معنوی اور مادی نعمتیں ہوں گی دوزخ یعنی تمام طرح کی مصیبت سختی اور شکنجہ کا مرکز۔ بہت سی آیتیں اور روایتیں جنت کی صفات ونعمات اور جنتی لوگوں کے بارے میں آئی ہیں یہ نعمتیں روحانی بھی ہیں اور جسمانی بھی، پہلے جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ معاد جسمانی بھی ہے اور روحانی بھی لہذا ضروری ہے جسم اور روح دونوں مستفیض ہوں یہاں فقط ان نعمتوں کی فہرست بیان کرر ہے ہیں۔

جسمانی نعمتیں

۱۔ جنتی باغ: قرآن مجید کی ۱۰۰ سے زیادہ آیتیں ہیں جس میں جنت اور جنات وغیرہ جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ایسے باغ جن کا دنیا کے باغات سے تقابل نہیں کیا جاسکتا اور وہ ہمارے لئے بالکل قابل ادراک نہیں ہے۔

۲۔ بہشتی محلات: مساکن طیبہ کے لفظ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ

بہشتی محل میں تمام سہولتیں مہیا ہوں گی۔

۳۔ مختلف النوع تخت اور بستر: جنت کی بہترین نعمتوں میں سے وہاں کے بہترین بستر ہیں جو انسان کے دلوں کو موہ لیں گے اور دل کو لبھانے والے ہیں جنکے لئے مختلف لفظ استعمال ہوئے ہیں۔

۴۔ جنتی خوان: تمام آیتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جنت میں طرح طرح کے کھانے ہوں گے جملہ مِمَّا یَشْتَهُونَ (من چاہا) کے بہت وسیع معنی ہیں اور اس کی بہترین تعبیر رنگ برنگ کے پھل ہیں۔

۵۔ پاک مشروب: جنت میں مشروب مختلف النوع اور نشاط آور ہوگی اور قرآن کے بقول "لَذَّةٍ لِلشَّارِبِینَ" پینے والوں کے لئے لذت وسرور کا باعث ہوگا ہمیشہ تازہ، مزہ میں کوئی تبدیلی نہیں شفاف اور خوشبودار ہوگا۔

۶۔ لباس اور زیورات: انسان کے لئے بہترین زینت لباس ہے قرآن وحدیث میں اہل بہشت کے لباس کے سلسلے میں مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں جس سے ان کے لباس کے خوبصورتی اور کشش کا پتہ چلتا ہے۔

۷۔ جنتی عورتیں: شریف عورت، انسان کے سکون کا باعث ہے بلکہ روحانی لذت کا سرچشمہ ہے قرآن اور احادیث معصومین میں مختلف طریقہ سے اس نعمت کا ذکر ہوا ہے اور اس کی بہت سے تعریف کی گئی ہے یعنی جنتی عورتیں تمام ظاہری اور باطنی کمالات کی مظہر ہوں گی۔

۸۔ جو بھی چاہئے "فِيهَا مَاتَشْتَهِيهِ الأَنفُس وتَلَذّ الأَعيُن" جو بھی دل چاہے گا اور جو بھی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہو گا وہ جنت میں موجود ہو گا یہ سب سے اہم چیز ہے جو جنت کے سلسلہ میں بیان کی گئی ہے یعنی تمام جسمانی اور روحانی لذتیں پائی جائیں گی۔

روحانی سرور

جنت کی روحانی نعمتیں مادی اور جسمانی لذتوں سے بہتر اور افضل ہوں گی چونکہ ان معنوی نعمتوں کا ذکر پیکر الفاظ میں نہیں سما سکتا: یعنی کہنے اور سننے والی نہیں ہیں، بلکہ درک کرنے والی اور حاصل کرنے والی اور براہ راست قریب سے لذت بخش ہیں، اسی لئے قرآن اور حدیث میں زیادہ تر کلی طور پر اور مختصر بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ خصوصی احترام: جنت میں داخل ہوتے وقت فرشتوں کے استقبال اور خصوصی احترام کے ذریعہ آغاز ہو گا اور جس دروازہ سے بھی داخل ہو گا فرشتے اسے سلام کریں گے اور کہیں گے صبر اور استقامت کے باعث اتنی اچھی جزا ملی ہے۔

۲۔ سکون کی جگہ: جنت سلامتی کی جگہ ہے سکون واطمینان کا گھر ﴿أُدخُلُوا الجَنَّةَ لَا خَوفٌ عَلَيكُم وَلَا أَنتُم تَحزَنُونَ﴾ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ جہاں نہ کسی طرح کا خوف ہو گا نہ حزن وملال پایا جائے گا۔(۱)

---

(۱) سورہ اعراف آیہ ۴۹

۳۔ باوفا دوست اور ساتھی: پاک اور باکمال دوستوں کا ملنا یہ ایک بہترین روحانی لذت ہے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے ﴿وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيقًا﴾ کتنے اچھے دوست ہیں یہ فضل ورحمت خدا ہے۔

۴۔ شیریں لہجہ میں گفتگو: جنت میں بے لوث اور اتھاہ محبت فضا کو اور شاداب وخوشحال کردے گی وہاں لغو اور بیہودہ باتیں نہیں ہوں گی فقط سلام کیا جائیگا "فِي شغل فاكهون" خوش وخرم رہنے والے کام ہوں۔

۵۔ بیحد خوشحالی اور شادابی: ﴿تعرِفُ فِي وُجُوهِهِم نَضرَةَ النَّعِيمِ﴾ تم ان کے چہروں پر نعمت کی شادابی کا مشاہدہ کروگے (۱) ﴿وُجُوهٌ يَومَئِذٍ مُسفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُستَبشِرَةٌ﴾ مسکراتے ہوئے کھلے ہوئے ہوں گے۔ (۲)

۶۔ خدا کی خوشنودی کا احساس: محبوب کی رضایت کا ادراک سب سے بڑی معنوی لذت ہے جیسا کہ سورہ آل عمران کی آیۃ ۱۵ میں جنت کے سرسبز باغ اور پاک وپاکیزہ عورتوں کے ذکر کے بعد ارشاد ہوتا ہے وَ رِضوَانٌ مِنَ اللّٰهِ (خدا کی خوشنودی) "رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُم وَرَضُوا عَنهُ ذٰلِكَ الفَوزُ العَظِيمُ" خدا ان سے راضی ہوگا اور وہ خدا سے اور یہی ایک عظیم کامیابی ہے۔ (۳)

۷۔ بہشتی نعمتوں کا جاویدانی اور ابدی ہونا: خوف اور ہراس ہمیشہ فنا اور نابودی سے ہوتا ہے لیکن جنت کی نعمتیں ابدی اور ہمیشہ رہنے والی ہیں فنا کا خوف

---

(۱) سورہ مطففین آیۃ: ۲۴ (۲) سورہ عبس آیۃ: ۳۸۔۳۹ (۳) سورہ مائدہ آیۃ: ۱۱۹

نہیں ہے یہ بہترین اورابدی خاصیت کے حامل ہیں: اُكُلُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا .(۱)
اس کے پھل دائمی ہوں گے اور سایہ بھی ہمیشہ رہے گا۔

۸۔ پرواز فکر کی رسائی جہاں ممکن نہیں: ﴿ فَلا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ ﴾ کوئی نہیں جانتا کہ اس کے لئے ایسی مخفی جزاء ہے جو اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوگی۔(۲) پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: جنت میں ایسی چیزیں ہوں گی جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا اور نہ کان نے سنا ہوگا اور نہ ہی قلب کی رسائی وہاں تک ہوئی ہوگی۔(۳)

جہنم اور جہنمی لوگ

جہنم، الٰہی قہر وغضب کا نام ہے جہنم کی سزا جسمانی اور روحانی دونوں ہے، اگر کوئی شخص انہیں فقط روحی اور معنوی سزا سے مخصوص کرتا ہے تو یہ قرآن کی بہت سی آیتوں پر توجہ نہ کرنے کے سبب ہے، قیامت کی بحث میں ذکر کیا گیا ہے کہ قیامت جسمانی اور روحانی دونوں ہے لہٰذا جنت اور جہنم دونوں میں یہ صفت ہے۔

جہنمیوں کی جسمانی سزا

ا۔عذاب کی سختی:

جہنم کی سزا اس قدر سخت ہوگی کہ گنہگار شخص چاہے گا کہ بچے، بیوی، بھائی

(۱)سورہ رعد آیہ:۳۵

(۲)سورہ سجدہ آیہ: ۱۷ (۳)المیزان ومجمع البیان

دوست، خاندان یہاں تک کہ روی زمین کی تمام چیزوں کو وہ قربان کردے تا کہ اس کے نجات کا باعث قرار پائے۔ ﴿یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ یَوْمَئِذٍ بِبَنِیهِ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِیهِ وَفَصِیلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِیهِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِیعاً ثُمَّ یُنْجِیهِ﴾ مجرم چاہے گا کہ کاش آج کے دن کے عذاب کے بدلے اس کی اولاد کو لے لیا جائے اور بیوی اور بھائی کو اور اس کے کنبہ کو جس میں وہ رہتا تھا اور روی زمین کی ساری مخلوقات کو اور اسے نجات دے دی جائے۔(۱)

۲۔ جہنمیوں کا خورد و نوش: ﴿إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْأَثِیمِ كَالْمُهْلِ یَغْلِي فِي الْبُطُونِ كَغَلْيِ الْحَمِیمِ﴾ بے شک آخرت میں ایک تھوہڑ کا درخت ہے جو گنہگاروں کی غذا ہے وہ پگھلے ہوئے تانبے کی مانند پیٹ میں جوش کھائے گا جیسے گرم پانی جوش کھاتا ہے۔(۲)

۳۔ جہنمی کپڑے: ﴿وَتَرَى الْمُجْرِمِینَ یَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِینَ فِي الْأَصْفَادِ سَرَابِیلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ وَتَغْشَى وُجُوهَهُمُ النَّارُ﴾ اور تم اس دن مجرموں کو دیکھو گے کہ کسی طرح زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں ان کے لباس قطران (بدبودار مادہ کے) ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ہر طرف سے ڈھانکے ہوئے ہوگی (۳) ﴿فَالَّذِینَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِنْ نَارٍ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُؤُوسِهِمُ الْحَمِیمُ یُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ﴾ جو لوگ کافر ہیں ان کے واسطے آگ کے

(۱) سورہ معارج/۱۱۔۱۴ (۲) سورہ دخان/۴۳۔۴۶ (۳) سورہ ابراہیم/۴۹۔۵۰

کپڑے قطع کئے جائیں گے اوران کے سروں پر گرما گرم پانی انڈیلا جائے گا جس سے ان کے پیٹ کے اندر جو کچھ ہے اوران کی جلدیں سب گل جائیں گی۔(۱)

۴۔ ہر طرح کا عذاب: جہنم میں ہر طرح کا عذاب ہوگا کیونکہ جہنم خدا کے غیظ وغضب کا نام ہے ﴿انَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنا سَوفَ نُصلِيهِمَ نَاراً كُلَّما نَضِجَت جُلُودُهُم بَدَّلنَا هُم جُلُوداً غَيرَهَا لِيَذُوقُوا العَذَابَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَزِيزاً حَكِيماً﴾ اور بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا ہے ہم انہیں آگ میں بھون دیں گے اور جب ایک کھال پک جائے گی تو دوسری بدل دیں گے تا کہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں خدا سب پر غالب اور صاحب حکمت ہے(۲)

روحانی عذاب

۱۔غم والم اور ناامیدی: ﴿ كُلَّما أرادُوا أنْ يَخرُجُوا مِنها مِن غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ الحَرِيقِ ﴾ جب یہ جہنم کی تکلیف سے نکل بھاگنا چاہیں گے تو دوبارہ اسی میں پلٹا دیے جائیں گے کہ ابھی اور جہنم کا مزہ چکھو۔(۳)

۲۔ذلت ورسوائی ﴿وَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأُولئِكَ لَهُم عَذَابٌ مُهِينٌ ﴾ اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی ان کے لئے نہایت درجہ رسوا کن عذاب ہے۔(۴)

قرآن میں متعدد جگہ اہل جہنم کی ذلت اور رسوائی کو بیان کیا گیا ہے جس

(۱)سورہ حج/۱۹ تا ۲۰ (۲)سورہ نساء آیہ ۵۶ (۳)سورہ حج آیہ ۲۲ (۴)سورہ حج آیہ ۵۷

طرح وہ لوگ دنیا میں مومنین کو ذلیل سمجھتے تھے۔

۳۔ تحقیر و توہین: جب جہنمی کہیں گے بار الہا! ہمیں اس جہنم سے نکال دے اگر اس کے بعد ھم دوبارہ گناہ کرتے ہیں تو ہم واقعی ظالم ہیں ان سے کہا جائیگا۔ ﴿اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونَ﴾ اب اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور بات نہ کرو(۱)

اخساء کا جملہ کتے کو بھگانے کے وقت کیا جاتا ہے اور یہ جملہ گنہگاروں اور ظالموں کو ذلیل کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔

۴۔ ابدی سزا اور امکانات: ﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾ اور جو اللہ اور رسول کی نافرمانی کرے گا اس کے لئے جہنم ہے اور وہ اسی میں ہمیشہ رہنے والا ہے۔(۲)

دائمی اور ابدی ہونا جو جہنمیوں کے لئے ہے بہت دردناک اور سخت ہوگا چونکہ ہر پریشانی اور سختی میں نجات کی امید ہی خوشی کا سبب ہوتی ہے لیکن یہاں سختی اور بے چینی اس لئے زیادہ ہوگی، کہ نجات کی کوئی امید نہیں، اس کے علاوہ رحمت خدا سے دوری سخت روحی بے چینی ہے۔

سوال؟ یہ کیسے ہوگا کہ وہ انسان جس نے زیادہ سے زیادہ سو سال گناہ کئے اسے کروڑوں سال بلکہ ہمیشہ سزا دی جائے البتہ یہ سوال جنت کے دائمی ہونے پر بھی

---

(۱) سورہ مومنون آیہ: ۱۰۸ (۲) سورہ جن آیہ ۲۳

ہے لیکن وہاں خدا کا فضل وکرم ہے لیکن دائمی سزا عدالت الٰہی سے کس طرح سازگار ہے؟۔

جواب: بعض گناہ جیسے (کفر) کافر ہونا اس پر دائمی عذاب یہ قرین عقل ہے بطور مثال اگر ڈرائیور کا ٹرافیک کے قانون کی خلاف ورزی کے باعث ایکسیڈنٹ میں پیر ٹوٹ جائے تو اس کی خلاف ورزی ایک سکنڈ کی تھی مگر آخری عمر تک پیر کی نعمت سے محروم رہے گا۔

ماچس کی ایک تیلی پورے شہر کو جلانے کے لئے کافی ہے انسان کے اعمال بھی اسی طرح ہیں، قرآن میں ارشاد رب العزت ہے ﴿ وَلَا تُجزَونَ اِلَّا مَا كُنتُم تَعمَلُونَ ﴾ اور تم کو صرف ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسے اعمال تم کر رہے ہو(۱) دائمی ہونا یہ عمل کے باعث ہے۔

---

(۱) سورہ یٰس آیہ ۵۴

سوالات

۱۔ جنت کی پانچ جسمانی نعمتوں کو بیان کریں؟

۲۔ جنت کی پانچ روحانی نعمتوں کا بیان کریں؟

۳۔ اہل جہنم کی تین جسمانی سزائیں بیان کریں؟

۴۔ اہل جہنم کی تین روحانی عذاب کو بیان کریں؟

چالیسواں سبق

شفاعت

شفاعت ایک اہم دینی اور اعتقادی مسائل میں سے ہے قرآن اور احادیث معصومینؑ میں اس کا متعدد بار ذکر آیا ہے اس کی وضاحت کے لئے کچھ چیزوں پر توجہ ضروری ہے!

۱۔شفاعت کے کیا معنی ہیں؟ لسان العرب میں مادہ شفع کے یہ معنی ہیں:

"الشَّافعُ الطالب لغیره یتشفع به الیٰ المطلوب "(شافع اسے کہتے ہیں جو دوسرے کے لئے کوئی چیز طلب کرے) مفردات راغب میں لفظ شفع کے یہ معنی بیان کئے گئے ہیں:"الشـفـاعة الانضمام الیٰ آخر ناصراً له وسائلاً عنه" شفاعت ایک دوسرے کا ضم ہونا اس لحاظ سے کہ وہ اس کی مدد کرے اور اس کی طرف سے اس کی ضروریات کا طلبگار ہو۔

مولائے کائنات نے اس سلسلے میں فرمایا:الشـفـیـع جنـاح الطالب شفاعت کرنے والا محتاج کے لئے اس کے پر کی مانند ہے جس کے مدد سے وہ مقصد تک پہنچے گا۔(۱)

---

(۱) نہج البلاغہ حکمت ۶۳

۲۔ ہماری بحث کا مقصد وہ شفاعت ہے جس کے ایک طرف خدا ہو یعنی شفاعت کرنے والا، خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ بنے، دو مخلوق کے درمیان شفاعت میرا مقصد نہیں ہے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ قوی اور مضبوط شخص کا کمزور کے کنارے ہونا اور اس کی مدد کرنا تاکہ وہ کمال کی منزل تک پہنچ سکے اور اولیاء خدا کا لوگوں کے واسطے شفاعت کرنا، قانون کی بناء پر ہے نہ کہ تعلقات کی بناء پر اسی سے پتہ چلتا ہے کہ شفاعت اور پارٹی بازی میں فرق ہے۔

اثبات شفاعت

۳۔ شفاعت مذہب شیعہ کی ضروریات میں سے ہے اور اس پر بہت سی آیات و روایات دلالت کرتی ہیں ﴿وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ اس کے یہاں کسی کی بھی سفارش کام آنے والی نہیں ہے مگر وہ جس کو خود اجازت دے دے(۱) ﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾ اس دن کسی کی سفارش کام نہیں آئے گی سوائے ان کے جنہیں خدا نے خود اجازت دی ہے اور وہ ان کی بات سے راضی ہے(۲) ﴿مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ﴾ کوئی اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرنے والا نہیں ہے(۳) ﴿مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کون ہے جو اس کی بارگاہ میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟(۴) ﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ﴾ اور

---

(۱) سورہ سباء/۲۳ (۲) سورہ طہ/۱۰۹ (۳) سورہ یونس/۳ (۴) سورہ بقرہ/۲۵۵

فرشتے کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے، مگر یہ کہ خدا اس کو پسند کرے (۱) ان مذکورہ تمام آیتوں میں کہ جن میں شفاعت کے لئے خدا کی رضایت اور اجازت شرط ہے یہ تمام کی تمام آیتیں شفاعت کو ثابت کرتی ہیں اور واضح ہے کہ پیغمبر اکرم اور دوسرے معصومینؑ کا شفاعت کرنا خدا کی اجازت سے ہے۔

سوال: بعض قرآنی آیتوں میں شفاعت کا انکار کیوں کیا گیا ہے؟ جیسے سورہ مدثر کی آیت ۴۸ ﴿فَمَا تَنفَعُهُم شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ تو انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش بھی کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی ﴿وَاتَّقُوا يَوماً تَجزِي نَفسٌ عَن نَفسٍ شَيئاً وَلَا يُقبَلُ مِنهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤخَذُ مِنهَا عَدلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ﴾ اس دن سے ڈرو جس دن کوئی کسی کا بدل نہ بن سکے گا اور کسی کی سفارش قبول نہ ہوگی نہ کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ کسی کی مدد کی جائے گی۔ (۲)

جواب: پہلی آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے کہ جنہوں نے نماز اور خدا کی راہ میں کھانا کھلانے کو چھوڑ دیا اور قیامت کو جھٹلاتے ہیں، آیت میں ارشاد ہے کہ ان لوگوں کے لئے شفاعت کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی اس میں بھی ضمنی طور پر شفاعت کا ہونا ثابت ہے یعنی پتہ چلتا ہے کہ قیامت میں شفاعت ہے ہر چند کہ بعض لوگوں کے لئے نہیں ہے۔

اور دوسری آیت کے سیاق وسباق سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قوم یہود کے

(۱) سورہ انبیاء/۲۸ (۲) سورہ بقرہ آیہ ۴۸

بارے میں ہے کہ انہوں نے کفر اور دشمنی کو حق کے مقابلے قرار دیا ہے یہاں تک کہ انبیاء الٰہی کو قتل کیا، لہٰذا ان کے لئے کوئی شفاعت فائدہ نہ دے گی۔ اوپر کی آیت کلی طور پر شفاعت کی نفی نہیں کر رہی ہے اس کے علاوہ اس کے پہلے کی آیتیں اور متواتر روایات اور اجماع امت سے شفاعت کا پایا جانا ثابت ہوتا ہے۔

سوال: بعض آیتوں میں شفاعت کو کیوں فقط خدا سے مخصوص کر دیا ہے؟

جیسے ﴿مَا لَكُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ﴾ اور تمہارے لئے اس کے علاوہ کوئی سرپرست یا سفارش کرنے والا نہیں ہے۔(۱) ﴿قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا﴾ کہہ دیجئے کہ شفاعت کا تمام تر اختیار اللہ کے ہاتھوں میں ہے۔(۲)

جواب: واضح رہے کہ بالذات اور مستقل طور پر شفاعت فقط خدا سے مخصوص ہے اور دوسروں کا خدا کی اجازت سے شفاعت کرنا یہ منافی نہیں ہے ان مذکورہ آیتوں کے مطابق کہ جن میں شفاعت کو خدا کی اجازت کے ساتھ جانا ہے اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعض شرائط کے تحت دوسروں کے لئے بھی شفاعت ثابت ہے۔

فلسفۂ شفاعت

شفاعت ایک اہم تربیتی مسئلہ ہے جو مختلف جہتوں سے مثبت آثار کا حامل اور زندگی ساز ہے۔

۱۔ اولیاء خدا اور شفاعت کئے جانے والے لوگوں کے درمیان معنوی رابطہ

---

(۱) سورہ سجدہ آیہ۴ (۲) سورہ زمر آیہ۴۴

واضح سی بات ہے جو قیامت کے خوف سے مضطرب اور بے چین ہوایسے کے لئے ائمہ اور پیغمبر اسلامؐ سے شفاعت کی امید اس بات کا باعث بنے گی کہ وہ کسی طرح ان حضرات سے تعلقات بحال رکھے۔

اور جو ان کی مرضی ہو اسے انجام دے اور جو ان کی ناراضگی کا سبب ہو اس سے پرہیز کرے کیونکہ شفاعت کے معنی سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شفاعت کرنے والے اور شفاعت پانے والے کے درمیان معنوی رابطہ ہونا ضروری ہے۔

۲۔ شرائط شفاعت کا حاصل کرنا وہ آیت اور احادیث جو پہلے ذکر کی گئیں ان میں شفاعت کے لئے بہت سی شرطیں قرار دی گئی ہیں یہ بات مسلّم ہے کہ جو شفاعت کی امید میں اور اس کے انتظار میں ہے وہ کوشش کرے گا کہ یہ شرطیں اپنے اندر پیدا کرے سب سے اہم ان میں خدا کی مرضی حاصل کرنا ہے یعنی لازم ہے ایسا کام انجام دے جو خدا کو مطلوب ہو اور جو شفاعت سے محرومیت کا باعث بنے اسے چھوڑ دے۔

شفاعت کے بعض شرائط

الف) بنیادی شرط ایمان ہے جو لوگ باایمان نہیں ہیں یا صحیح عقیدہ نہیں رکھتے ہیں شفاعت ان کو شامل نہیں ہوگی۔

ب) نماز چھوڑنے والا نہ ہو یہاں تک کہ امام صادقؑ کی روایت کے مطابق نماز کو ہلکا بھی نہ سمجھتا ہو۔

ج) زکات نہ دینے والوں میں سے نہ ہو۔

د) حج چھوڑنے والوں میں سے نہ ہو۔

ھ) ظالم نہ ہو ﴿ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ﴾ کیوں کہ ظالموں کے لئے کوئی مہربان دوست یا کوئی شفاعت فائدہ نہیں دے گی، سورہ مدثر میں ارشاد ہوا ہے کچھ چیزیں ایسی ہیں جو شفاعت سے انسان کو محروم کر دیتی ہیں۔

۱۔ نماز کی طرف دھیان نہ دینا۔

۲۔ معاشرہ میں محروم لوگوں کی طرف توجہ نہ کرنا۔

۳۔ باطل امور میں لگ جانا۔

۴۔ قیامت سے انکار کرنا۔

یہ تمام چیزیں سبب بنتی ہیں کہ وہ انسان جو شفاعت کا خواہاں ہے اپنے اعمال میں نظر ثانی کرے اپنے آئندہ کے اعمال میں سدھار لائے لہٰذا شفاعت زندگی ساز اور مثبت آثار کا حامل ہے اور ایک اہم تربیتی مسئلہ ہے(۱)

والحمدُ للّٰہِ ربِّ العالمینَ

سوالات

۱۔ شفاعت کسے کہتے ہیں اور شفاعت کرنے والے کون ہیں؟

۲۔ شفاعت کے زندگی ساز اور مثبت آثار بیان کریں؟

۳۔ شفاعت کے شرائط بیان کریں؟

---

(۱) قیامت کی بحث میں ان کتابوں سے نقل یا استفادہ کیا گیا ہے، نہج البلاغہ، بحار الانوار، تسلیۃ الفوائد مرحوم شبر، کلم الطیب (مرحوم طیب)، محجۃ البیضاء (مرحوم فیض)، معاد آقای فلسفی، معاد آقای مکارم، معاد آقای قرائتی معاد آقای سلطانی، تفسیر نمونہ اور سب سے زیادہ جس سے استفادہ کیا گیا ہے وہ ہے پیام قرآن ج ۵، و ۶۔

منابع وماخذ

۱۔قرآن

۲۔نہج البلاغہ

۳۔توحید صدوق

۴۔تفسیر پیام قرآن

۵۔بحار الانوار..محمد باقر مجلسی

۶۔تفسیر نور الثقلین..عبد علی بن جمعہ عروسی الحویزی

۷۔تفسیر برہان...سید ہاشم بحرانی

۸۔تفسیر المیزان..علامہ سید محمد حسین طباطبائی

۹۔تفسیر نمونہ...آیۃ اللہ مکارم شیرازی

۱۰۔اصول کافی...محمد بن یعقوب کلینی

۱۱۔المراجعات...مرحوم سید شرف الدین عاملی

۱۲۔الغدیر...مرحوم علامہ امینی

۱۳۔اثبات الھداۃ...مرحوم حر عاملی

۱۴۔کلم الطیب...مرحوم طیب اصفہانی